هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

اسلامی دُولہا

کامیاب خوشگوار ازدواجی زندگی کیلئے نادر اسلامی تحفہ

محمد الیاس عادل

هُنّ لِباسٌ لّکُم وانتم لِباسٌ لّهُنّ۔

اسلامی دولہا

کامیاب خوشگوار ازدواجی زندگی کیلئے نادر اسلامی تحفہ

تالیف

محمد الیاس عادل

مشتاق بُک کارنر۔ الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

حمیدی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	اسلامی دُولہا
تالیف	محمد الیاس عادل
ناشر	مشتاق احمد
اہتمام	سلمان خالد
پروف خوانی	قاری نجم الصبیح
کمپوزنگ	**گل گرافکس**
پرنٹرز	اسلم عصمت پرنٹرز، لاہور
قیمت	**130** روپے

فہرست

عنوان	صفحہ
ابتدائیہ	11
دورِ جاہلیت میں نکاح کے طریقے	15
نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے	17
نکاح کے فوائد	17
ایمان کی تکمیل	18
نکاح سے اعراض کرنے پر ترہیب	18
ایک صحابی کا عذر	19
سنت سے اعراض پر وعید	20
مفلسی کوئی عذر نہیں	21
شادی کی وجہ سے درجات میں بلندی	22
عبادت کی تکمیل اور قلبی سلامتی	23
شادی شدہ کی فضیلت	23
مشورہ کرنا	24
استخارہ کرنا	25
سات دن تک استخارہ کرنا	27

عنوان	صفحہ
آدھا دین مکمل ہونا	28
بیوی کے انتخاب کا معاملہ	29
چار صفات	30
دیندار عورت سے نکاح کرنا پسندیدہ ہے	30
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشورہ	32
دیندار عورت سے شادی کا فائدہ	32
کامیاب شادی	33
برکت اور رحمت	34
دیندار عورت کی خوبی	34
حسب ونسب	35
حسن وجمال	36
انسیت پیدا ہونے کا سبب	38
بیوی کے انتخاب میں فقہا کرام کے مشورے	41
قابل غور بات	42
بیوی کے انتخاب میں ایک اور احتیاط	42

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے فخر کی بات	43	مہر کی شرط	59
فائدہ مند بات	44	دس اوقیہ مہر	59
امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے	44	ایک جوڑا جوتی	59
حدیث مبارکہ	45	ستو یا کھجور	60
منگنی کرنا	45	حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کا مہر	60
منگنی پر منگنی نہیں کرنی چاہیے	46	حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول	60
نکاح کا اہتمام کرنا	48	ادب کا تقاضہ	60
دین کو بچالینا	49	معمولی مہر پر بیٹی کا نکاح کرنا	61
نکاح کے شرعی مسائل	49	مشکل مسئلہ کا حل	62
نکاح محبت والفت کا باعث	50	نیت کا بدلہ	63
نکاح کا خطبہ	51	بیوی کو مہر معاف کرنے کا اختیار ہے	63
نکاح کا اعلان کرنا	53	مہر کی اقسام	64
حق مہر	55	مہر معجّل	64
زیادہ مہر مقرر نہ کیا جائے	55	مہر مؤجل	65
بہترین عورت	57	مہر مؤخر	65
برکت والی عورت	57	مہر کے شرعی مسائل	65
اُم المؤمین سیدہ فاطمہؓ کا مہر	58	قابل غور بات	66
اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا مہر	58	جہیز کی رسم	67
اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہؓ کا مہر	58	قابل غور بات	68
پانچ سو درہم مہر	59	جہیز کے بارے میں ایک غلط فہمی	69

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
جہیز کی خرابیاں	71	کثرت جماع سے پرہیز کرنا چاہیے	91
شادی کی فضول رسومات سے اجتناب کرنا	73	سہاگ رات کی صبح	91
شادی کی پہلی شب	80	دعوت ولیمہ	92
دعا پڑھنا	82	ولیمہ کرنے کا حکم	92
دعا پڑھنے کا فائدہ	82	ولیمہ میں سادگی	92
پردہ کا لحاظ رکھنا	83	دعوت ولیمہ میں جانے کا حکم	93
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی نصیحت	84	زیادہ تکلف نہ کرو	94
غسل جنابت	85	نمود ونمائش اور ولیمہ کا غیر مسنون طریقہ	95
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غسل جنابت فرمانا	85	بیوی کے حقوق	97
ہر بال کے نیچے جنابت ہے	86	نان ونفقہ کا انتظام کرنا	98
ایک بال کی جگہ خشک رہنے پر عذاب	86	اہل وعیال پر خرچ کرنے کا اجر	98
غسل کے وقت پردہ کرنا	86	نان ونفقہ کی ادائیگی میں کنجوسی نہ کرے	100
دوبارہ صحبت سے قبل وضو	87	کنجوس خاوند کے لیے وعید	101
سونے کے بعد غسل کرنے کی اجازت	87	بیوی کو خوشبو دینے کا ثواب	101
جنبی کے لیے حکم	87	کنجوس خاوند کے مال سے بلا اجازت	
فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے	87	خرچ کرنے کا حکم	102
غسل کے مسائل	88	اہل وعیال کے لیے کمائی کرنا مرد کے ذمہ ہے	103
غسل کی سنتیں	89	اہل وعیال کے لیے جدوجہد کرنا ثواب ہے	105
ضروری مسائل	90	ابدال کا عمل	106
ہمبستری کا مناسب وقت	90	عورت کا نفقہ مرد کے ذمہ	107

عنوان	صفحہ
ثواب کی بات	108
حضرت ابوالدرداءؓ کا واقعہ	111
بیوی پر تشدد کرنے کی ممانعت	112
ہلکی مار مارنے کی اجازت	114
دو باتیں	115
قابل غور بات	115
اچھے خاوند کی خصلت	116
طلاق دینے کا اختیار	116
توجہ طلب بات	117
خاوند کو خوش مزاج ہونا چاہیے	117
سیدہ عائشہؓ کی گڑیاں	118
ہار کا بدلہ	119
حضرت سودہؓ اور مزاح کی صورت	120
اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ	
سے خوش مزاجی	121
میاں بیوی کی خوش طبعی کا ایک انداز	121
محبت کی گرہ	122
خاوند کو میلا کچیلا نہیں رہنا چاہیے	123
حضرت ابن عباسؓ کا عمل	125
عورت کی نفرت کی وجہ	125

عنوان	صفحہ
خاوند عورت کی بدمزاجی پر صبر و	
برداشت کرے	127
عورت کی بدمزاجی پر صبر کرنے کا اجر	129
غازی کا مرتبہ	130
مسکرا کر صبر کرنا	130
بہترین مرد کی نشانی	132
کامل ترین ایمان والا شخص	132
بیوی کی بدمزاجی پر کڑھنا نہیں چاہیے	133
صبر اور خاموشی کی وجہ	135
جہنم کی آگ سے بچاؤ	135
مرتبہ کی بلندی	136
ازدواجی زندگی کی کامیابی	137
بیوی سے بدکلامی نہ کرے	138
خفا ہونا بھی بیوی کا حق ہے	142
اپنی بیوی سے محبت کریں	147
بیوی کی اہمیت	150
والدین کے حقوق کا خیال رکھیں	153
توجہ طلب بات	157
والدین کا احسان مانو	157
والدین سے نیک سلوک کرو	158

عنوان	صفحہ
ماں کے احسانات کا اعتراف	159
جنت اور دوزخ	161
باپ کے ساتھ حسن سلوک	162
ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا فائدہ	164
جنت ماں کے قدموں تلے ہے	164
سب سے زیادہ حسن سلوک کی	
حقدار ماں ہے	165
سب سے زیادہ محبوب عمل	166
ماں باپ کو ستانا گناہ ہے	167
کام کی باتیں	169
اپنے اہل و عیال کو نیکی کی طرف	
راغب کرنا	172
اہل و عیال کو جہنم سے بچانے کا طریقہ	173
بیٹی کی پیدائش پر ناراض نہیں ہونا چاہیے	175
بیٹی کی پرورش پر جنت کا حصول	178
جہنم کی آگ سے بچاؤ	179
اپنی بیوی پر اعتماد کریں	181
اپنی بیوی پر ناجائز تہمت نہ لگائیں	182
لعان کا مفہوم	185
بدکاری اور بے حیائی کے کام نہ کرے	188

عنوان	صفحہ
زنا کے قریب نہ پھٹکو	189
قحط سالی کی وجہ	189
ہر عضو کو زنا سے باز رکھا جائے	190
اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو	190
زانی پر لعنت	190
حضرت داؤد علیہ السلام کی نصیحت	191
حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت	192
شیطان کی خوش فہمی	192
نیک شخص کی قبولیت دعا	192
ایمان کی مضبوطی	193
پاؤں کاٹنے کی وجہ	195
ایمان کی بربادی	196
شیطان کا وسوسہ	197
حضرت سلیمان بن یسارؒ	197
نیکی کے عمل کی برکت	199
بدکاری سے باز رہنے کی نصیحت	199
بدکاری کی سزا	200
سودرے مارنے کا حکم قرآن حکیم میں	201
بدکاری کی سزا کا سرعام انعقاد کرنا	202
رجم کی حقیقت	202

عنوان	صفحہ
سزا کے نفاذ کا طریقہ	203
حضرت ماعز بن مالک کا واقعہ	203
سبیعہ کا واقعہ	205
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ	206
شادی شدہ کے لیے سنگساری ہی ہے	207
تورات میں بھی سنگساری کا حکم موجود ہے	208
کتاب اللہ کا حکم	209
چار گواہیاں	209
زبردستی بدکاری کے متعلق حکم	210
سب سے بڑا گناہ	211
شادی شدہ بدکار کے لیے سخت ترین سزا	211
جہنم کا عذاب	213
غربت کے خوف سے اپنی اولاد کو	
ضائع نہ کیجئے	214
اپنی بیوی کو قیدی نہ سمجھو	217
خاوند ہر وقت اپنی بیوی پر غصہ نہ کیا کرے	218
ایمان کی بربادی کا باعث	219
غصہ پر قابو پانا سیکھیے	219
غصہ ختم کرنے والا کلمہ	220
غصہ پر قابو پانا ہی بہادری ہے	221

عنوان	صفحہ
غصہ شیطانی اثر ہے	221
غصہ ختم کرنے کی تدبیر	221
مومنانہ اخلاق کی باتیں	221
غصہ پر قابو پانے کا اجر	222
غصہ ضبط کرنے کا انعام	222
حضرت ابوالدرداءؓ کی اپنی بیوی کو نصیحت	222
خاوند اپنی بیوی کی راز والی باتیں	
دوسروں سے نہ کہے	224
بیوی کے ساتھ میانہ روی اختیار کرے	226
اعتدال قائم رکھے	226
بیوی کی تعریف کرنے کی عادت بھی ڈالیے	228
اپنی بیوی کو منالیجئے	235
عورت کے جذبات کی نوعیت	238
عورت کی خوبیوں کو مدنظر رکھو	238
بیوی کی بیماری میں اس کا ساتھ نہ	
چھوڑا جائے	240
اپنی بیوی سے دوستی رکھیے	242
ایک فلاسفر کا نظریہ	243
ہر دکھ سکھ کی ساتھی	243
اللہ تعالیٰ کی حکمت	245

عنوان	صفحہ
قابل غور بات	246
ایک سوال اور اس کا جواب	248
بیوی کی خدمات کی قدر کیجئے	251
بیوی کے دل میں بدگمانی پیدا نہ کیجئے	255
اپنی بیوی کے جذبات کا خیال رکھیے	257
بیوی کے رشتہ داروں کی بھی عزت کرے	258
رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک	
کرنے کا حکم	259
رشتہ داروں سے بھلائی کرو	261
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم	261
بیوی کے دیے ہوئے تحفہ کو حقیر نہ جانے	262
اپنی بیوی کو بے پردگی سے بچائے	264
پردہ کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے	265
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی	
زوجہ مطہرہ کو پردہ کرایا	266
حضرت ابوطلحہؓ کا عمل	266
عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے	267
عورت کا پردہ کوئی نئی بات نہیں ہے	268
سسرال والوں کو تنگ نہ کرے	270
لالچ کا علاج	271

عنوان	صفحہ
بچوں کے سامنے بیوی سے جھگڑا نہ کرے	273
بیوی سے ہمبستری کی ممانعت کے	
ایام کا لحاظ رکھے	275
روزہ کی حالت میں	275
حیض ونفاس کے دنوں میں ممانعت	277
بیٹا پیدا نہ کرنے پر بیوی کو تنقید کا نشانہ نہ بنائیے	280
لڑائی کی صورت میں صلح کر لینی چاہیے	282
میاں بیوی کو سمجھداری سے کام لینا چاہیے	284
ثالث مقرر کرنا	286
صلح کرانے والے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے	286
دو ثالثوں کی تقرری	288
اللہ تعالیٰ کا خوف	289
ثالث کو سنجیدہ ہونا چاہیے	292
حضور نبی کریم کا بے مثال فیصلہ	293
طلاق دینے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے	295
طلاق سے بچوں کا مستقبل تاریک ہوجاتا ہے	296
طلاق کی شرح میں اضافے کی وجوہات	298
طلاق	300
ناپسندیدہ چیز	301
شیطان کی خوشی	301

عنوان	صفحہ
جنت کی خوشبو بلاوجہ طلاق مانگنے والی عورت پر حرام ہے	302
طلاق دینے کا احسن طریقہ	303
طلاق بائن	304
تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کی صورت	306
طلاق سپرد کی نوعیت	308
طلاق کی صورت میں بچے کی پرورش کا معاملہ	311
ماں کا حق	312
گھر میں اتفاق وسکون پیدا کرنے کے مؤثر عملیات وظائف	314

عنوان	صفحہ
سورہ بقرہ کی تلاوت	314
میاں بیوی کی ناراضی کا خاتمہ	316
میاں بیوی میں صلح کے لیے	316
گھریلو جھگڑے کا خاتمہ	316
میاں بیوی میں محبت	317
گھریلو جھگڑے سے بچاؤ کے لیے	318
گھر اور اہل وعیال کی حفاظت کیجئے	318
نافرمان بیوی تابعدار ہوجائے	318
بیوی تابعداری کرے	319
بہترین مسلمان خاوند کی خوبیاں	319

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو ایک ضابطے کے تحت آگے بڑھانے کے لیے میاں اور بیوی کا رشتہ قائم کیا اور اس مقصد کے لیے نکاح کرنے کا حکم دیا ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، شادی کرنے سے انسان بہت ساری برائیوں سے بچ جاتا ہے بلکہ اگر کوئی چاہتا ہے کہ دنیا سے پاک وصاف حالت میں جائے تو اس کی صورت یہی ہے کہ وہ شادی کرے حدیث پاک میں ہے کہ ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے پاک وصاف ملنا چاہے اس کو شریف عورتوں سے شادی کرنا چاہیے۔ (مشکوٰۃ شریف)

بہت سی احادیث مبارکہ ہیں جن میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''فتح الباری'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ شادی شہوت توڑنے نفس کو پاکیزہ بنانے اور نسل انسانی کی کثرت کے لیے کی جاتی ہے۔

شادی کی اہمیت کے ضمن میں ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عکاف بن بشر تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے پوچھا اے عکاف: تمہاری بیوی ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا، لونڈی؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، صلاحیت رکھتے ہو اور خوشحال بھی ہو پھر اس کے باوجود تم نے شادی سے گریز کیوں کیا تب تو تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو۔ (جمع الفوائد کتاب النکاح عن

احمد) پھر بعد میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی شادی کرادی۔

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم لوگوں کو سختی سے اس بات سے منع فرماتے تھے کہ ہم عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں اور فرماتے تھے کہ تم لوگ شادی کرو۔ (بلوغ المرام لابن حجر)

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں ایک جوان مرد ہوں زنا کا خطرہ محسوس کرتا ہوں اور اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ شادی کرسکوں۔ (ان کا منشا یہ تھا کہ خصی ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے) یہ سن کر حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش رہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر یہی عذر بیان کیا اور اجازت کی درخواست کی اس مرتبہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ تیسری مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ اب حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)! جو کچھ ہونے والا ہے وہ لکھا جاچکا ہے تم خصی ہو یا نہ ہو پھر تم خواہ مخواہ ایک موہوم خدشہ کی بناء پر غلط اقدام کی اجازت طلب کرتے ہو۔ (بخاری شریف)

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور خصی ہونے کا ارادہ کیا تاکہ شہوت کی زحمت سے نجات پائیں اور اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور رات دن اس میں مشغول رہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ارادہ سے باز آگئے۔

(مشکوٰۃ شریف)

کامیاب شادی کے لیے ضروری ہے کہ خاوند اپنی بیوی کے حقوق کا خیال رکھے اور اس کے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آئے اور اس ضمن میں حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد کیا ہوا وہ تاریخی خطبہ اپنے پیش نظر رکھے جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ:

''سنو! تمہاری عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں اور اسی طرح تمہاری عورتوں کے تم پر حقوق ہیں، تمہارے حقوق میں سے یہ ہے کہ وہ ان کو تمہارے بستر پر نہ بیٹھنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں ان کو نہ بلائیں جن کا آنا تمہیں پسند نہیں اور تم پر حق ہے کہ تم ان کے کپڑا دینے اور کھانا دینے میں احسان کرو۔''

(ترمذی شریف)

اس حدیث پاک میں بیوی کو ہدایت کی گئی ہے کہ گھر میں محرم یا غیر محرم جو بھی آنے کا خواہاں ہو اس کے آنے کے بارے میں خاوند کی منشاء و مرضی معلوم کرلی جائے اپنے خاوند کی رضا و منشاء کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آنے دے اسے علم ہو کہ خاوند کس کے آنے کو ناپسند کرتا ہے اس بارے میں احتیاط کرے۔

خاوند کے ذمے بیوی کے جو حقوق ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ بیوی کے لباس اور کھانے پینے کے معاملے میں کوتاہی نہ کرے اور حُسنِ سلوک اختیار کرے اپنی بیوی کی تمام جائز ضروریات کا خیال رکھے اور ان کو پیار، محبت اور خلوص کے ساتھ اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے پورا کرنے کی کوشش کرے اس لیے کہ اس باب میں عورت اس کی محتاج ہے اگر خاوند گھر کی جائز ضرورتوں کو پورا کرنے میں جان بوجھ کر کوتاہی کرے گا اور گھریلو معاملات میں دلچسپی نہ لے گا بیوی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرے گا تو اس سے گھر میں بگاڑ کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

آج کل عام شکایت ہے کہ میاں بیوی میں نااتفاقی ہے مرد کو عورت کی شکایت ہے تو عورت کو مرد کی، ہر ایک دوسرے کے لیے بلائے جان ہے بلاشبہ جب میاں بیوی میں اتفاق نہ ہو محبت و چاہت اور اُنس نہ ہو تو زندگی تلخ اور نتائج نہایت خراب ہوتے ہیں آپس

کی نا اتفاقی دنیا کی خرابی کے علاوہ دین کو بھی برباد کر دینے والی ہوتی ہے اولاد کے دل میں نہ باپ کا ادب رہتا ہے نہ ماں کی عزت۔ اس نا اتفاقی کا بڑا سبب یہ ہے کہ طرفین میں ہر ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ نہیں رکھتا اور باہم رواداری سے کام نہیں لیتا۔ مرد چاہتا ہے کہ عورت کو باندی سے بدتر کر کے رکھے اور عورت چاہتی ہے کہ مرد میرا غلام رہے جو میں چاہوں وہی ہو چاہے کچھ ہو جائے مگر بات میں فرق نہ آئے۔ جب ایسے خیالات فاسدہ طرفین میں پیدا ہوں گے تو کیونکر نبھ سکے گی۔ قرآن کریم تعلیم دیتا ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھی معاشرت کرو۔ خاوند کو دیکھنا چاہیے کہ اس کے ذمے بیوی کے کیا حقوق ہیں انہیں ادا کرے اور بیوی اپنے خاوند کے حقوق مدِ نظر رکھے اور پورے کرے یہ نہ ہو کہ ہر کوئی اپنے حقوق کا مطالبہ کرے اور دوسرے کے حقوق سے سروکار نہ رکھے یہی فساد کی جڑ ہے اور یہ بھی بہت ضروری ہے کہ ایک دوسرے کی بے جا باتوں کا تحمل کرے اور اگر کسی موقع پر دوسری طرف سے زیادتی ہو تو جھگڑے پر آمادہ نہ ہو کہ ایسی جگہ ضِد پیدا ہو جاتی ہے اور سلجھی ہوئی بات اُلجھ جاتی ہے۔

زیر نظر کتاب اسی لیے ترتیب دی گئی ہے کہ اس کے مضامین کی روشنی میں ہر کوئی اپنے گھر میں خوشیوں اور مسرتوں کے پھول بکھیر کر ایک کامیاب زندگی بسر کرے۔ کتاب ہذا میں شریعت مطہرہ کی رُو سے خاوند کے ذمے بیوی کے جو حقوق ہیں اُن کا بیان نہایت حسین پیرائے میں کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ہر اُس لڑکے کے لیے ایک بہترین تحفہ ہے جس کی نئی نئی شادی ہوئی ہے یا شادی ہونے والی ہے کتاب کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر یقینی طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ایک مسلمان دولہا کے لیے اس کتاب سے بڑھ کر مفید اور کوئی تحفہ نہیں ہے۔

محمد الیاس عادل

دورِ جاہلیت میں نکاح کے طریقے

دورِ جاہلیت میں نکاح کے مختلف طریقے رائج تھے اس ضمن میں اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جاہلیت میں نکاح کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) ایک صورت تو یہی تھی جو کہ آج کل طریقہ رائج ہے۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ تھا کہ مرد اپنی منکوحہ بیوی سے کہتا کہ جب تیرا حیض کا خون بند ہو جائے تو تو فلاں مرد کے پاس پاکی حاصل کرنے کے لیے چلی جا اور اس سے فائدہ حاصل کر یعنی اس غیر مرد سے ہم بستر ہو اور اتنی مدت خاوند اپنی اس عورت سے علیحدہ رہتا جب تک اس کی عورت کو غیر مرد کا حمل ظاہر نہ ہو جاتا۔ چنانچہ جب غیر مرد کا حمل ظاہر ہو جاتا۔ اب اگر خاوند کی خواہش ہوتی تو وہ اپنی بیوی کے پاس جاتا، ایسا جاہلیت میں اس لیے کرتے تھے کہ لڑکا نجیب ہو اس کو ''نکاح استبضاع'' کہا جاتا تھا۔

(۳) نکاح کا تیسرا طریقہ یہ تھا کہ ایک عورت کے پاس متعدد مرد آتے اور لطف اندوز ہوتے لیکن ان کی تعداد دس سے کم ہوتی۔ عورت کو جب حمل ظاہر ہوتا، بچہ پیدا ہوتا اور پیدا ہوئے کچھ دن گزر جاتے تو یہ عورت ان تمام مردوں کو قاصد کے ذریعہ بلا بھیجتی، کوئی انکار کی جراءت نہیں کر سکتا تھا چنانچہ جب سارے جمع ہو جاتے تو یہ عورت کہتی کہ تم اپنے معاملہ سے واقف ہو کہ میرے وطی کے لیے آیا کرتے تھے۔ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ یہ تمہارا بچہ ہے تم اپنی پسند سے اس کا کوئی نام رکھو چنانچہ یہ لڑکا اس شخص کا ہو جاتا جس کا عورت نام لیتی مرد انکار نہیں کر سکتا تھا۔

(۴) چوتھی صورت یہ تھی کہ کچھ عورتیں ایسی تھیں جن کے دروازوں پر جھنڈے گڑے رہتے۔ یہ بازاری پیشہ ورعورتیں تھیں جس کا دل چاہتا ان کے پاس جاتا جب ان کے ہاں کسی بچہ کی ولادت ہوتی تو ان تمام لوگوں کو جمع کیا جاتا جو اس عورت کے پاس جایا کرتے تھے اور قیافہ شناس بلایا جاتا وہ علم کی بناء پر جانچ کر اس بچہ کو ان مردوں میں سے جس کا کہہ دیتا وہ بچہ اسی کا ہو جاتا تھا۔ مرد انکار نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان تمام صورتوں کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام ناجائز صورتوں کو بند کر دیا۔

> ''محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب حق لے کر مبعوث ہوئے تو آپ نے جاہلیت کے نکاحوں کو بند کیا صرف اس نکاح کو باقی رکھا جو آج رائج ہے۔'' (بخاری شریف کتاب النکاح)

نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

> ''جو میرے طریقے کو محبوب رکھے وہ میری سنت پر چلے اور میری سنت نکاح ہے۔'' (بیہقی)

ایک اور حدیث پاک ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

> ''(اے نوجوانو!) جو شخص تم میں سے نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ (اجنبی عورت کی طرف سے) نگاہ کو روکنے والا شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہ ہو وہ روزے رکھے اس لیے کہ روزہ شہوت کو توڑتا ہے۔''

(بخاری ومسلم)

نکاح کے فوائد:

مذکورہ بالا حدیث پاک سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کے جو فوائد ہیں وہ ایک مرد کے لیے حاصل کرنا بہت ضروری ہیں کیونکہ انہی فوائد کی برکت سے اُس کی دنیا و آخرت سنورنے میں مدد ملتی ہے نکاح کرنے سے آدمی بہت سی بُرائیوں اور خراب باتوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتا ہے کیونکہ نکاح کے ذریعہ شیطان سے حفاظت ہوتی ہے، شہوت کا جوش

اور ہیجان دفع ہوتا ہے۔ نگاہیں نیچی رہتی ہیں، شرم گاہیں بدکاری سے محفوظ رہتی ہیں، نکاح نسل انسانی کے تسلسل کا ایک ذریعہ ہے، نکاح کے ذریعہ دل کو سکون ملتا ہے، بیوی کے پاس بیٹھنا اور دل لگی کی باتیں کرنا جس سے قلب کو تسکین اور دل کو تسلی حاصل ہوتی ہے نکاح کے ذریعہ مرد کو گھریلو ذمہ داریوں سے فراغت مل جاتی ہے اور گھر کا نظم صحیح ہو جاتا ہے اگر انسان تنہا زندگی گزار رہا ہو، تو اس کی ذمہ داری بہت بڑی ہے، گھر کی صفائی سے لے کر کھانا وغیرہ پکانے تک۔ ہر کام اسے خود ہی کرنا پڑتا ہے، نکاح کے ذریعہ اس میں آسانی ہو جاتی ہے، نکاح مجاہدہ نفس کا ایک عظیم ترین ذریعہ ہے، مثلاً گھر کی دیکھ بھال اہل خانہ کے حقوق کی ادائیگی، بیوی کی عادتوں پر صبر اور ان کی اصلاح وغیرہ وغیرہ یہ تمام امور بہت بڑی فضیلت رکھتے ہیں اور یہ نکاح ایسی چیز ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور جنت تک باقی ہے، اسی لیے تمام انبیاء کرام اس مرحلے سے گزرے ہوئے ہیں۔ سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور وہ بھی جب دوبارہ زمین پر بحکم خدا تشریف لائیں گے اس وقت نکاح کریں گے اور ان کے ہاں اولاد بھی ہوگی جو کہ حدیث مرفوع سے ثابت ہے۔

(احیاء ج ۲ ص ۵۲)

ایمان کی تکمیل:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے لیے کسی کو کچھ دیا اور اللہ کے لیے کسی سے محبت کی اور عداوت و دشمنی بھی اللہ کے لیے کی اور اللہ ہی کی رضا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے شادی کی تو یقیناً اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

نکاح سے اعراض کرنے پر ترہیب:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے جو شخص مفلسی کے خوف سے نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (الحدیث ابو منصور دیلمی واحیاء ج ۲ ص ۵۳)   (احمد، ترمذی شریف)

اس حدیث مبارکہ میں اصل نکاح کے ترک کی برائی نہیں ہے، بلکہ نکاح نہ کرنے کے سبب کی مذمت کی گئی ہے، کیونکہ رزاق بندہ نہیں بلکہ خدا ہے، شوہر کمانے والا ہے نہ کہ کھلانے والا، مرد روزی کے لیے بھاگ دوڑ کرنے والا ہو سکتا ہے مگر پالنے والا نہیں، مطلب میرا کہنے کا یہ ہے کہ صرف غربت اور مفلسی کو دیکھ کر شادی کو نہ ٹالے تھوڑی آمدنی بھی ہو تو اللہ کے بھروسے پر شادی کر لے زیادہ شان، جشن اور موٹی آمدنی کے چکر میں نہ پڑے، قرآن کہتا ہے کہ اسراف سے بچو، محنت کے ساتھ رزق پیدا کرو اور زیادہ کے چکر میں پڑ کر خدا کو مت بھولو، قلیل رزق کے ساتھ صبر و شکر سے کام لو، چوری، دھوکہ بازی، ناپ تول میں کمی، جھوٹ اور رشوت سے رزق پیدا نہ کرو، خدا خود پاک ہے، اگر نجات و مغفرت چاہو تو پاک و صاف رزق کو حاصل کرو چاہے وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، اور بیوی بچوں کو بھی پاک و حلال رزق کھلاؤ۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں نکاح کو دوست نہ رکھوں؟ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا بھلا ایسا کوئی شخص ہے جو جنت کو دوست نہ رکھے اور فرمایا جو کوئی بے عورت رہتا یعنی شادی نہیں کرتا شیطان اس پر قادر ہو جاتا ہے (اس حدیث مقدسہ میں بھی نکاح پر زور دیا گیا ہے اور نکاح سے اعراض پر ترہیب ہے)۔   (بحوالہ کیمیائے سعادت)

ایک صحابی کا عذر:

ایک صحابی سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں رہا کرتے تھے رات کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر رہتے تاکہ اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو فوری طور پر انجام دے سکیں، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی بات تو یہ ہے کہ شادی کر کے آپ کی خدمت سے علیحدہ ہو جاؤں گا دوسری بات یہ ہے کہ میں ایک غریب

آدمی ہوں، آپ یہ سن کر خاموش ہو گئے، پھر چند دن بعد دوبارہ آپ نے یہی فرمایا، انہوں نے وہی عذر پیش کیے، صحابیؓ کہتے ہیں کہ دوسری مرتبہ کی گفتگو کے بعد میں نے سوچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح واقف ہیں کہ میرے حق میں کیا چیز بہتر ہے، اور یہ کہ کون سا عمل مجھے خدا تعالیٰ سے قریب کرے گا، چنانچہ اگر تیسری مرتبہ آپؐ نے مجھ سے شادی کے لیے کہا تو میں رضامندی ظاہر کردوں گا، چنانچہ تیسری مرتبہ آپؐ نے ان کو بلایا اور شادی کرنے کے لیے کہا، صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ میری شادی کرا دیجئے، آپؐ نے فرمایا کہ فلاں قبیلہ میں جا کر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنی لڑکی سے میرا نکاح کردو، صحابیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح خالی ہاتھ کیسے چلا جاؤں میرے پاس تو کچھ بھی نہیں؟ اس کے بعد آپؐ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے گٹھلی کے برابر سونا جمع کردو فوراً حکم کی تعمیل کی گئی اور ان صحابیؓ کو شادی کے لیے قبیلہ میں لے جایا گیا شادی کے فوراً بعد آپؐ نے فرمایا ولیمہ بھی کردو، شادی شدہ صحابیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ولیمہ کرنے کے لیے بھی کچھ نہیں ہے آپؐ کے حکم پر ایک بکری لائی گئی اور فوراً ولیمہ کیا گیا (احیاء ج ۲ ص ۵۵)

اس حدیث پاک سے بخوبی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک نکاح کی کس قدر اہمیت وفضیلت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک صحابی کو بار بار نکاح کرنے کا مشورہ ارشاد فرماتے ہیں اور پھر جب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی رضامندی ظاہر کردی تو اُن کی شادی کا بھی نہایت سادگی سے اہتمام فرما کر اُن کا گھر بسا دیا۔

سنت سے اعراض پر وعید:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ میری سنت میں نکاح کرنا بھی ہے جو شخص مجھ سے محبت رکھے اسے چاہیے کہ وہ میری سنت کی پیروی کرے۔

(بخاری ومسلم)

مفلسی کوئی عذر نہیں:

مفلسی کی وجہ سے نکاح نہ کرنا کوئی عذر نہیں کیونکہ نکاح کرنا حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے اور سنت سے اعراض صرف اس وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ آدمی تنگدست ومفلس ہو۔

حضرت شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ شاہی خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود بہت ہی عظیم المرتبت بزرگ ہوئے ہیں آپ چونکہ شاہی خاندان سے تھے اس لیے شاہ کرمان نے آپ کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام بھیجا، تو حضرت شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ سے تین دن کی مہلت طلب کی، اور ادھر تین روز مسلسل آپ مسجد کے اطراف اس نیت سے چکر کاٹتے رہے کہ کوئی اللہ والے درویش کامل مل جائیں تو میں اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کردوں، چنانچہ تیسرے دن ایک بزرگ خلوص قلب کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے مل گئے تو آپ نے ان کے قریب جا کر دریافت کیا کہ کیا آپ نکاح کے خواہشمند ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں تو بہت ہی غریب اور تنگ دست آدمی ہوں، مجھ سے کون اپنی لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے؟ یہ سن کر حضرت شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اپنی لڑکی کو آپ کے نکاح میں دیتا ہوں، چنانچہ باہمی رضامندی سے نکاح ہو گیا، اور جب صاحبزادی اپنے شوہر کے گھر پہنچی تو دیکھا کہ ایک کوزے میں پانی ہے اور سوکھی ہوئی روٹی کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا ہے، اور جب شوہر سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ آدھی روٹی اور آدھا پانی کل میں نے آدھی روٹی کھائی تھی اور آدھی آج کے لیے بچا رکھی تھی یہ سن کر بیوی نے اپنے والدین کے پاس جانے کی خواہش ظاہر کی تو اس درویش شوہر نے کہا کہ میں نے تو پہلے ہی سے یہ بات سوچ رکھی تھی کہ شاہی خاندان کی لڑکی ایک فقیر اور مفلس کے ساتھ کس طرح گزارا کرلے گی؟ میرے ساتھ تمہاری نہیں بنے گی، بیوی خاموشی سے یہ سب سن کر کہنے لگی جناب من یہ بات قطعی نہیں ہے بلکہ میں تو اپنے باپ سے یہ شکایت کرنا چاہتی ہوں کہ انہوں نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں تیرا نکاح کسی متقی اور متوکل کے ساتھ کر رہا ہوں، مگر اب مجھے آپ کے گھر آنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ میرا نکاح تو ایسے شخص سے کردیا

گیا ہے جو خدا پر قانع نہیں ہے اور دوسرے دن کے لیے کھانا بچا کر رکھتا ہے جو کہ توکل کے قطعی منافی ہے۔ لہٰذا اب اس گھر میں یا تو میں رہوں گی یا یہ روٹی رہے گی۔ (تذکرۃ الاولیاء)

شادی کی وجہ سے درجات میں بلندی:

جو نیک مرد حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے نکاح کرتا ہے یعنی شادی کے بندھن میں بندھ جاتا ہے تو اللہ رب العزت اس پر اپنا خصوصی فضل وکرم نازل فرماتا ہے اس کے انتقال کے بعد آخرت میں اس کے درجات میں اضافہ وبلندی عطا فرماتا ہے۔

حضرت بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ جو کہ علم ظاہری و باطنی سے منور تھے حضرت سے کسی بزرگ نے کہا کہ آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے، لوگ طرح طرح کی باتیں آپ کے خلاف کرتے ہیں، اور آپ کو تارک سنت سمجھتے ہیں، فرمایا ان سے کہہ دو کہ میں فرض کی مشغولیت کی وجہ سے سنت کا تارک ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد میرے لیے نکاح سے مانع ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (القرآن پارہ ۲ آیت ۲۲۸)

یعنی اور عورتوں کے بھی تمہارے ذمہ حقوق ہیں جو کہ مثل انہی کے حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں قاعدہ شرعی کے مطابق حضرت بشرؒ کا یہ جواب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے نقل کیا گیا جس پر حضرت امام صاحب نے فرمایا بھلا بشر سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے؟ وہ تو تلوار کی نوک پر بیٹھے ہوئے ہیں اور تقویٰ میں بہت آگے ہیں، کچھ عرصہ بعد جب حضرت بشر بن حارثؒ کا انتقال ہوا تو بعد از وفات کسی بزرگ نے خواب میں ان کی زیارت کی اور دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ فرمایا جنت میں تقویٰ کی وجہ سے میرے درجے بہت بلند کر دیئے گئے ہیں مگر شادی شدہ لوگوں کے درجات تک پہنچنا نصیب نہیں ہوا۔ اس کے بعد اس بزرگ نے حضرت بشر بن حارث سے حضرت ابو نصر تمار رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتلایا کہ وہ مجھ سے ستر درجے زیادہ ہیں، اس بزرگ نے بہت حیرت زدہ ہو کر عرض کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے دنیا میں

تو آپؒ تقویٰ و بزرگی میں ان سے بہت آگے تھے؟ اس پر حضرت بشرؒ نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ اپنے اہل و عیال کی کثرت پر صابر و شاکر تھے اور میں اس سے محروم تھا (احیاء و کیمیائے سعادت)

عبادت کی تکمیل اور قلبی سلامتی:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عابد کی عبادت نکاح کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، کیونکہ نکاح عبادت کا تتمہ ہے اور دل کی سلامتی نکاح کے بغیر ممکن نہیں ہے اور عبادت اس وقت تک مکمل قرار نہیں دی جاسکتی ہے جب تک کہ دل اس کے لیے پوری طرح فارغ نہ ہو۔

شادی شدہ کی فضیلت:

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ شادی کے اندر ایک سال کی عبادت بغیر شادی کے ہزار سال کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے۔ (الحدیث دیلمی وعین الہدایہ ج۲ ص۳ وطبرانی)

حضرت محمد سماکؒ بہت بڑے عابد زاہد اور واعظ گزرے ہیں، کسی بزرگ نے آپ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور آپ کی کیفیت دریافت کی، تو حضرت محمد سماکؒ نے فرمایا کہ چونکہ دنیا میں ہر شخص کو خدا کا بندہ سمجھ کر محبوب رکھتا تھا اس لیے میری مغفرت ہو گئی لیکن جو مرتبہ بال بچوں کی اذیت برداشت کرنے سے حاصل ہوتا ہے وہ نہ مل سکا۔

(تذکرۃ الاولیاء)

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ اور دوسرے بزرگان دین نے فرمایا کہ شادی شدہ آدمی کو مجرد شخص پر اتنی فضیلت حاصل ہے جتنی فضیلت جہاد کے لیے جانے والے کو اس شخص پر ہے جو جہاد میں شریک نہ ہو، اور فرمایا بیوی والے کی ایک رکعت بغیر شادی والے کی ستر رکعتوں سے بہتر ہے۔ (احیاء العلوم۔ ج۲ ص۵۷)

مشورہ کرنا

شادی قدرت کی طرف سے ایک مقدس بندھن ہے، شادی سے دین کی مدد ہوتی ہے، اللہ کے دشمنوں اور غلط خواہشوں کے مکر وفریب سے بچنے کے لیے شادی ایک مضبوط حصار وقلعہ ہے، شادی سے شیطان ذلیل اور رسوا ہوتا ہے، نکاح کے ذریعہ امت کے افراد میں اضافہ ہوتا ہے، اور امت کی کثرت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فخر حاصل ہوگا۔ شادی لڑکے اور لڑکی کے درمیان ایک خوشی کا اعلان ہے، غرض شادی قدرت کی طرف سے ایک عظیم نعمت اور عنایت کا سرچشمہ ہے۔

شادی لڑکے کی جانب سے یہ ہے، کہ وہ آج سے فلاں کی صاحبزادی کو صرف اپنی منکوحہ ہی نہیں بلکہ اپنی شریک حیات، رازدان، رفیق راہ، غم خوار، شریک حال، دل آرا اپنی ہم پیالہ وہم نوالہ بنا رہا ہے اور زندگی کے دیگر معاملات میں بھی ہم چشم ہے، شادی لڑکی کی جانب سے ایک خاموش وعدہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی وفادار، دل دار غمگسار، دکھ درد کی شریک، خیراندیش اور امین بن کر رہے گی، اس مقدس بندھن، اس مبارک اعلان اور مضبوط وعدے کے معاشرے کے تمام افراد گواہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ نہایت سوچ سمجھ کر اچھے رشتے کے انتخاب کے لیے کوشش کرنی چاہیے تا کہ زندگی پُرمسرت اور خوشگوار طریقے سے بسر ہو۔ رشتے کے معاملے میں خوب دیکھ بھال کر لینا آئندہ زندگی میں فائدہ مند ہوتا ہے نکاح کی فضیلت واہمیت سے کسی طور بھی انکار ممکن نہیں لہٰذا جب اس بات کا اچھی طرح سے علم ہوگیا کہ نکاح کرنے کی فضیلت واہمیت کس قدر ہے تو پھر اس کے بعد اس معاملے میں سوچ و بچار کرنا اور مشورہ کرنا بھی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری سنت مطہرہ ہے۔

قرآن حکیم میں بھی مشورہ کے ضمن میں مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''اور باہمی مشورے سے کام کرتے ہیں۔'' (سورۃ الشوریٰ آیت ۳۸)

سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے نکاح کا پیغام ملا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس رشتہ کو اپنے چچا ابو طالب اور خاندان کے دوسرے بڑے بوڑھوں کے سامنے پیش فرمایا اور اس سلسلہ میں مشورہ طلب فرمایا خاندان والوں نے نہایت خوشی کے ساتھ اس رشتہ کو منظور وقبول کرنے کا مشورہ دیا۔ (سیرت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) معلوم ہوا کہ مشورہ کرنا اہمیت رکھتا ہے جب شادی کا ارادہ ہو جائے اور کوئی رشتہ پسند آجائے تو اس ضمن میں اپنے گھر کے افراد اور خاندان کے بڑوں سے مشورہ کر لینا مفید ہوتا ہے کیونکہ بزرگوں کی رائے ہر حال میں بھلی اور اچھی ہوتی ہے۔ مشورہ کرنے کے ضمن میں یہ بھی دیکھ لینا چاہیے کہ جن سے مشورہ کیا جا رہا ہے وہ واقعی عقل وفہم وفراست رکھنے والے اور سمجھ بوجھ کے مطابق مشورہ دینے کے قابل بھی ہیں کہ نہیں اگر کوئی ایسا بزرگ خاندان میں نہیں ہے یا نکاح کی خواہش رکھنے والا کسی کے مشورے سے مطمئن نہیں ہے تو پھر استخارہ کرنا چاہیے تا کہ معاملے کی جو بھی صورت ہو اُس کو اللہ رب العزت کی طرف سے اشارہ مل جائے اور اس کے مطابق وہ کوئی قدم اُٹھائے۔

استخارہ کرنا:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم کو استخارہ کی اس طرح تعلیم دیا کرتے تھے جس طرح قرآن حکیم کی کسی سورۃ کی تعلیم دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے تم میں سے جب بھی کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ دو رکعت نفل نماز پڑھے پھر یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡتَخِیۡرُکَ بِعِلۡمِکَ وَاَسۡتَقۡدِرُکَ بِقُدۡرَتِکَ

وَ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ. اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاقْدِرْہُ لِیْ (اَیْ اِقْضِ لِیْ بِہٖ وَھَیِّئْہُ) وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ. اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَ اَصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ.

(بخاری شریف)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تیرے علم کی مدد سے بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کی مدد سے مقدرت مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں بے شک تو ہی قدرت رکھتا ہے اور میں نہیں رکھتا اور تو ہی جانتا ہے اور میں نہیں جانتا۔ اور تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام (جس کام کی ضرورت ہو اس کا نام لے) میرے لیے بہتر ہے میرے دین، میری زندگی اور میرے انجام کار میں۔ یا فرمایا میری اس دنیا کے لیے یا آخرت کے لیے، تو میرے لیے اس کام کا فیصلہ فرمادے (یعنی اس کا حکم صادر فرمادے، میرے لیے اس کو مہیا کردے) اور اس کو میرے لیے آسان کردے پھر میرے لیے اس میں برکت عطا کر۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین اور زندگی اور انجام کار، یا فرمایا: میری دنیا اور آخرت کے لیے بدتر ہے، تو اس کام کو مجھ سے دور کردے اور مجھے اس سے دور کردے اور میرے لیے بھلائی مہیا کردے جہاں کہیں ہو، پھر تو اس کام کے ساتھ مجھ سے راضی ہوجا۔

استخارہ مسلمان کی بھلائی اور رہنمائی کے لیے ایک موثر اور کارگر عمل ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بیشتر مسلمان اس کی اہمیت وافادیت سے غافل ہیں اور اگر کچھ لوگ اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں تو وہ بھی بجائے اس کے کہ خود یہ عمل کریں بلکہ اجرت دے کر یا دوسروں سے کرا لینے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگر تو استخارہ کرانے والا ان پڑھ اور لاعلم ہو پھر تو وہ اللہ تعالیٰ کے کسی نیک برگزیدہ بندے سے کرالے جو کہ نماز پنجگانہ کا پابند ہو اور نیکی وبھلائی میں واقعی معروف ہو تو یہ کسی حد تک ٹھیک ہے لیکن اس کے مقابلہ میں اچھا بھلا دین کا علم رکھنے والا اور اس عمل کو کر سکنے والا اس سے پہلوتہی کرے تو اچھی بات نہیں ہے کیونکہ کام کی اہمیت اور احساس جتنا اس شخص کو ہوسکتا ہے جس کا کام ہے یعنی جس کو معاملہ در پیش ہے وہ دوسرے کو کہاں جیسے کسی تکلیف کا احساس مریض کو ہوتا ہے وہ دوسرے کو نہیں ہو سکتا۔

ہمارے معاشرہ میں ہدیہ لے کر استخارہ کرنے والوں کی بھرمار ہے عورتیں بھی اس کام میں پیچھے نہیں ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ عمل ایسا ہے کہ ضرورت مند کو خود کرنا چاہیے۔

استخارہ کے ضمن میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ ضروری نہیں کہ استخارہ کرنے والے کو کوئی چیز نظر آئے بلکہ اگر اللہ رب العزت کو یہ کام منظور ہو تو اس کے لیے راہ ہموار فرما دیتا ہے اور طبیعت کا جھکاؤ اس کی طرف ہوجاتا ہے اور دل میں بھی اس کی اہمیت پیدا ہوجاتی ہے اور اگر اللہ رب العزت کو منظور نہ ہو تو پھر طبیعت میں اس کے لیے تنگی پیدا ہوجاتی ہے اور دل سے خود بخود یہ بات نکل جاتی ہے اور یہی اصل حقیقت ہے استخارہ کی۔

سات دن تک استخارہ کرنا:

استخارہ کے لیے ضروری نہیں کہ پہلے ہی دن اندازہ ہوجائے اور پتہ چل جائے اگر پہلے دن کچھ اندازہ نہ ہو تو پھر دوسرے دن استخارہ کرنا چاہیے اسی طرح سات دن تک کرنا چاہیے جیسا کہ ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے فرمایا:

”اے انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو اس میں اپنے پروردگار سے سات مرتبہ استخارہ کر، پھر جو چیز تیرے دل کی طرف سبقت کرے اس کو دیکھ پس بے شک خیر اسی میں ہے۔“

(عمل الیوم واللیلہ)

آدھا دین مکمل ہونا:

ایک حدیث پاک میں آتا ہے بندہ جب نکاح کر لیتا ہے تو اس کا آدھا دین مکمل ہو جاتا ہے۔ اب باقی ماندہ آدھے دین کے متعلق اسے اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

(بیہقی)

معلوم ہوا کہ جو بندہ نکاح کرتا ہے وہ گویا اپنا آدھا دین مکمل کر لیتا ہے چنانچہ اس آدھے دین کی تکمیل کی غرض سے وہ بندہ اس کے لیے سب سے پہلے اپنے لیے مناسب رفیقہ حیات منتخب کرنے کا اہتمام کرتا ہے، باریک بینی سے اس کی جستجو اور تلاش کرتا ہے۔ شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اس کے لیے استخارہ کرتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ دو رکعت نماز ادا کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعا پڑھتا ہے اور یہ یقین کرتا ہے کہ اس کے بعد جو کچھ ہوگا اس کے حق میں ٹھیک ہی ہوگا (انشاء اللہ) تو وہ اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے ضرور بھلائی حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی کام کا ارادہ فرماتے تو یہ دُعا کرتے۔

”اے اللہ! میرے لیے اچھائی کا معاملہ فرما اور میرے لیے اچھائی کو منتخب فرما۔“ (عمل الیوم واللیلہ)

بیوی کے انتخاب کا معاملہ

چونکہ شادی ایک ایسا بندھن ہے جو اگر زندگی کو خوشگوار اور پر مسرت نہ بنا سکے تو پھر زندگی اجیرن بن جاتی ہے اس لیے یہ بہت ہی ضروری اور لازمی بات ہے کہ اپنی شریک حیات کے انتخاب کے معاملے میں خوب اچھی طرح دیکھ بھال کر لی جائے تاکہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔

ازدواجی زندگی کی سب سے بڑی مشکل اور اس بندھن کے کمزور پڑنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ رفیقۂ حیات یا شریک زندگی کے انتخاب میں بڑی عجلت اور جلد بازی سے کام لیا جاتا ہے اور کسی قسم کی چھان بین اور جستجو نہیں کی جاتی۔ بے شمار نوجوان لڑکے اور لڑکیاں محض حسن کی چمک اور چہرے کا رنگ دیکھ کر مسحور ہو جاتے ہیں اور نکاح کی ڈور میں ایک دوسرے کے ساتھ بندھ جاتے ہیں۔ پھر انجام کار زندگی کی دوڑ میں سر کے بل گرتے ہیں اور بڑی بڑی تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔

یہ بات آپ کو بخوبی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اچھی زندگی اس کا نام کبھی نہیں کہ آدمی کے پاس ساز و سامان کی کثرت ہو، عیش و عشرت اور تفریح کا سامان گھر میں موجود ہو، جیسا کہ آج کل ہم سمجھ رہے ہیں، بلکہ اچھی زندگی کا راز صرف قناعت اور نیک عورت ہے، قناعت کی دولت اسے ملتی ہے جو بقدر ضرورت چیزوں پر راضی ہو جائے، اور شہرت و عزت سے بے نیاز ہو کر جینا جانتا ہو، نیک عورت اسے ملتی ہے جس کی نیت نیک ہو، اور جو خود نیکی کا طالب اور خدائی اصول کے آگے جھکنے والا ہو، صالح عورت ہر ایک کو نہیں ملتی، قدرت جسے چاہے اس نعمت سے نواز دے اور اس کا گھر نیک عورت سے جنت بنا دے، خدا تعالیٰ اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک عورت کے کچھ احوال وصفات بتائے ہیں، شادی سے پہلے لڑکی میں ان نیک صفات کا دیکھنا نہایت ہی ضروری ہے، تاکہ ازدواجی زندگی پائیدار خوشگوار، باوقار اور باہمی پیار وسرور سے بھرپور ہو اور لڑکی زندگی کی حقیقی رفیق اور گھریلو سکون کا ذریعہ بنے، اور دونوں کو اطمینان کے ساتھ خدا کو راضی کرتے ہوئے زندگی گزارنے کا موقع ملے، اور ان مقاصد کی صحیح طریقہ پر تکمیل ہو سکے جو نکاح سے مطلوب ہیں۔

چار صفات:

عام طور پر کسی لڑکی سے جب نکاح کیا جاتا ہے تو اس میں چار صفات میں سے کسی ایک کو دیکھا جاتا ہے ایک حدیث پاک میں بھی اس کا بیان ہوا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کے ساتھ نکاح چار چیزوں کے پیش نظر کیا جاتا ہے۔

۱۔ دین داری۔
۲۔ عالی نسبی۔
۳۔ مال داری۔
۴۔ خوبصورتی۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کامیابی اور فتح مندی اس شخص کے لیے ہے جو محض دین داری کے باعث عورت سے شادی کرے، جو عورت کالی اور بدصورت ہو لیکن دین دار ہو وہ افضل ہے دیگر تمام عورتوں سے، لہٰذا تم دین دار عورت کو ترجیح دو، جو دین دار عورت کو ترجیح نہیں دیتا، (تربت یداک) اس کے ہاتھ خاک آلودہ ہوں (یہ جملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی ناراضگی کے ساتھ فرمایا)۔ (الحدیث بخاری ومسلم اور سنن ابوداؤد جلد ۱ ص ۳۸۹ حدیث ۱۹۱۸ اور غنیۃ الطالبین)

دیندار عورت سے نکاح کرنا پسندیدہ ہے:

دیندار عورت سے نکاح کرنا اللہ رب العزت کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے چنانچہ

"قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ"

(القرآن پارہ ۴ سورہ نساء آیت ۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے لوگو ان عورتوں سے تم لوگ نکاح کرو جو تمہیں بالخصوص دین کے لحاظ سے پسند ہوں یاد رہے کہ شریعت اسلام سب سے پہلے عورتوں کے پاس دین، صوم وصلوٰۃ اور عصمت کی حفاظت کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے، خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں دین دار اور نیک کردار عورت دیگر تمام خواتین سے بالاتر ہے، خواہ دیگر عورتیں حسن کی کتنی ہی مالک کیوں نہ ہوں، اسلام میں دین کی خوبی کے سامنے حسن کی کوئی وقعت نہیں، چاہے دنیا والوں کی نگاہ میں یہ کتنا ہی قیمتی جوہر کیوں نہ ہو، انسان میں وصف دین باقی اوصاف سے زیادہ مقدم اور قابل ترجیح ہے اور یہی دین کی صفت باقی تمام صفات کی بنیاد بھی ہے اور سرمایہ آخرت بھی۔

شادی کے لیے عورت کے انتخاب کے وقت یہی صفت پہلے تلاش کرنا ہر مسلمان پر بہت ضروری ہے، اس لیے کہ اگر منکوحہ دین میں کمزور ہوئی اور نماز، روزہ کی پابند نہ ہوئی یا اپنی عصمت وعفت کی حفاظت پوری طرح نہ کر سکی، تو شوہر کے لیے ذلت ورسوائی کا باعث ہوگی، شوہر کی شان اور آبرو پر حرف آئے گا، وہ معاشرے میں بے غیرت، بے شرم اور دولت پرست کہلائے گا، اور سماج میں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گا، آخر کار زندگی بے مزہ ہو کر رہ جائے گی۔ گھر کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، گھر قبر بن جائے گا، خوشی ماتم میں بدل جائے گی، راحت وسکون برائے نام رہ جائے گا، دماغی الجھن بڑھتی چلی جائے گی، اور آپس میں کشیدگی روز بروز ترقی پذیر رہے گی، جیسا کہ آج کل ہمیں بہت کچھ دیکھنے اور سننے کو مل رہا ہے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر خدا نخواستہ وہ عورت بے دینی اور تارک صلوٰۃ ہونے کے ساتھ خوب صورت بھی ہوئی تو شوہر کو یہ ہمت بھی نہ ہو سکے گی کہ وہ اسے طلاق دے دے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشورہ:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ایک خوب صورت منکوحہ ہے، لیکن میں اتنا بے اختیار ہوں کہ اسے کوئی شخص بھی ہاتھ لگا لے، تو میں روک نہیں سکتا، یہ سن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مشورہ دیا کہ اگر ایسی بدکردار عورت ہے تو اسے طلاق دے دو، یہ سن کر اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلاق کیسے دوں؟ مجھے اس سے خوبصورتی کی وجہ سے بے حد محبت بھی ہے، تو آپؐ نے فرمایا اگر ایسی بات ہے تو تم اپنے پاس ڈالے رکھو۔ (ابوداؤد و نسائی و احیا جلد ۲ ص ۹۳)

واضح ہو کہ مذکورہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کا مشورہ اس لیے واپس لے لیا کہ طلاق دینے میں شوہر کے بگڑنے کا خطرہ تھا، اس کی والہانہ فریفتگی اور اس خوبصورت عورت کی محبت کا تقاضا یہ ہوتا کہ وہ طلاق کے بعد اس کی جستجو میں رہتا اور ہو سکتا تھا کہ اس طرح وہ گناہ میں ملوث ہوتا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی مناسب سمجھا کہ نکاح باقی رہے اور کسی دوسری تدبیر سے یہ خرابی دور ہو۔

دیندار عورت سے شادی کا فائدہ:

کفو میں زیادہ لحاظ دینداری کا رکھا جاتا ہے اس لیے کہ جو کوئی اسلامی احکام کی تعمیل کرتا ہے، اس کے نواہی سے بچتا ہے، وہ اپنی بیوی کے ساتھ بھی حسن سلوک کرتا ہے، اس کے ساتھ امانت کا برتاؤ روا رکھتا ہے۔ دیندار خواتین کبھی بھی خواہشات کے پیچھے چلنا پسند نہیں کرتیں۔ نہ اپنے نفس کے فریب میں مبتلا ہوتی ہیں، نہ اپنے گھر کی عزت کو داغ لگاتی ہیں، نہ ہی اپنے بچوں کی اصلاح و تربیت اور انہیں آداب زندگی سکھانے میں غفلت برتتی ہیں اور نہ ہی شوہروں کے حقوق میں کبھی کوتاہی کرتی ہیں۔ دین غصہ اور شہوانی قوتوں پر بھی بڑی حد تک پابندی لگاتا ہے، اس کی ایک یہی صفت کافی ہے کہ دل کی تشفی کی یہ موثر تدبیر ہے۔ اس کے علاوہ دین اخلاقی بگاڑ سے بچاتا ہے، ہلاکت کے گڑھوں میں گرنے سے روکتا

ہے۔ لیکن دیندار ہونا الگ چیز ہے اور دین کے اندر غلو کرنا الگ چیز ہے۔

جس طرح سے شوہر دیندار خدا ترس تلاش کرنے کی ضرورت ہے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ عورت دیندار تلاش کی جائے جو اعمال صالح کی خوگر ہو اس کا مال و جمال نیز مرتبہ و حیثیت نہ دیکھو۔ اگر عورت دیندار نہ ہو تو شوہر کے حقوق ادا کرے گی نہ اولاد کو دیندار بنائے گی، شوہر کا مال بے جا اڑائے گی، نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہو کر آئے گی اور اس سے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچیں گی، اسی لیے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **خیر متاع الدنیا المرء ۃ الصالحۃ** یعنی دنیا میں نفع حاصل کرنے کی جو چیزیں ہیں، ان میں سب سے بہتر نیک عورت ہے۔

بہت سے لوگ خوبصورت عورت پر ریجھ جاتے ہیں، اس کی سفید کھال تو دیکھ لیتے ہیں لیکن سیاہ قلب کو نہیں دیکھتے، وہ ہے تو خوبصورت لیکن نہ روزہ رکھتی ہے نہ نماز پڑھتی ہے دن بھر غیبتوں میں مبتلا اور ساس نندوں سے لڑنے میں مشغول رہتی ہے، شوہر کی پوری آمدنی پر قبضہ کر لیتی ہے، اگر شوہر والدہ کو کوئی پیسہ دے دے تو ناراض، والدہ کی خدمت کرے تو غصہ، بہنوں کو کچھ دے دے تو خفگی، پہلی بیوی کی اولاد پر خرچ کر دے تو لڑتے لڑتے جان تباہ کر دے، رات دن لڑائی اور شوہر کے لیے ایک عذاب، خوبصورتی دیکھ کر شادی کرنے سے ایسی آفتیں آجاتی ہیں۔

دیندار عورت کا شوہر اگر اپنے ماں باپ پر خرچ نہ بھی کرے گا تب بھی وہ صلہ رحمی کی ترغیب دے گی اور نیکی پر آمادہ کرے گی۔ سب کے حقوق خود بھی پہچانے گی اور شوہر کو بھی حق شناسی پر ابھارے گی۔

کامیاب شادی:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ایمان والو تم لوگ عورت سے اس کے حسن کی وجہ سے شادی نہ کرو، کہیں اس کا حسن تمہیں ہلاک نہ کر دے اور نہ عورت سے اس کے مال کی بنا پر شادی کرو کیونکہ مال کا آخر

انجام فنا ہے اور یہ کہ اس کا مال کہیں تمہیں خدا کا نافرمان نہ بنا دے، تمہارے لیے بہتر یہ ہے کہ تم عورت سے اس کی دین داری کی وجہ سے شادی کرو کامیاب رہو گے۔

(الحدیث ترجمہ ابن ماجہ جلد نمبر ۱ ص ۲۷۰ حدیث ۱۸۸۱ و احیاء جلد ۲)

برکت اور رحمت:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ شادی کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص کسی عورت سے اس کی شہرت اور عزت کی بنا پر شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو کچھ نہیں دیتا سوائے ذلت و رسوائی کے یہاں نہ سہی وہاں سہی اور جو شخص کسی عورت سے اس کی مالداری اور دنیا داری کی وجہ سے شادی کرے جو کہ آج کل عام ہے اور سب کی نیت و نظر اسی مال و زر پر ہے، چاہے کتنا ہی نمازی، متقی، مبلغ دین، صوم و صلوٰۃ اور ذکر کا پابند اور عالم دین ہو، سب کے دل و دماغ میں کم و بیش یہی دولت و شہرت کا بھوت سوار ہے، شیطان نے سب کو اپنا بنا رکھا ہے، دنیا کے مال و منال اور سامان آرائش و زیبائش نے عقل و ضمیر کو بے حس بنا دیا ہے، ایسے لوگوں کے حق میں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی تنگ دستی اور بربادی کا خود ذمہ دار بنتا ہے۔ اور جو شخص کسی عورت سے اس کے حسب و نسب اور خاندان کی وجہ سے شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی کمینگی اور ذلالت میں اور اضافہ کر دیتا ہے، جس کے نتیجہ میں آپس میں کشیدگی اور ناخوش گوار حالات پیدا ہو جاتے ہیں جو شخص کسی عورت سے صرف غض بصر، حفاظت فرج، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دینداری کے خیال سے دیندار عورت سے شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے اس کی بیوی میں اور بیوی کے لیے اس کے شوہر میں برکت اور رحمت عطا کر دیتا ہے۔

(الحدیث طبرانی و احیاء جلد ۲ ص ۹۴ و عین الہدایہ ج ۲ ص ۳)

دیندار عورت کی خوبی:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت دیندار ہوتی ہے، وہ اپنے شوہر کی مدد کرتی ہے، تھوڑی شے پر قانع ہوتی ہے۔ اس کے برعکس

بے دین عورتیں شوہر کو گناہ اور غم میں مبتلا رکھتی ہیں جو حقیقت آج ہم خود ان آنکھوں سے بخوبی مشاہدہ کر رہے ہیں اور اپنے کانوں سے سن بھی رہے ہیں ایسی عورتوں سے وہی بچتا ہے جسے اللہ بچائے۔ (الحدیث ابن ماجہ و غنیۃ الطالبین ص ۱۴۳)

حسب و نسب:

جس عورت سے نکاح کرنا مقصود ہو اس کے حسب و نسب کے بارے میں معلوم کر لینا بھی ضروری ہے کہ لڑکی کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے ان کا رہن سہن کیسا ہے گھرانہ کس طرح کا ہے اس کا گھریلو ماحول کیسا ہے یہ سب باتیں پہلے سے ہی معلوم کر لینی چاہئیں کیونکہ ان تمام باتوں کی معلومات مل جانے سے کم از کم یہ تسلی تو ہو جاتی ہے کہ آدمی جہاں شادی کر رہا ہے وہ کس قسم کے لوگ ہیں اس ضمن میں بہت سی احادیث مبارکہ میں بھی وارد ہوا ہے چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو تم غلاظت کے ڈھیر پر اُگی ہوئی سبزی سے بچو عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا اس سے مراد برے خاندان کی خوبصورت لڑکی ہے۔

"ایاکم و خضراء الدمن فقیل و ما خضراء الدمن قال المراۃ الحسناء فی المنت السوء"

(الحدیث دار قطنی و احیاء جلد ۲ ص ۱۰۳)

اسی حوالے سے ایک اور حدیث پاک ہے:

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے دنیا کے لوگو! اپنے نطفے کے لیے اچھا انتخاب کرو "تخیرو النطفتکم" کیونکہ قرابت داری کی رگیں باپ دادوں سے اولاد کے جسموں میں منتقل ہوتی ہیں۔

"فان العرق دساس" (الحدیث ابن ماجہ ابو منصور دیلمی و احیاء جلد ۲ ص ۱۰۳)

مطلب یہ ہے کہ ماں باپ اور گھر کے بڑوں کے اخلاق و کردار اور چال چلن کا

اثر چھوٹوں پر بھی مرتب ہوتا ہے، گھر کے بڑوں کا جو ماحول ہوگا گھر کے چھوٹوں کا بھی وہی ماحول ہوگا۔

بزرگوں کا کہنا ہے کہ عورت کے حسب و نسب کو معلوم کرنے کے بعد اُس کے گھریلو ماحول کی بابت جاننا بھی ضروری ہے اس کے لیے پہلے یہ نہ پوچھا جائے کہ ہونے والی بیوی نے کس درسگاہ میں تعلیم پائی۔ بلکہ پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ اس کی پرورش کس گھرانے میں ہوئی ہے۔

نکاح ایسی لڑکی سے کیا جائے جس کی ماں نیک اور صالحہ ہو کیونکہ اگر لڑکی کی والدہ اپنے خاوند کی فرمانبردار اور اپنے خاوند سے سچی محبت کرنے والی اور وفادار ہوگی تو ضرور اس کی اچھی عادات کا اثر اس کی بیٹی پر بھی پڑے گا اور وہ بھی اپنی ماں جیسی خوبیوں کی حامل ہوگی اور اس سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ بھی اپنے ہونے والے خاوند کے ساتھ وفاداری اور اطاعت شعاری کرے گی اور اپنے خاوند کی عزت اور اس سے سچی محبت کرے گی۔ اگر لڑکی کے گھر کا ماحول اس کے برعکس ہو لڑکی کی ماں اپنے خاوند کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتی ہو گھر میں لڑائی جھگڑے کا ماحول رہتا ہو بیوی نے خاوند کا جینا دوبھر کر رکھا ہو تو لازمی بات ہے گھر کے اس ماحول کا اثر بھی بچوں پر پڑے گا اور وہ بھی ان حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہیں گے لہٰذا ماں کی عادات و فضائل کا اثر بیٹی پر کچھ نہ کچھ ضرور پڑتا ہے اس لیے اس ضمن میں محلہ داروں اور ہمسایوں سے اس گھر کے بارے میں تمام معلومات بخوبی مل جاتی ہیں جن کی بناء پر فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ میاں اور بیوی کا رشتہ یکساں معیشت کا رشتہ ہے اس لیے اپنا شریک کار ایسا منتخب کرو جو تمہارا ہم مشرب، یکساں طبیعت اور اچھے اخلاق کا مالک ہو۔

حسن و جمال:

نکاح کے لیے منکوحہ میں حسن و جمال بھی مطلوب ہونا چاہیے، کیونکہ حسین منکوحہ مل جانے کے بعد مرد زنا اور اس کے لوازمات سے اکثر محفوظ رہتا ہے، اور طبعی طور پر بھی

انسان خوبصورت اور اچھائی کا دلدادہ ہوتا ہے، بدصورت عورت ملے تو یہ ممکن ہے کہ وہ دوسری خوب صورت عورت کی تلاش میں رہے، اور موقع ملنے پر اس کے ساتھ ملوث بھی ہو جائے، اور اس طرح حرام کاری اور بدمعاشی کے لیے راستہ کھل جاتا ہے، جو بات آج کے دور میں ہمارے مشاہدے میں بہت آرہی ہے لیکن اس معاملے میں مرد کے لیے زیادہ کامیاب اور مناسب بات یہ ہے کہ صرف عورت کی خوبصورتی پر نہ جائے، بلکہ دینداری اور حسن سیرت کو لازم سمجھے محض عورت کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر نکاح کرنا اور دین کو بالائے طاق رکھ دینا اچھی بات نہیں ہے۔ کامیابی اس میں ہے کہ پہلے دین داری کو دیکھے، خوبصورتی کو نہیں، سیرت کو دیکھے، صورت کو نہیں عادت کو دیکھے جوڑے کی رقم کو نہیں، ہاں اگر دین داری کے ساتھ خوبصورت بھی ہو، نیک سیرت کے ساتھ حسن صورت بھی ہو تو نُورٌ عَلٰی نُور ہے ،ایسی نعمت کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

دین داری کے بعد حسن صورت کی طلب اس لیے بھی کی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے میاں بیوی میں عام طور پر رشتہ محبت، باہمی شفقت، اور نفس کی حفاظت زیادہ استوار اور پائیدار ہوتی ہے، شریعت اسلام نے محبت اور دل کے سکون کے اسباب کو بھی اہمیت دی ہے، یہی وجہ ہے کہ شارح اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح سے پہلے منسوبہ و منکوحہ کو ایک نظر دیکھ لینے کی نہ صرف یہ کہ اجازت دی ہے بلکہ اس عمل کو مستحسن اور جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ جس سے شادی کرنا مقصود ہو اس کو ایک نظر دیکھ لینے سے اس کی ظاہری خوبصورتی کے بارے میں پتہ چل جاتا ہے اور دل کو ایک طرح کا اطمینان سا ہو جاتا ہے اور بندہ کو فیصلہ کرنے میں آسانی رہتی ہے اس ضمن میں بہت سی احادیث مبارکہ میں بھی بیان ہوا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

”تم میں سے کوئی شخص جب کسی عورت کو پیام بھیجنے کا ارادہ کرے تو اگر وہ اس کا چہرہ مہرہ دیکھ سکے تو دیکھ لے۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے چھپ کر اس کو دیکھ لیا یہاں تک کہ میں نے اس کی وہ چیزیں دیکھ لیں، جس میں مجھے نکاح کی رغبت ہوئی اور میں نے اس سے نکاح کر لیا الحمدللہ اب ہم دونوں خوش ہیں۔

(الحدیث ترجمہ ابوداؤد شریف جلد نمبر ۱ ص ۷۹۷ حدیث ۱۹۵۰)

اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور بولی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دینے کے لیے آئی ہوں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھائی اور اس عورت کو دیکھا (ورنہ آپ ﷺ کسی اجنبی عورت کی طرف نظر نہیں فرماتے تھے)۔ (بخاری ومسلم)

انسیت پیدا ہونے کا سبب:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایک لڑکی سے شادی کرنے کے متعلق ذکر کیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ پہلے اس دوشیزہ کو دیکھ لو، کیونکہ اس سے تمہارے دلوں میں تعلق اور انسیت پیدا ہو گی، یہ سن کر میں بحکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکی کے گھر گیا اور اس لڑکی کے والدین سے آپ ﷺ کی بات بیان کر دی، لیکن لڑکی والوں نے اس بات کو اچھا نہ سمجھا، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس لڑکی کا پیغام لے کر میں گیا، وہی لڑکی اپنے پردہ میں کہہ رہی تھی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جیسا یہ صاحب فرما رہے ہیں، تو اباجی کیا مضائقہ ہے؟ دیکھنے دیجئے، آخر سرکار دو جہاں محبوب کبریا رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو ہم کیسے رد کر سکتے ہیں؟ ہاں اگر یہ صاحب اپنی طرف سے ایسا کہہ رہا ہے، تو بہت بری بات ہے الغرض میں نے اس لڑکی کو اس درمیان دیکھ لیا، اور اس کے بعد اس سے شادی کر لی، پھر ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی موافقت اور باہمی شفقت

کا ذکر کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن کر بہت خوش ہوئے۔

(الحدیث ابن ماجہ جلد ۱ ص ۲۷۲ ح ۱۸۸۸)

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے:

حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کسی عورت سے شادی کی خواہش پیدا کرے تو اسے دیکھ لینا چاہیے کیونکہ دیکھ لینے سے طرفین میں محبت میں دوام پیدا ہو جاتا ہے۔"

(ابن ماجہ شریف)

اپنی ہونے والی منکوحہ کو ایک نظر دیکھ لینے کے ضمن میں ایک اور حدیث پاک سے بھی پتہ چلتا ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایک انصاری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"ایک نظر دیکھ لو کیونکہ انصار کی عورتوں کی آنکھوں میں کچھ خرابی ہوتی ہے۔"

(مسلم شریف)

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگان دین کا قول ہے کہ جو شادی دیکھے بغیر ہوتی ہے اس کا خاتمہ رنج وغم اور الم پر ہوتا ہے، اس لیے مناسب ہے کہ نکاح سے قبل مرد اس عورت کو ایک نظر دیکھ لے اور دل سے پسند کر لے، البتہ نکاح سے قبل لڑکی سے بات کرنا، ہاتھ ملانا پیار کرنا، وغیرہ وغیرہ سراسر حرام ہے۔ (احیاء جلد ۲ ص ۷۹ واکسیر ہدایت)

ہمارا دین اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ بغیر کسی خاص اہتمام کے عورت کو شادی سے پہلے نکاح کرنے کی غرض سے دیکھ سکتا ہے یعنی عورت کو شرعی طریقہ کے مطابق ایک نظر دیکھ لے تاکہ تذبذب جاتا رہے اور شادی کرنے میں عورت کی طرف سے جو شبہات ذہن میں آجاتے ہیں اُن کا خاتمہ ہو جائے اور اس کا آئندہ زندگی میں بھی یہ فائدہ ہو گا کہ

عورت کے متعلق کوئی ایسی بات کہنے کا موقع نہیں رہے گا جس سے عورت کی سبکی ہو اور اس طرح نکاح کے مقاصد بحسن وخوبی بروئے کار آسکیں گے گو یہ ضروری نہیں ہے کہ خود ہی دیکھے کوئی دوسرا بھی دیکھ سکتا ہے اور اس کے بیان پر اعتماد ہو تو یہی کیا جائے مزید یہ کہ ہونے والی منکوحہ کے بارے میں جو معلومات حاصل کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ دین، خاندان، خوشحالی اور حسن وجمال اور اس طرح کی دوسری باتیں تا کہ اطمینان حاصل کیا جاسکے۔

پچھلے صفحات میں جو احادیث مبارکہ عورت کو دیکھ لینے کے ضمن میں بیان کی گئی ہیں ان تمام احادیث مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شادی سے پہلے عورت کو دیکھ لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اچھا ہے خواہ خود اپنی آنکھوں سے ہو یا کسی معتمد عورت کے ذریعہ ہو اس سے بڑی حد تک اطمینان قلب حاصل ہو جاتا ہے اور شادی کرنے میں شکوک و شبہات اور شیطانی وساوس پیدا نہیں ہوتے پھر اس سلسلہ کے ابتدائی فتنے سر اُٹھانے نہیں پاتے البتہ لازمی شرط یہ ہے کہ اخلاص ہو دیکھنے سے منشا فتنہ پیدا کرنا نہ ہو۔ فقہا کرام کا کہنا ہے کہ جس سے شادی کرنا مقصود ہو اس کو دیکھنا جائز ہے اور دیکھتے وقت نیت میں خلوص ہو پھر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔

امام نووی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس ضمن میں تحریر فرماتے ہیں کہ عورت سے بغیر اجازت حاصل کیے اسے دیکھا جاسکتا ہے اجازت کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اور اس طرح کے معاملے میں عورت کو اجازت دینے میں حیا بھی دامن گیر ہوا کرتی ہے اور یہ معاملہ بھی کوئی یقینی نہیں ہوتا کیونکہ عام طور پر یہ بھی ہوتا ہے کہ لڑکی کو دیکھا جاتا ہے اور وہ پسند نہیں آتی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے والا شادی نہیں کرتا تو اگر اجازت کے حصول کے بعد دیکھا جائے اور شادی نہ کی جائے تو اس کو اس سے اذیت اور دلی تکلیف ہوگی اور اگر بغیر اطلاع دیکھ لی گئی اور اس سے شادی نہ کی گئی تو یہ فعل اس کے لیے تکلیف کا باعث نہ ہوگا۔

(شرح مسلم نووی جلد اول)

بیوی کے انتخاب میں فقہا کرام کے مشورے:

اس ضمن میں فقہا کرام فرماتے ہیں کہ بیوی کے انتخاب کے لیے اگر ان اُصولوں کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ بہت مناسب اور موزوں ہے یعنی:

”مناسب ہے کہ عورت حسب ونسب، عزت ومال اور عمر میں مرد سے کم ہو اور اخلاق وادب اور حسن وورع میں عورت مرد سے زیادہ ہو۔“

(درمختار کتاب النکاح)

شادی کرتے وقت اس بات کا بھی خیال رکھے کہ:

”وہ عورت جس سے شادی کر رہا ہے وہ لمبی، دُبلی، کوتاہ قد، بدصورت بداخلاق، صاحب اولاد، سن رسیدہ اور بدکار نہ ہو۔“

(شامی جلد دوم ص۲۸۴)

مقصد یہ ہے کہ جس عورت سے شادی کرنا مقصود ہو وہ ہر اعتبار سے موزوں و مناسب ہو۔ دنیوی لحاظ سے بھی اور دینی اعتبار سے بھی تا کہ باہمی موافقت اور انس ومحبت برقرار رہے چنانچہ مختصراً اس بات کا تذکرہ کیا جاتا ہے کہ ہونے والی منکوحہ میں درج ذیل خوبیاں ہونی چاہئیں۔

(۱) دیندار اور نیک طینت ہو۔
(۲) پاکدامن، امانتدار، گھر کی منتظم، مہذب اور صابر وشاکر ہو۔
(۳) صالحہ اور باعزت خاندان کی فرد ہو اور دینی تعلیم سے بھی آراستہ ہو۔
(۴) خوشی اور غم میں شریک ہونے والی اور فرمانبردار ہو۔
(۵) دنیا میں رہ کر آخرت سے بے فکر نہ رہتی ہو۔
(۶) خاوند سے انس ومحبت کرنے والی اور زیادہ اولاد جننے والی ہو۔
(۷) نیک صفات کی مالکہ ہو اور بُرے کاموں سے نفرت کرتی ہو۔
(۸) خانہ داری کے امور بہتر طریقے سے جانتی ہو۔

(۹) سسرال کی خدمت کرنے کا ہنر جانتی ہو۔

(۱۰) بچوں کی خدمت گزار اور ان سے محبت وشفقت کا سلوک کرنے والی اور تندرست ہو۔

(۱۱) ہر طرح سے خاوند کی تابعدار ہو۔

قابل غور بات:

اگر کوئی شخص صرف ادائے سنت، حصول اولاد اور گھریلو نظم کے لیے نکاح چاہتا ہو تو اس کے لیے حسن وجمال کی کوئی قید نہیں رہتی، اور نہ وہ خوبصورتی کا طالب ہوتا ہے، اس کو تو نیک عورت سے شادی مطلوب ہے، یہ بات زہد وتقویٰ سے قریب تر بھی ہے کیونکہ حسن و جمال بہر حال دنیاوی مال ہے، اور جس کو ایک دن زوال بھی ہے، دین داری نیک نیتی بلند کرداری اور خیر خواہی وغیرہ یہ سب دائمی چیزیں ہیں، اور راحت کا سبب اور نجات کا ذریعہ بھی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ بعض اوقات حسن وجمال سے دین پر مدد ملتی ہے اور بہت سی حسین عورتیں بھی دین دار ہوتی ہیں، لیکن یہ شاذ ونادر ہے، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کی صورت اچھی ہو، جس کے پاس دولت ہو اس کے پاس نیک عادت اور شرافت بھی ہو، جس کے پاس دنیاوی ہنر وطاقت ہو، خدا کی نگاہ میں بھی اس کی قدر وقیمت ہو۔

بیوی کے انتخاب میں ایک اور احتیاط:

بیوی کے انتخاب کے سلسلہ میں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ہونے والی منکوحہ کے متعلق اگر کسی طرح سے یہ پتہ چل جائے کہ وہ بانجھ ہے تو بہتر ہے کہ اس کی بجائے کسی دوسری لڑکی کو منتخب کر لیا جائے جو کہ بانجھ نہ ہو اس ضمن میں بہت سی احادیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے چنانچہ ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم لوگ خوب صورت بانجھ عورت کو چھوڑ دو، سیاہ فام بدصورت بچے پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرو کہ میں قیامت کے روز دوسری امتوں پر تمہاری کثرت سے فخر

کروں گا۔

(ابویعلیٰ)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح میں اولاد کی طلب کو بڑا دخل ہے، اسی لیے آپؐ نے سیاہ فام بدصورت عورت کو خوب صورت عورت پر ترجیح دی ہے، حالانکہ خوب صورت عورت مرد کی پناہ گاہ ہے اور اس سے نگاہیں غیر عورتوں کی طرف نہیں اٹھتیں۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کونے میں پڑا ہوا بوریا بانجھ عورت سے بہتر ہے، کیونکہ بانجھ عورت اولاد سے محروم رہتی ہے، اور یاد رکھو بچے پیدا کرنے والی بدصورت عورت اس خوب صورت عورت سے بہتر ہے جو بانجھ ہو۔

(بیہقی ابن حبان وکیمیائے سعادت ص ۱۴۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے فخر کی بات:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے ایک مال دار اور قبول صورت خاتون نکاح کرنے کو ملتی ہے، اور وہ خود مجھے چاہتی ہے مگر اس کی اولاد نہیں ہوتی ہے، تو کیا میں ایسی عورت سے شادی کر لوں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں، وہ شخص گھر چلا گیا پھر چند دن بعد وہ شخص فرط محبت سے اسی عورت کی بات کو لے کر سرکار دو عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت بھی آپؐ نے منع فرما دیا، کچھ دنوں کے بعد پھر وہ اجازت کے لیے حاضر خدمت ہوا اور یہی سوال سامنے رکھا اور بار بار سوال کو دہراتا رہا تا کہ اجازت مرحمت فرمائیں، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم محبت کرنے والی نیک اور اولاد زیادہ پیدا کرنے والی عورتوں سے شادی کرو، کیونکہ قیامت کے دن میں تمہاری کثرت سے اور امتوں پر فخر کروں گا، یہ سن کر

اس شخص نے اس حسین عورت سے شادی کرنے کا عزم چھوڑ دیا۔

(الحدیث سنن ابوداؤد جلد ا ص ۳۸۹ حدیث ۱۹۲۱)

فائدہ مند بات:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرنے کے بعد ابن آدم کے تمام اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، صرف تین عمل باقی رہ جاتے ہیں، ان میں سے ایک نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرے، یہ طویل حدیث کا ایک حصہ ہے، اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہے کہ بانجھ عورت سے یہ بات حاصل نہ ہو گی، اس لیے آپؐ نے بچے پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرنے کا حکم دیا ہے خواہ وہ کالی اور بدصورت کیوں نہ ہو۔ (الحدیث بخاری ومسلم)

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بکثرت نکاح کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں صرف اولاد بڑھانے کے لیے نکاح کرتا ہوں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی زیادہ حاصل کرسکوں۔ (احیاء جلد ۲ ص ۵۵)

حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو ایسی عورت سے تم شادی کرو جس کی اولاد ہو، اور وہ شوہر سے محبت کرنے والی ہو۔

(الحدیث ابوداؤد ونسائی)

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے:

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کسی کنواری لڑکی سے شادی کرنے کا ارادہ ہو تو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ وہ دوشیزہ تندرست اور بھرپور جوان ہے یا نہیں، اور اس کے خاندان میں اولاد کی چہل پہل ہے یا نہیں، یہ دونوں باتیں اگر کوئی دیکھ کر شادی کرے تو غالب گمان یہی ہے کہ اس کے اولاد ہوگی۔ (احیاء جلد ۲ ص ۱۰۲)

حدیث مبارکہ:

حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں جب میں نے اسلام قبول کیا تو میرے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک کو چھوڑ دے چار کو رکھ لے۔ میں نے ارادہ کیا کہ جو سب سے پہلے ساٹھ سال سے میرے نکاح میں تھی اور بانجھ تھی میں نے اُس کو جدا کر دیا۔ (شرح السنۃ)

منگنی کرنا:

اگر کسی جگہ پر لڑکی پسند آگئی ہے اور دونوں گھرانوں کے بزرگ اکٹھے ہو کر اس مقصد کے لیے بات چیت کریں کہ لڑکی اور لڑکے کی شادی کب ہو اس کے لیے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ رشتہ طے پانے کی صورت میں منگنی کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ رشتہ پکا سمجھا جائے۔ اب اخلاقی طور پر اس بات کی پابندی کی جاتی ہے کہ چونکہ لڑکی اور لڑکا ایک دوسرے سے منسوب ہو گئے ہیں اس لیے جلد ہی نکاح وشادی کا اہتمام بھی کر کے ان کا گھر بسا دیا جائے۔ بعض اوقات منگنی کی بجائے براہ راست نکاح کا معاملہ طے پا جاتا ہے اور باقاعدہ منگنی کی ضرورت نہیں رہتی اگر منگنی کی رسم کرنا مقصود ہو تو چاہیے کہ سادگی سے کی جائے اور اس میں اسراف اور بے جا نمائش وغیرہ سے اجتناب کیا جائے کیونکہ یہ اخلاقی اور شرعی اعتبار سے کوئی اچھی بات نہیں کہ منگنی کے موقع پر دکھاوے کی خاطر روپے پیسے کو پانی کی طرح بہایا جائے۔ کئی مرتبہ دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ بہت زیادہ منگنی کا اہتمام کرتے ہیں اور اپنی ناک اونچی رکھنے کی خاطر ایک دوسرے کو تحفے تحائف دینے میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں بعد میں جب حساب کرتے ہیں تو ہوش آتا ہے کہ اس معمولی رسم پر کس قدر اخراجات ہو گئے ہیں بعض لوگ تو قرض لے کر اپنی جھوٹی شان وشوکت دکھانے سے باز نہیں آتے لہٰذا ایسے موقع پر کم از کم دولھا کو اپنی مداخلت ضرور کرنی چاہیے اور وہ گھر والوں کو نرمی سے سمجھائے کہ منگنی کی رسم سادگی سے انجام دینے میں کوئی حرج نہیں جب لڑکا اپنے گھر والوں سے اس طرح کی بات کرے گا اور اس ضمن میں شریعت مطہرہ کے حوالوں سے دلائل پیش کرے گا تو گھر والے

ضرور اس کی بات کو اہمیت دیں گے چونکہ شادی لڑکے کی طے ہو رہی ہے اور گھر والے اس کی خوشی کو ضرور مدِ نظر رکھتے ہوئے اسلامی اصولوں کے مطابق سادگی سے کام لیں گے۔

منگنی پر منگنی نہیں کرنی چاہیے:

اگر کسی لڑکے کی کسی لڑکی کے ساتھ منگنی طے پا گئی ہے اور کوئی دوسرا لڑکا بھی اس لڑکی سے نکاح کا خواہاں ہے تو اس ضمن میں دوسرے لڑکے کو اس لڑکی کے گھر والوں کے ساتھ اپنی شادی کی بات چیت نہیں چلانی چاہیے تاوقتیکہ پہلے والی منگنی خود بخود ختم نہ ہو جائے اس بارے میں ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام نہ بھیجے جب تک کہ پہلا منگیتر اپنی منگنی چھوڑ نہ دے یا دوسرے کو اجازت نہ دے دے۔"

(بخاری شریف۔ مسلم شریف)

کس قدر لائق تحسین بات ہے کہ اسلام نے ایک دوسرے کو جسمانی یا روحانی تکلیف دینے کو حرام قرار دیا ہے اور مسلمانوں کے آپس کے جو حقوق بتائے ہیں ان میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ یعنی مسلمان مسلمان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرے سامنے بھی اور پیٹھ پیچھے بھی اس کا تقاضا ہے کہ جب کسی جگہ کسی مسلمان مرد یا عورت کے نکاح کا کہیں پیغام گیا ہو تو دوسرا کوئی مسلمان اس کے حق میں اس جگہ کو بگاڑ نہ دے۔ اگر کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے کسی مرد کا پیغام پہنچا ہوا ہے اور بات چیت چل رہی ہے تو دوسرا کوئی شخص مرد یا عورت ایسی ترکیبیں نہ کرے کہ ان کا ہوتا ہوا رشتہ کٹ جائے، ان تدبیروں میں جہاں یہ بات ہے کہ لڑکے یا لڑکی میں کوئی عیب بتا دیا جائے وہاں یہ صورت بھی رشتہ کاٹنے کے لیے اختیار کر لیتے ہیں کہ کوئی دوسرا رشتہ تجویز کر کے کسی فریق کے سامنے پیش کر دیتے ہیں، اور ترکیب یہ کرتے ہیں کہ اپنا یا اپنے کسی عزیز کا پیغام بھیج دیتے ہیں لڑکے یا لڑکی کا ولی فکر میں پڑ جاتا ہے اور بعض مرتبہ پہلے پیغام بھیجنے والے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس بارے میں حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جب کسی کے نکاح کی بات چل رہی ہو تو اس جگہ اپنا پیغام نہ بھیجو بلکہ انتظار کرتے رہو اور دیکھو کہ بات کس طرح ختم ہوتی ہے۔ اگر آپس میں ان کا نکاح ہو جائے تب تو دوسرے پیغام کی گنجائش ہی ختم ہو گئی اور اگر بات چلتے چلتے کٹ جائے اور دونوں فریق میں سے ایک فریق قطعی طور پر نفی میں جواب دے کر بات ختم کر دے تو اب تم اپنا پیغام دے سکتے ہو۔

بیان کی گئی حدیث مبارکہ کے مفہوم کو اس طرح سے بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ کسی شریف آدمی کو کسی ایسی لڑکی کے پاس پیغام بھیجنا حلال نہیں جس کے پاس کسی اور نے بھی پیغام بھیج رکھا ہے اور یہ وہ جانتا ہے۔ اس قسم کی جلد بازی سے باہمی رشتے کٹ جاتے ہیں اور آپس میں دشمنی اور بغض وحسد پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ انتہا درجہ کی اخلاقی گراوٹ اور دماغی خلل کی علامت ہے۔ کیونکہ جو شخص اس قسم کے شرمناک میدان میں قدم رکھتا ہے، وہ پہلے اپنی تعریف ضرور کرتا ہے اور اس دوسرے کی مذمت کرتا ہے۔ تعریف کرتے ہوئے ظاہر ہے اپنی ایسی بھی خوبیاں بیان کرتا ہے کہ اگر وہ اس کے اندر ہیں، تب بھی اپنی اس طرح تعریف کرنا اس کے لیے کافی بڑا عیب ہے اور اگر اس نے دوسرے کی عیب جوئی کی اور یہ عیب تمام کے تمام اس کے اندر موجود ہیں، تب بھی اس کا یہ بھاری گناہ ہوگا کہ وہ دوسروں کی غیبت کرتا ہے۔

پھر یہ اس وقت ہوگا جب کہ پہلے سے پیغام بھیجنے والا اپنے پیغام سے دست بردار نہ ہوا ہو۔ لیکن اگر وہ دست بردار ہو چکا ہو تو اب دوسرے شخص کے لیے بات چیت آگے بڑھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

البتہ اگر پہلا شخص فاسق و فاجر اور بدکار ہے تو دوسرے شخص کے لیے اپنے نام سے پیغام بھیجنا حق اور درست ہے۔ کیونکہ اس لڑکی کو ایک فاسق کے رحم وکرم پر چھوڑنے کی بجائے اس کے چنگل سے نجات دلانا ایک مسلمان کا حق ہے۔ ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے کہ اس سے مشورہ لیے جانے کی صورت میں اپنے نزدیک بہتر سے بہتر صورت کو مخاطب کے سامنے پیش کرے۔ مگر اپنا مقصد حاصل کرنے کی غرض سے، جھوٹ اور دھوکے سے کام نہ لے غلط بیانی نہ کرے اور کسی پر تہمت اور بہتان لگا کر اُس سے بدظن نہ کرے۔

نکاح کا اہتمام کرنا

جب لڑکے کی طرف سے لڑکی والوں کے ساتھ رشتے کی بات چیت طے پا جائے اور نکاح کی تاریخ رکھ دی جائے تو نکاح کا اہتمام سادگی سے کرنا چاہیے۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"بلاشبہ برکت کے اعتبار سے سب سے بڑا نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم اخراجات ہوئے ہوں۔"

(مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ شعب ایمان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح اور بیاہ شادی میں کم سے کم اخراجات کرنا چاہیے۔ نکاح میں جس قدر اخراجات کم ہوں گے وہ نکاح اسی قدر بڑی برکتوں والا ہوگا۔ اس کے منافع جانبین کو ہمیشہ پہنچتے رہیں گے اور یہ نکاح دنیا وآخرت کی بھلائی کا ذریعہ ہوگا۔

ہمارے پیارے رسول سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شادیاں بھی کیں اور اپنی لڑکیاں بھی بیاہیں۔ یہ شادیاں نہایت سادگی کے ساتھ انجام پا گئیں۔ آپؐ دونوں جہاں کے سردار تھے۔ اگر چاہتے تو دھوم دھام سے شادیاں کرتے۔ لیکن آپ نے اپنے عمل سے سادگی اختیار کر کے دکھائی اور مستقل طریقہ پر فرما دیا کہ نکاح میں جس قدر اخراجات کم ہوں گے۔ اسی قدر بڑی برکتوں والا ہوگا ہم نے بیاہ شادی کو مصیبت بنا رکھا ہے۔ غیر مسلموں کی دیکھا دیکھی بری رسمیں جاری کر رکھی ہیں اور یہ رسمیں غرور اور شہرت کے لیے اختیار کی جاتی ہیں۔ سودی قرض لے لے کر شادیاں کرتے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ سود کا

لینا دینا باعث لعنت ہے۔ دکھاوے کے لیے جہیز دیئے جاتے ہیں ہزاروں روپے کے دعوت نامے کے کارڈ پر خرچ ہوتے ہیں۔ ان اخراجات کی وجہ سے بعض مرتبہ جوان لڑکیاں برسوں بیٹھی رہتی ہیں۔ ولیمے ہوتے ہیں۔ جن میں سراپا ریاکاری ہوتی ہے۔ نام سنت کا اور کام دکھاوے کا۔

دین کو بچالینا:

جو مسلمان سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مطہرہ کی پیروی میں شریعت مطہرہ کے اصولوں کے مطابق سادگی کے ساتھ نکاح کا اہتمام کرتا ہے اللہ رب العزت اس پر اپنا فضل وکرم نازل فرماتا ہے ایک مسلمان جب کسی لڑکی سے نکاح کرتا ہے تو شیطان لعین کو اس کے اس عمل سے بہت دکھ ہوتا ہے اور وہ واویلا کرتا ہے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں۔

"جب تم میں سے کوئی نکاح کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے ہائے افسوس ابن آدم نے مجھ سے اپنا دو تہائی دین بچالیا۔" (ابویعلیٰ)

نکاح کے شرعی مسائل:

نکاح کے شرعی مسائل میں یہ شرائط ضروری ہیں کہ نکاح کے لیے مرد وعورت عاقل ہوں مجنون یا ناسمجھ بچہ نے نکاح کیا تو منعقد ہی نہ ہوا لیکن اگر نابالغ سمجھ والا ہے تو منعقد ہو جائے گا مگر ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا گواہوں کا ہونا بھی شرط ہے یعنی ایجاب وقبول دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ہو گواہ آزاد عاقل بالغ ہوں اور سب نے ایک ساتھ نکاح کے الفاظ سنے ہوں۔ بچوں اور پاگلوں کی گواہی سے نکاح نہیں ہو سکتا نہ غلام کی گواہی سے اگرچہ مدبر یا مکاتب ہو۔ مسلمان مرد کا نکاح مسلمان عورت کے ساتھ ہے تو گواہوں کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے لہٰذا مسلمان مرد وعورت کا نکاح کافر کی شہادت سے نہیں ہو سکتا اور اگر کتابیہ سے مسلمان مرد کا نکاح ہو تو اس نکاح کے گواہ ذمی کافر بھی ہو سکتے ہیں اگرچہ عورت کے مذہب کے خلاف گواہوں کا مذہب ہو۔ (بہار شریعت)

نکاح محبت والفت کا باعث:

نکاح کا بنیادی مقصد تو یہ بھی ہے کہ رشتۂ ازدواج کے ذریعہ مرد وعورت کے مابین محبت وانس اور خلوص ہو اور ان میں سے ہر ایک کو طمانیت اور سکون قلب میسر آئے جو اجتماعی زندگی میں ترقی اور عروج کا ذریعہ ثابت ہوں ان کی زندگی کے لیے شادی راحت ومسرت کی وجہ اور اطمینان وسکون کا باعث ہو قرآن حکیم نے جو اسلوب بیان اختیار کیا ہے وہ بس اسی کا حصہ ہے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

''اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری قسم سے جوڑ پیدا کیا تاکہ تم ان کے پاس چین حاصل کرو اور اس لیے تمہارے درمیان پیار اور مہربانی رکھی۔'' (سورہ روم)

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کرنے سے جو پہلی چیز حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے سے تسکین خاطر اور اطمینان میسر ہوتا ہے۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محبت کرنے والوں کے لیے نکاح سے بڑھ کر تم نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (مشکوٰۃ ص ۲۶۸ بحوالہ ابن ماجہ)

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محبت کا جوڑ لگانے والی چیزوں میں نکاح کا جوڑ سب سے زیادہ مضبوط ہے اور محبت کے بڑھانے اور باقی رکھنے میں نکاح سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ کسی خاندان کا مرد اور کسی خاندان کی عورت ایک عربی دوسرا عجمی ایک ایشیائی دوسرا افریقی جب شرعی نکاح ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے پر نثار ہوتا ہے اور الفت ومحبت وہ رنگ لاتی ہے کہ عمر بھر ساتھ نہیں چھوٹتا۔ نکاح کے علاوہ بھی بعض مرد وعورت نفسانیت کے لیے نام نہاد محبت کر لیتے ہیں مگر یہ محبت نہیں ہوتی بلکہ نفس کی مطلب برآری کے لیے ایک جوڑ ہوتا ہے۔ جس کا نام محبت رکھ دیا جاتا ہے۔ جب مطلب نکل جاتا ہے یا

مقصد میں ناکامی ہو جاتی ہے تو پھر یہ کہاں اور وہ کہاں؟ کیسی محبت اور کیسی الفت؟ سب بھاڑ میں ڈال دی جاتی ہے۔ نکاح کے ذریعہ جو تعلق پیدا ہوتا ہے وقتی نہیں ہوتا۔ بلکہ زندگی بھر نباہنے کی نیت سے ایجاب وقبول ہوتا ہے۔ اسی لیے طلاق کو حدیث شریف میں بغض والی چیز بتایا ہے۔ نکاح کا مقصد خواہش نفس کا تقاضا پورا کرنا ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے ذریعہ مرد کی حیثیت بڑھ جاتی ہے۔ وہ آل اولاد اور گھر بار والا ہو جاتا ہے لوگ اسے بھاری بھرکم آدمی سمجھتے ہیں۔ عورت بھی ایک گھر کی ملکہ بن جاتی ہے۔ عورت مرد دونوں زندگی بھر کے لیے ایک دوسرے کے ہمدرد اور دکھ سکھ کے ساتھی اور آرام وتکلیف کے شریک ہو جاتے ہیں۔ یہ بات بے نکاحی جھوٹی محبت میں کہاں؟ پھر مزید یہ کہ شوہر وبیوی کئی خاندانوں میں محبت والفت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ جن خاندانوں میں کبھی کوئی جوڑ نہ تھا۔ ایسے خاندان ایک دوسرے کے ہمدرد بن جاتے ہیں۔ سمدھی دوسرے کی زیارت کے لیے جا رہا ہے اور عورت کا بھائی اپنی ہمشیرہ کے شوہر کی تیمارداری میں لگا ہوا ہے۔ داماد ساس کو حج کے لیے لے جا رہا ہے۔ خسر داماد کو دکان کرنے کے لیے رقم دے رہا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ محبتیں اور خدمتیں ایک شرعی نکاح ہی کی وجہ سے ہوئیں۔

نکاح کا خطبہ:

نکاح کی محفل میں خطبہ نکاح پڑھنا بھی مسنون ہے اس موقع پر خطبے سے مکمل طور پر فائدہ اُٹھانے کی غرض سے مناسب ہے کہ نکاح پڑھانے والا یعنی نکاح خواں عربی کے ساتھ اس کا اُردو میں ترجمہ بھی سنا دیا کرے تاکہ تمام حاضرین وسامعین خطبہ نکاح کے مفہوم کو پوری طرح سمجھ سکیں چنانچہ اسی غرض سے ذیل میں خطبہ نکاح اور اس کا اُردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

(خطبہ نکاح)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ نکاح کی تعلیم دی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوْ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ

شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ. (مسلم شریف)

''ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتے ہیں اپنے نفسوں کی برائی اور اپنے برے اعمال سے جس کو اللہ ہدایت دے تو اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو اللہ گمراہ کر دے تو اس کو کوئی بھی ہدایت دینے والا نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس (اللہ) کے بندے اور رسول ہیں۔''

پھر یہ تین آیتیں پڑھے۔

(۱) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ O (آل عمران)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس طرح کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرو تم مگر یہ کہ تم مسلمان ہو (یعنی جب تم ایمان لا چکے ہو تو اب اس پر مضبوطی سے قائم رہنا اور مرتے دم تک تم مسلمان ہی رہنا یہ نہ ہو کہ جب تمہیں موت آئے تو تم مشرک، منافق یا پھر کافر وغیرہ ہو چکے ہو)۔''

(۲) يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ

نِسَآءً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا O (سورۃ النساء)

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اس جان (آدم علیہ السلام) سے اس کا جوڑا (حوا کو) پیدا کیا اور (پھر) ان دونوں (آدم وحوا) سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کا نام لے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داروں (حقوق کے معاملہ میں بھی ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ تم سب پر نگہبان ہے۔''

(۳) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا O يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا O (سورۃ احزاب)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی (مضبوط) بات کہو (تمہاری اس مضبوطی کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہیں تمہارے گناہ (بھی) معاف فرما دے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے گا تو یقیناً وہ بہت بڑی کامیابی کو حاصل کر لے گا۔''

نکاح کا اعلان کرنا:

ضروری ہے کہ نکاح کا اعلان کسی مجلس میں کیا جائے اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ سب لوگ اس رشتے سے آگاہ ہو جائیں کہ لڑکی اور لڑکا نکاح کے مقدس بندھن میں باندھے جا رہے ہیں۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''اس تقریب نکاح کا اعلان کیا کرو اور یہ تقریب مسجدوں میں کیا کرو

"اور اس موقع پر دف بجایا کرو۔" (ترمذی شریف)

مسجد میں نکاح منعقد کرنے کا ایک بڑا فائدہ اعلان کا حصول بھی ہے جہاں آزادی کے ساتھ ہر خاص و عام آسکیں کسی کو پہنچنے میں کوئی اعتراض باقی نہ رہے اور دف بجانے کا مقصود اعلان کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ آج کل اس مقصد کے لیے لاؤڈ اسپیکر موجود ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ فرمایا:

"حلال اور حرام میں حد فاصل نکاح کی شہرت اور دف ہے (تاکہ لوگوں کو خبر ہوجائے)۔" (ترمذی شریف)

مسئلہ: واضح ہو کہ عقد نکاح مسجد میں اور بروز جمعہ مستحب ہے۔ جمعرات یا جمعہ کے دن نکاح افضل ہے، نیز رات کے وقت نکاح بہتر ہے، بہ نسبت دن کے اور اپنی اولاد کا نکاح اگر باپ خود پڑھائے تو بہتر ہے یا کسی عادل اور دیندار قاضی سے پڑھوائے، نکاح کے بعد چھوہارے بانٹنا سنت ہے۔ (فقہ کی کتاب عین الہدایہ ج ۲ ص ۲ وغنیہ ص ۱۳۵ و ص ۱۴۰)

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ شادی کے لیے جمعہ کے دن کو منتخب کرنا سنت ہے اور انعقاد کی جگہ بہتر مسجد ہے، بشرطیکہ مسجد کی کوئی بے حرمتی اور بے ادبی نہ ہو، ورنہ بجائے ثواب کے عذاب کا مستحق ہوگا، اور نکاح کے بعد حاضرین مجلس دولہا کو ان الفاظ سے مبارکباد دیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

"بارک اللہ لک و بارک علیکما وجمع بینکما فی خیر"

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے اور تم پر برکت نازل فرمائے اور تم دونوں کو امر خیر و نیک کام میں متفق فرمائے۔

(الحدیث ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۸ وابن ماجہ ج ۱ ص ۲۹۲ وغنیہ ص ۱۳۶)

حق مہر

شریعت مطہرہ میں مہر اس رقم (یا چیز) کو کہا جاتا ہے جو نکاح کے وقت خاوند اپنی ہونے والی بیوی کو دینا منظور کرتا ہے اور عورت کو مرد کی طرف سے مہر کا ملنا اس کا حق ہے مہر کی ادائیگی عورت کو کرنا مرد پر واجب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

ترجمہ: "اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اسے شوق اور خوشگواری سے کھالو" (سورہ نساء آیت ۴)

مہر کی مناسبت سے یہ بات خوب اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ یہ چیز عورتوں کا حق ہے عورتیں اپنی دیگر املاک کی طرح اس کی بھی مالک ہوتی ہیں۔

زیادہ مہر مقرر نہ کیا جائے:

ایک حدیث پاک میں آتا ہے:

مبارک ہے وہ عورت جس سے منگنی کرنا آسان ہو، جس کا مہر دینا آسان ہو، اور جس کے ساتھ حسن سلوک کرنا آسان ہو۔ (حاکم، مستدرک، نسائی، حسن)

ایک عورت نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے نفس کا اختیار حضور کو دینے کے لیے آئی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر اوپر سے اس کو دیکھا اور سر مبارک جھکالیا۔ عورت دیر تک کھڑی رہی۔ تب ایک صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر حضور کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو میرا نکاح اس سے کر دیجئے! فرمایا، تیرے پاس مہر کے طور پر کوئی چیز بھی ہے۔ اس

نے عرض کیا میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ یہی ایک چادر ہے۔ فرمایا، گھر جا کر دیکھ! شاید لوہے کی کوئی انگوٹھی ہی مل جائے۔ حسب الحکم وہ شخص گیا، لیکن کوئی چیز نہیں ملی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تجھ کو کچھ قرآن بھی آتا ہے؟ اس نے تفصیل وار بیان کیا کہ فلاں فلاں سورتیں آتی ہیں۔ فرمایا، اچھا تو جا! میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا، کہ تو اس کو جتنا قرآن تجھے یاد ہے اس کی تعلیم دے۔

دوسری روایت میں مذکور ہے کہ جا میں نے تیرا اس کے ساتھ نکاح کیا تو اسے قرآن سکھادے۔ (بخاری ومسلم)

ایک اور عمدہ روایت میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے لوہے کی انگوٹھی طلب فرمائی اور انہیں وہ بھی دستیاب نہ ہوئی تو انہوں نے عرض کیا، حضور! میرے پاس کچھ نہیں ہے، سوائے میری اس چادر کے میں اس کو اس کا نصف دے سکتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تیری چادر کا کیا کرے گی۔ اگر یہ پہن لے گی تو تو برہنہ رہے گا اگر تو نے پہن لیا تو اس کے پاس کچھ نہ رہے گا۔ مجبوراً وہ شخص بیٹھ گیا۔ جب بیٹھے بیٹھے دیر ہو گئی، تو اٹھ کھڑا ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جاتے دیکھ کر حکم دیا کہ اس کو بلالو! اس کو بلایا گیا، وہ حاضر ہوا۔ ارشاد فرمایا، تجھ کو کچھ قرآن بھی آتا ہے؟ وہ تفصیل سے بتانے لگا کہ فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے اور عورتیں بھی اسے استعمال کر سکتی ہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ اس کی قیمت سے کوئی فائدہ اٹھایا جائے۔ کیونکہ اس کا استعمال ممنوع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کے ہاتھ میں سونے کی ایک انگوٹھی دیکھی تو ان سے قدرے بے التفاتی فرمائی۔ انہوں نے سونے کی انگوٹھی اتار پھینکی اور اس کی جگہ لوہے کی ایک انگوٹھی پہن لی۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا، یہ تو اور برا ہوا، یہ دوزخیوں کا زیور ہے۔ انہوں نے لوہے کی انگوٹھی بھی ایک طرف ڈال دی۔ اور اس کی جگہ چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی۔ (حاکم، مستدرک)

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو حکم دیا کہ وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کے یہ اعلان کر دے کہ عورت میں برکت بھی ہے اور نحوست بھی، عورت کی برکت اور خوبی یہ ہے کہ اس کا مہر تھوڑا ہو، نکاح سہولت سے کم خرچ میں ہوا ہو۔ اور وہ خوش اخلاق دیندار ہو، اور عورت کی نحوست یہ ہے کہ مہر زیادہ ہو، نکاح دشواری سے ہوا ہو۔ بداخلاق اور بے دین ہو۔

(الحدیث ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۴۰۱ واحیاء ج ۲ ص ۱۷)

بہترین عورت:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین عورتیں وہ ہیں جن کے مہر ہلکے پھلکے ہوں۔ (الحدیث ابن حبان)

اس بات کو ایک اور جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ تمہاری عورتوں میں سے بہترین عورت وہ ہے جو خوش اور ہنس مکھ ہو اور مہر میں کم ہو۔

برکت والی عورت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں میں زیادہ برکت والی عورت وہ ہے جس کا مہر کم سے کم ہو اور دین میں زیادہ سے زیادہ ہو۔ (الحدیث احمد وبیہقی)

مسئلہ: مہر کم باندھنا سنت ہے اور دس درہم چاندی سے کم مہر جائز نہیں پس اگر کوئی دس درہم سے کم مہر مقرر کرے تو بھی دس درہم لازم آئے گا اور عورت پورے دس درہم مہر کی مستحق ہے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ دس درہم سے کم مہر نہ باندھے۔

(عین الہدایہ ج ۲ ص ۲۰ کتاب النکاح وخلاصۃ المسائل ص ۲۴ وکنز اور شرح وقایہ)

اُم المؤمنین سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر:

سیدہ حضرت فاطمہؓ کا مہر عہد رسالت کے اوزان کے مطابق ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی پر ہوا، اور ایک اوقیہ چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے اور درہم کی مقدار کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ عام علماء حق کے نزدیک دو سو درہم چاندی ساڑھے باون تولے چاندی کے مساوی ہے اس طرح ساڑھے بارہ اوقیہ کے پانچ سو درہم ہوئے اور پانچ سو درہم ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ کے مساوی ہوا، لہٰذا ہر زمانے میں اس مقدار چاندی کو جو قیمت ہوگی وہی مہر فاطمی کی مقدار سمجھی جائے گی۔ اب حساب لگالیں، مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے اگر سو روپیہ، تولہ، چاندی کی قیمت تسلیم کرلی جائے جو غالباً آج کل ہے تیرہ ہزار روپے کے قریب ہوتے ہیں، یہی مہر فاطمی کی مقدار قرار پائے گی۔

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو جہاں نیر تاباں، درد کا درماں، مخلوق کے پاسباں، دلبر رحمان، مرکز ایمان وجہ تخلیق کون ومکاں، فخر جن وانساں، عاشق یزداں، محبوب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے گھر کے سامان پر نکاح کیا تھا جس کی قیمت چند درہم تھی۔

(الحدیث ابن ماجہ شریف ج ا ص ۲۷۲ حدیث ۱۹۱۳)

اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے صرف دس درہم اور گھر کے سامان (جو ہاتھ کی چکی، گھڑے، کھجور کی چھال بھرے ہوئے گدے پر مشتمل تھا) کے عوض نکاح فرمایا۔ (ابو داؤد واحیاء ج ۲ ص ۱۰۰)

پانچ سو درہم مہر:

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مہر آپ کی (اکثر) ازواج مطہرات کے لیے کتنا تھا؟ فرمایا کہ بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نش کو جانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں، انہوں نے فرمایا، نصف اوقیہ اور یہ سب ملا کر پانچ سو درہم ہوئے۔

(مسلم شریف)

مہر کی شرط:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ان شرطوں میں جن کا پورا کیا جانا نہایت ضروری ہے وہ شرط ہے جس کے ذریعہ تم نے اپنے لیے عورتوں کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے (یعنی مہر)۔

(بخاری ومسلم)

دس اوقیہ مہر:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں مہر دس اوقیہ تھا۔ (نسائی شریف)

ایک جوڑا جوتی:

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی فزارہ کی ایک عورت نے ایک جوڑا جوتی پر ایک شخص سے نکاح کیا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے فرمایا، کیا تو نے اپنے آپ کو صرف دو جوتیوں کے بدلا حوالہ کر دیا اور اسی پر راضی ہوگئی اس نے کہا، ہاں۔ آپؐ نے اس نکاح کو باقی رکھنے کی اجازت دے دی۔ (ترمذی شریف)

ستو یا کھجور:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کے حق مہر میں اپنے دونوں ہاتھ بھر کر ستو یا کھجور دے دیے تو اس نے اس عورت کو اپنے اوپر حلال کر لیا۔

حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کا مہر:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ ان کا طے شدہ مہر یہ تھا کہ ابوطلحہ مسلمان ہو جائیں۔ کیونکہ حضرت ام سلیم مسلمان ہونے میں ابوطلحہ سے سبقت لے گئیں۔ ابوطلحہ نے ان کے پاس پیغام بھیجا۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے، اگر تم بھی اسلام لے آؤ تو میرا تم سے نکاح ہو سکتا ہے چنانچہ ابوطلحہ مسلمان ہوئے اور آپ کا اسلام (مسلمان ہونا) ام سلیم رضی اللہ عنہ کا مہر قرار پایا۔ (نسائی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، سنو! عورتوں کا مہر زیادہ نہ رکھو۔ اگر زیادہ مہر رکھنا دنیا میں کسی عزت کے لائق، یا اللہ کے نزدیک تقویٰ کے قابل ہوتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اس کے حقدار ہوتے۔ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا کسی عورت سے نکاح کیا ہو یا اپنی کسی بیٹی کا نکاح کرایا ہو اور بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر مقرر فرمایا ہو۔ (حاکم، مستدرک، ترمذی، نسائی)

ادب کا تقاضہ:

خلیفہ ہارون الرشید نے جب اپنی صاحبزادی کا نکاح کیا تو علماء حضرات سے پوچھا کہ فاطمہؓ بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر کیا تھا؟ علماء نے فرمایا پانچ سو درہم، یہ سن کر بادشاہ نے فرمایا میری بیٹی کا مہر اس سے دس درہم کم ہونا چاہیے، کہ وہ مخدوم زادہ جہانیاں تھیں اور ہم ان کے غلام و خادم ہیں، دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دختر ہارون

الرشید میں فرق لازمی ہے آقا اور غلام کا ایک مقام کبھی نہیں ہو سکتا۔

(کتاب الوعظ ص۳۰ ج۱۸)

معمولی مہر پر بیٹی کا نکاح کرنا:

حضرت عبداللہ بن ابو وداعہ سے منقول ہے۔ کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ اتفاق سے میں کئی دن نہ آیا اور آپ نے میری غیر حاضری کے بارے میں سوال کیا جب میں حاضر خدمت ہوا تو، آپ نے پوچھا تم کہاں تھے؟ میں نے عرض کیا۔ میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا تھا میں اس کی تجہیز و تکفین میں لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا، تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا، میں بھی شریک ہو جاتا، راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے اٹھنا چاہا۔ آپ نے فرمایا:

پھر تم نے کوئی اور لڑکی دیکھی؟ میں نے عرض کیا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ بھلا مجھ سے کون نکاح کرائے گا۔ میرے پاس شاید دو یا تین درہم ہوں۔ آپ نے فرمایا، میں اپنی بیٹی سے تمہارا نکاح کراتا ہوں۔ میں نے کہا، آپ نکاح کرائیں گے؟ آپ نے کہا ہاں۔ چنانچہ اسی وقت آپ نے خطبہ پڑھا۔ اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی درود شریف پڑھا اور دو یا تین درہم مہر پر (راوی کو شک ہے) میرا نکاح کرا دیا۔ میں آپ کی مجلس سے اٹھا تو مارے خوشی کے مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں پھر میں نے اپنے گھر کی راہ لی اور راستہ میں سوچنے لگا کہ کس سے کچھ قرض لوں، کس سے کوئی رقم ادھار لوں۔ پھر میں نے مغرب کی نماز ادا کی اور اپنے گھر لوٹا۔ گھر پہنچ کر میں نے چراغ جلایا۔ میرا روزہ تھا اس لیے افطار کے لیے کھانا اپنے سامنے رکھا۔ میرا کھانا کیا تھا روٹی اور زیتون کا تیل تھا۔ اچانک مجھے محسوس ہوا کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ میں نے کہا۔ کون ہے؟ آواز آئی، میں سعید ہوں! راوی کہتے ہیں کہ میں نے سعید نامی ایک ایک آدمی کا تصور کیا کہ یہ کون سعید ہو سکتا ہے؟ لیکن سعید بن مسیب کی طرف میرا ذہن بھی نہیں گیا۔ میں لپک کر دروازہ پر پہنچا۔ دیکھا تو حضرت سعید بن مسیب تشریف فرما ہیں۔ مجھے وہم ہوا کہ شاید آپ کا ارادہ بدل گیا ہے۔ میں نے عرض کیا

ابو محمد! (یہ حضرت سعید کی کنیت ہے) اگر آپ اطلاع کر دیتے، تو میں خود آجاتا۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں! تم اس کے زیادہ مستحق تھے کہ تمہارے پاس آیا جائے میں نے عرض کیا، کہئے کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا تم غیر شادی شدہ تھے۔ اب تمہاری شادی ہوگئی ہے اس لیے مجھے اچھا نہیں معلوم ہوا کہ تم رات تنہا گزارو۔

یہ تمہاری بیوی حاضر ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی صاحبزادی یعنی میری اہلیہ آپ کے ٹھیک پیچھے کھڑی ہیں۔ آپ نے صاحبزادی کو دروازے سے اندر داخل کیا اور خود لوٹ کر تشریف لے گئے۔ راوی کہتے ہیں اب میں نے ان سے تخلیہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ حسن و جمال میں وہ یگانہ روزگار تھیں۔ لوگوں سے کہیں زیادہ انہیں کلام پاک یاد تھا، احادیث نبوی ان کے نوک زبان پر تھیں، اور سب عورتوں سے کہیں زیادہ شوہر کے حقوق سے انہیں کامل واقفیت حاصل تھی۔

مشکل مسئلہ کا حل:

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی قوم کے لوگ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا تھا نہ ہی اس کا مہر مقرر کیا اور نہ ہی اس سے صحبت کی اور اس حالت میں اس کا انتقال ہوگیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایسا مشکل مسئلہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے بعد آج تک کسی شخص نے ہم سے نہیں پوچھا لہٰذا تم کسی اور شخص کے پاس جاؤ۔ غرض ان لوگوں نے ان کا پیچھا ایک ماہ تک کیا اور بالآخر کہنے لگے کہ ہم کس کے پاس جائیں اور کس سے پوچھیں؟ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اب میں اپنی رائے کے زور پر بیان کرتا ہوں اگر یہ درست اور صواب ہوا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو وحدہ لاشریک ہے اور اگر خطا اور غلط ہوا تو یہ میرا قصور ہے اور شیطان کا کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں خطا اور غلطی سے

بری ہیں۔ میری عقل و دانش کے مطابق اسے اتنا مہر دینا چاہیے جتنا اس طرح کی دوسری عورتوں کا ہے نہ اس سے کم اور نہ زیادہ اور اس کے لیے میراث بھی ہے اور اسے چار ماہ دس دن عدت گزارنی چاہیے، اور کہا کچھ لوگوں نے اشجع سے یہ مسئلہ سنا۔ پھر سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے ایسا فیصلہ فرمایا جیسے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری قوم کا فرمایا تھا اور اس عورت کا نام بروع بنت واشق مشہور تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبھی ایسا خوش نہیں دیکھا مگر اسلام قبول کرنے کے وقت یعنی یہ بات سن کر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش ہوئے کیونکہ ان کی رائے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے کے مطابق ہوگئی۔ (نسائی شریف)

نیت کا بدلہ:

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ عورت کو مہر میں سے کچھ نہ دے گا تو جس دن مرے گا زانی مرے گا اور جو کسی سے کوئی چیز خریدے اور نیت یہ ہو کہ قیمت میں اسے کچھ نہ دے گا تو جس روز مرے گا خائن مرے گا اور خائن آگ میں (یعنی جہنم میں) ہے۔

(طبرانی)

قطب الاقطاب حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نکاح کرنے والا شخص مہر مقرر کر کے اگر اسے ادا نہ کرے اور اسی طرح بغیر معافی تلافی کے بیوی سے ملتا رہے تو وہ قیامت کے دن اسی طرح اٹھایا جائے گا گویا مرد نے عورت سے زنا کیا تھا یعنی مرد جب اپنی عورت سے صحبت کرے گا تو زنا لکھا جائے گا اور ایک حدیث میں زانی کی جگہ سارق (چور) آیا ہے۔ (حوالہ غنیۃ ص ۴۲)

بیوی کو مہر معاف کرنے کا اختیار ہے:

قرآن کریم کا حکم ہے کہ اپنی بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کر دیا کرو، جو

بھی مقرر ہوئے ہوں، اور جن کو تم نے منظور کیا ہو، ہاں اگر عورت خود اپنی مرضی اور خوشی سے سارا مہر یا تھوڑا بہت مہر مرد کو معاف کر دے تو اسے اختیار ہے، اور بغیر مہر کے نکاح کرنا جائز نہیں اگر کر لیا تو نکاح ہو جائے گا، لیکن مہر مثل لازم ہو گا اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (حوالہ تفسیر ابن کثیر ج اپ۴ ص۷۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب عورت اپنے شوہر کو مہر بخش دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے۔

(بیہقی۔ مسلم)

عورت اگر اپنا سارا مہر خوشی سے اور صدق قلب سے شوہر کو معاف کر کے بخش دے تو یہ عمل مستحب ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کو مہر بخش دیتی ہے، خدا تعالیٰ اس کے لیے بہشت واجب کر دیتا ہے، اور عورت کو ہر درہم کے بدلے ایک حج مقبول کا ثواب ملتا ہے بشرطیکہ خلوص دل سے بخش دے۔

(حوالہ اقتباس کتاب الوعظ ج ۱۸ ص ۲۴)

مہر کی اقسام

مہر کی تین اقسام ہیں (۱) معجل (۲) مؤجل (۳) مؤخر۔ مگر عام طور پر دو اقسام معجل اور مؤجل مشہور ہیں۔

مہر معجل:

اس مہر کو کہتے ہیں جو کہ رخصتی سے قبل دینا قرار پا لیا ہو اس کے لیے عورت کو اختیار ہے کہ جب تک وصول نہ کر لے رخصت نہ ہو اور اگر رخصت ہو گئی ہے تو اسے اب بھی اختیار ہے کہ جب چاہے مطالبہ کر سکتی ہے بلکہ مہر معجل وصول کرنے کے لیے عورت اپنے کو خاوند سے روک سکتی ہے اگرچہ اس سے پیشتر عورت کی رضامندی سے خلوت و وطی ہو چکی ہو یعنی یہ حق عورت کو ہمیشہ حاصل ہے جب تک کہ وصول نہ کر لے۔

مہر مؤجل:

اس سے مراد وہ مہر ہے جس کی میعاد قرار پائی ہو کہ دس برس یا دس دن یا جو بھی مدت متعین ہو اس کے بعد ادا کیا جائے گا تو جب تک وہ میعاد نہ گزرے عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں اور میعاد گزرنے کے بعد ہر وقت مطالبہ کر سکتی ہے۔

مہر مؤخر:

اس سے مراد وہ مہر کہ جس میں نہ پیشگی کی شرط ٹھہری ہو نہ کوئی میعاد معین کی گئی ہو یہ نہی مطلق و مبہم طور پر باندھا ہو اس میں تاوقتیکہ موت یا طلاق نہ ہو عورت کو مطالبہ کا حق نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، عالمگیری وغیرہ)

مہر کے شرعی مسائل

مہر کے شرعی مسائل کا علم ہونا بھی ضروری ہے اس لیے اس حوالے سے ذیل میں چند مسائل کا بیان کیا جاتا ہے۔

مسئلہ:

شرعی مہر جو لوگ یہ سمجھ کر باندھتے ہیں کہ سب سے کم درجے کا مہر جو شریعت میں مقرر ہے تو اس صورت میں دو تولے سات ماشہ چار رتی چاندی یا اس کی قیمت دینی آئے گی اور جو یہ سمجھ کر باندھتے ہیں کہ جو مہر خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا تو ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی آئے گی اور جس کی سمجھ میں کچھ معنی نہیں فقط ایک لفظ بول دیتے ہیں تو وہاں مہر مثل لازم آتا ہے۔

مسئلہ:

ایک شخص نے اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح دوسرے سے کر دیا اور دوسرے نے اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح اس سے کر دیا اور ہر ایک کا مہر دوسرا نکاح ہے تو ایسا کرنا گناہ و منع ہے اور

مہرِ مثل واجب ہوگا۔

مسئلہ:

عورت کے خاندان کی اس جیسی عورت کا (کہ عمر، خوبصورتی، مال، عقل و دانش، دیانت، پارسائی، علم و ادب اور کنواری یا بیاہی ہونے میں یکساں ہو) جو مہر ہو وہ اس کے لیے مہرِ مثل ہے مثلاً اس کی بہن، پھوپھی، چچا کی بیٹی وغیرہ کا مہر اس کی ماں کا مہر اس کے لیے مہرِ مثل نہیں جبکہ وہ دوسرے گھرانے کی ہو اور اس کی ماں اسی خاندان کی ہو مثلاً اس کے باپ کی چچازاد بہن ہے تو اس کا مہر اس کے لیے مثل ہے، خاوند کا حال بھی ملحوظ ہوتا ہے مثلاً جوان اور بوڑھے کے مہر میں اختلاف یعنی فرق ہوتا ہے شہر اور زمانہ کا لحاظ بھی رکھا جاتا ہے۔ (درمختار)

مسئلہ:

عورت نابالغہ ہے اور اس کا باپ مہر معاف کرنا چاہتا ہے تو نہیں کرسکتا اور بالغہ ہے تو اس کی اجازت پر معافی موقوف ہے۔

قابل غور بات:

نکاح کے موقع پر اکثر دیکھا گیا ہے کہ حق مہر کی بات پر تنازعہ کھڑا ہوجاتا ہے لڑکی اور لڑکے کے لواحقین آپس میں الجھ جاتے ہیں جبکہ دولہا جس نے کہ مہر کے بارے میں فیصلہ کرنا ہوتا ہے وہ بالکل خاموش بیٹھا ہوتا ہے اور اپنی کوئی رائے نہیں دیتا لڑکی والے اس بات کے خواہاں ہوتے ہیں کہ مہر کی رقم اُن کی منشاء کے مطابق طے ہو اور لڑکے والے اس بات پر مصر ہوتے ہیں کہ مہر شرعی ہونا چاہیے اور وہ اپنی دانست میں اس شرعی مہر کو سوا بتیس روپے سمجھتے ہیں اور اپنے اس موقف پر بڑی مضبوطی سے قائم رہتے ہیں حالانکہ اُن کا موقف سراسر غلط ہوتا ہے اس موقع پر نکاح خواں یا کسی بھی بزرگ کو چاہیے کہ وہ ان کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کرے اور ان کو سمجھائے کہ سوا بتیس روپے شرعی مہر نہیں ہوتا کیونکہ فقہ حنفی کے تحت کم از کم مہر کی مقدار دس درہم یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی ہے اور

موجودہ دور کے مطابق بازار میں جو بھاؤ ہو اس کی قیمت کا تعین کرکے مہر مقرر کرنا ہی صحیح مہر ہے۔

جہیز کی رسم

ماں باپ پر لڑکی کو جہیز دینا فرض و واجب نہیں ہے۔ لڑکی اور داماد کے لیے ہرگز ہرگز یہ جائز نہیں ہے کہ وہ زبردستی ماں باپ کو مجبور کرکے اپنی پسند کا سامان جہیز میں وصول کریں۔ ماں باپ کی حیثیت اس قابل ہو یا نہ ہو مگر جہیز میں اپنی پسند کی چیزوں کا تقاضہ کرنا اور ان کو مجبور کرنا کہ وہ قرض لے کر بیٹی داماد کی خواہش پوری کریں۔ یہ خلافِ شریعت بات ہے بلکہ آج کل ہندوؤں کے تلک جیسی رسم مسلمانوں میں بھی چل پڑی ہے کہ شادی طے کرتے وقت ہی یہ شرط لگا دیتے ہیں کہ جہیز میں فلاں فلاں سامان اور اتنی اتنی بڑی رقم دینی پڑے گی۔ چنانچہ بہت سے غریبوں کی لڑکیاں اسی لیے بیاہی نہیں جارہی ہیں کہ ان کے ماں باپ لڑکی کے جہیز کی مانگ پوری کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ رسم یقیناً خلافِ شریعت ہے اور جبراً و قہراً ماں باپ کو مجبور کرکے زبردستی جہیز لینا یہ ناجائز ہے لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس بُری رسم کو ختم کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

جہیز کے سلسلے میں یہ بات یاد رہے کہ شریعت میں اس کا کوئی جواز نہیں بلکہ ایک مباح عمل ہے، شادی کے دن کے علاوہ کوئی باپ اپنی بیٹی کو جتنا بھی دینا چاہے دے، مگر شادی کے دن دینے سے غریبوں پر بہت برا اثر پڑے گا، جیسا کہ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں، تو اس کے ذمہ دار جہیز کی فہرست بنانے والے ہیں، اور پھر دوسری بات یہ ہے کہ آج کل جہیز دینے کا مقصد لڑکی کو دینا نہیں ہوتا، بلکہ اپنی دولتمندی اور امیری اور شہرت کا ڈھنڈورا پیٹنا ہوتا ہے، جو شریعت میں سراسر حرام ہے، پوری دنیا جانتی ہے کہ زیادہ جہیز دینے والے کے دل میں لڑکی کا کتنا خیال ہوتا ہے اور کتنا اپنی شہرت کا؟ غرض آج کل کی اکثر شادیاں خانہ آبادی کے بجائے خانہ بربادی کا رول ادا کر رہی ہیں یہ صرف ان واہیات باتوں کی لعنت کی وجہ سے ہے، انسان وہ ہے جو اتنا ہی پیر پھیلائے جتنی بڑی اس کی چادر ہو۔

پہلے لوگوں میں بیاہ شادی میں اصل چیز دلہن تھی مگر اب جہیز ہے، چنانچہ معاملہ نیچے سے اوپر تک بدل گیا ہے، یعنی دلہن کتنی ہی اچھی ہو، جہیز کے بغیر بے کار ہو جاتی ہے۔ دلہن کتنی ہی خراب ہو، جہیز اچھا ہو تو قابل قبول بن جاتی ہے، نہ لڑکے والے سوچتے ہیں کہ بعد میں کیا ہوگا نہ لڑکی والے؟ یہی وجہ ہے کہ زندگیاں تلخ ہوتی جا رہی ہیں اور قسم قسم کے جھگڑے اور فتنے سر اٹھا رہے ہیں، چنانچہ پہلے زمانے میں محلے اور برادری کے لوگ جو دلہن دیکھنے اور مبارکباد دینے کے لیے آتے تھے۔ اب جہیز اور کپڑے دیکھنے کے لیے آتے ہیں، دلہن کو دیکھنے کوئی نہیں آتا، جہیز کو دیکھتے ہوئے پوچھا جاتا ہے کہ ٹی وی رنگین ہے یا سادہ۔ فریج فلاں کمپنی کی ہے، یا نہیں، وی سی آر بھی دیا ہے یا نہیں، جاتے وقت بھی یہی کہا جاتا ہے کہ لڑکا خوش نصیب ہے کہ اس کو اتنا اچھا جہیز ملا۔

یاد رکھیے کہ جس طرح اسلام میں عورتوں کی طرف سے مہر کی زیادتی ناپسند ہے، اس طرح اسلام میں یہ بھی ناپسند اور شرمناک فعل ہے کہ مرد عورتوں کی دولت اور چیزوں پر نظر رکھیں اور زیادہ جہیز کی مانگ رکھیں، اور حیثیت سے دور جا کر بات کریں اور جہیز کی فہرست میں اپنا کمینہ پن ظاہر کر دیں، جس رذالت اور جہالت میں آج ننانوے فیصد مسلمان مبتلا ہیں اور حرص و ہوس میں ہر طبقے کے لوگ لت پت ہیں کیا دیندار کیا دنیادار، کیا نمازی کیا بے نمازی، کیا مبلغ، کیا معلم، کیا مقرر، کیا مفسر، غرض کتنا ہی دیندار سے دیندار ہو اوپر سے نیچے تک سب کے دل و دماغ میں کثرت مہر، اپنے گھر دہلیز کو جہیز سے بھرنے اور راتوں رات مالا مال ہو جانے کی فکر و دوڑ جاری ہے، اور یہ سب دنیاوی اسباب حاصل کرنے کے لیے ہے۔

قابل غور بات:

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جہیز لڑکے نہیں مانگتے ان کا کوئی مطالبہ نہیں ہوتا، وہ اچھی اور خوبصورت لڑکی چاہتے ہیں، لیکن ماں باپ بچے کے لیے مانگنے لگتے ہیں۔ ہاں بہت سے لڑکے ایسے بھی ہیں جو اپنی خواہشات کو سسرال ہی سے پورا کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور ایسے سسرال کی تلاش میں رہتے ہیں جہاں ان کو سب کچھ مل سکتا ہے حالانکہ ماں باپ ایسا

نہیں چاہتے، معلوم ہوا کہ جہیز کے معاملے میں ماں باپ اور بچے دونوں برے ہیں۔ جب تک ان کی ذہنیت نہیں بدلتی۔ اس وقت تک جہیز کا خاتمہ بھی نہیں ہو سکتا۔

جہیز کے بارے میں ایک غلط فہمی:

آج کل کے کچھ نوجوانوں کا سوال ہے کہ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو شادی کے موقع پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ، چکی اور بستر وغیرہ کی شکل میں جو کچھ سامان دیا تھا کیا اس سے جہیز کا جواز ثابت نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سمجھداروں کے لیے اشارہ کافی ہے، اور نصیحت انہیں لوگوں کے لیے مفید ہے جو خود طالب حق ہیں، توجہ طلب بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ سوائے حضرت سیدہ فاطمہؓ کے کسی کے جہیز کا ذکر احادیث میں نہیں آتا، تو کیا نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادیوں کے ساتھ ناانصافی کی؟ نہیں! ہرگز نہیں! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باپ جناب ابو طالب کا انتقال جس وقت ہوا اس وقت حضرت علی بچے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آپ ﷺ نے بچپن سے پرورش کی اور پوری سرپرستی فرمائی، جوان ہونے کے بعد اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے شادی کر دی، آپ ﷺ چونکہ دونوں طرف ولی تھے، اور خانگی زندگی سے منسلک ہو جانے کے بعد میاں بیوی کی ضروریات زندگی کا فراہم کرنا آپ ﷺ کے لیے ضروری تھا' اس لیے آپ ﷺ نے چند چیزیں بطور منتظم اور سرپرست کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائیں نہ کہ بطور جہیز، اگر یہ سامان بطور جہیز ہوتا تو یہ کسی طرح ممکن ہی نہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیتے دیگر کسی اور صاحبزادی کو نہ دیتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "سووا بین اولادکم" یعنی اپنی اولاد کے ساتھ برابری کر کے انصاف کے ساتھ کام لو' الحدیث' پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو جہیز دیتے اور کسی کو نہ دیتے؟ لفظ جہیز کے معنی عربی زبان میں ضروری سامان کے آتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں طرف سے ولی ہونے کی

حیثیت سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ضروری سامان دیا نہ کہ رواجی جہیز۔ اس ضمن میں روایات میں آتا ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی گرہ سے گھر کا ضروری سامان خرید کر نہیں دیا بلکہ یہ سامان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زرہ فروخت کر کے اس سے حاصل ہونے والی رقم سے خریدا گیا تھا۔ اس موقع پر حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اپنی زرہ کو فروخت کر ڈالو اور اس کی قیمت لے آؤ۔ روایات میں آتا ہے کہ اس زرہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار سو اسی درہم میں خرید لیا جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زرہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دی اور اس کی قیمت وصول کر لی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ اس زرہ کے زیادہ حقدار ہیں اس لیے یہ میں آپ ہی کو ہبہ کرتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ خود بھی سخی تھے اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سلوک کا شکریہ ادا کیا اور زرہ اور درہم لے کر حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ بیان کیا جسے سن کر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رقم میں سے مٹھی بھر درہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھر کی ضروری اشیاء کی خریداری کے لیے مرحمت فرمائے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ہمراہ بھیجا تا کہ اگر سامان زیادہ ہو تو آسانی سے مل کر اُٹھا لیں۔

اس رقم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ''جہیز'' کا سامان خریدا، ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پتے تھے۔ ایک گدا تھا جو اُون سے بھرا ہوا تھا، ایک عبا، ایک پردہ اور چند مٹی کے برتن تھے جو کہ خرید کیے گئے تھے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک چادر، ایک مشک اور دو چکیاں بھی شامل تھیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ بستر کے ساتھ پلنگ یعنی چارپائیاں بھی تھیں، ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اس سامان میں یہ چیزیں تھیں ایک پیراہن، ایک خیبری چادر جو کرس نامی کپڑے

سے بنی ہوئی تھی اور دو پاٹ کی تھی اس کے دونوں پاٹ کھجور کی چھال سے سیئے ہوئے تھے، دو گدے ایک میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے دوسرے میں دنبے کی اُون، چار چرمی تکیئے تھے جو طائف میں تیار ہوئے تھے جن میں اذخر (گھاس) بھری ہوئی تھی، ایک اُونی پردہ، ایک چٹائی، ایک چکی، ایک تانبہ کا بادیہ، پانی پینے کے لیے چمڑے کا بنا ہوا ایک برتن، ایک لکڑی کا کاسہ، ایک مشک، ایک لوٹا اور مٹی کے چند برتن۔

جب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ''جہیز'' کا یہ مختصر سامان حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا تو چشم ہائے مبارک میں آنسو آ گئے اور دُعا فرمائی، اے اللہ! اس قوم پر برکت نازل فرما جس کے بہترین برتن مٹی کے ہیں۔

ذرا غور فرمایئے سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ''جہیز'' کے سامان پر اور پھر سوچئے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کس چیز کی کمی تھی وہاں تو پوری دنیا اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ دست بستہ حاضر تھی اور کائنات ارضی و سماوی کے تمام خزانے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کھلے ہوئے تھے مگر سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اہل دنیا کے سامنے ایک ایسا نمونہ پیش کرنا تھا کہ جس کی پیروی کرنا ہر مسلمان کے لیے لازم تھا مگر سوچئے کہ آج ہم میں سے کون اس بے مثال اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے ڈٹ جاتا ہے اور جہیز کے نام پر سسرال والوں کو تنگ نہیں کرتا یا جہیز نہ لینے کے لیے اپنے سسرال والوں کو پہلے سے آگاہ کرنے کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے۔

جہیز کی خرابیاں:

آج ہمارے معاشرے میں صورت حال اس قدر گھمبیر ہو چکی ہے کہ ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی شخص اپنی بیٹی کی شادی کے سلسلہ میں صرف اس لیے پریشانی کا شکار ہے کہ اس کے پاس اپنی بیٹی کو دینے کے لیے لمبا چوڑا جہیز کا سامان نہیں ہے جبکہ کھاتے پیتے گھرانوں کے لوگ شادیوں میں اپنی نمود و نمائش کے وہ مظاہرے دکھاتے ہیں

کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے ایسی ایسی مذموم رسومات انجام دیتے ہیں کہ جو ملکی معیشت کی تباہی کا باعث ہیں اور کسی بھی صورت ایک اسلامی ملک میں شادی کے موقع پر جہیز کی نمائش جائز نہیں سمجھی جاسکتی اور نہ ہی اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

بعض اسلامی ممالک میں تو شادی بیاہ، منگنی اور رخصتی کے موقع پر کسی قسم کی فضول خرچی کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا علماء کرام نکاح پڑھا دیتے ہیں دولہا دولہن سرکاری رجسٹر پر دستخط کر دیتے ہیں ایک سادہ سی تقریب میں نکاح کی رسم ادا ہو جاتی ہے اور صرف چائے یا شربت کا اہتمام کر دیا جاتا ہے نہ دینا نہ لینا نہ باجے نہ دیگوں کی کھڑ کھڑاہٹ اور نہ ہی جہیز کی نمائش لگائی جاتی ہے۔ جوڑے ایجاب و قبول کرتے جاتے ہیں اور کسی ہال میں چائے پینے کے بعد سب لوگ ہنسی خوشی رخصت ہو جاتے ہیں لیکن ہمارے ہاں تو صورت حال ہی مختلف ہے جب کسی کے ہاں بیٹی کی پیدائش ہوتی ہے تو وہ خوشی کا اظہار کرنے کی بجائے عام طور پر مغموم ہو جاتے ہیں اس کی وجہ لڑکی کی شادی کی فکر ہے، مستقبل میں ہونے والے بے پناہ اخراجات اور جہیز کی ڈیمانڈ، ان مصارف کو معمولی آمدنی والے افراد کسی صورت پورا نہیں کر سکتے۔

بعض اوقات تو لڑکے والے نقد رقم یا خصوصی جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس طرح لڑکی کے والدین کو عملی طور پر معاشی مصائب کا شکار بنا دیتے ہیں کئی شقی القلب لوگ اپنی مرضی کا جہیز نہ ملنے کی صورت میں لڑکیوں کو طلاق تک دے دیتے ہیں اور بعض تو انسانیت کی حدیں اس درجہ پھلانگ جاتے ہیں کہ جہیز نہ لانے کی صورت میں لڑکیوں کو زندہ جلا دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے بھی نہیں ڈرتے۔ بعض خاندانوں کی شریف، سلیقہ شعار اور باحیا لڑکیاں، جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ماں باپ کے گھروں میں بیٹھی رہ جاتی ہیں۔ اگر ہم اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں تو ہمیں کئی ایسی مثالیں نظر آئیں گی جن کا حال جان کر انتہائی دُکھ ہوتا ہے ایسی بچیوں کے والدین ایک مسلسل ذہنی عذاب میں مبتلا رہتے ہیں وہ معاشرے کی اس بُری رسم سے نجات کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

آج شادیوں میں جس دھوم دھام اور نمود و نمائش سے جہیز دینے اور جہیز لینے کا رواج فروغ پا چکا ہے اس کو دیکھ دیکھ کر متوسط طبقے کے لوگ احساس محرومی کا شکار ہو رہے ہیں اور اپنی بساط سے بڑھ کر لڑکے والوں کی خدمت میں جہیز پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ لڑکے والوں کی کماحقہ خواہش پوری کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ کئی لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کی ڈیمانڈ اس وقت سامنے آتی ہے جب شادی کے سلسلہ میں سب کچھ طے پا چکا ہوتا ہے اور شادی کی تاریخ کا اعلان ہو گیا ہوتا ہے ایسی صورت حال میں لڑکی کے والدین مجبور ہو جاتے ہیں اور قرض لے کر اس مسئلے سے نبٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ غور کیجئے کہ اگر کسی شریف اور سفید پوش آدمی کی چھ یا سات بیٹیاں ہوں تو وہ کس ذہنی کرب و کوفت میں مبتلا ہو گا۔

آج ہم سب کی مجموعی ذمہ داری ہے کہ جہیز کی لعنت کو ختم کرنے میں ہر کوئی اپنا اپنا کردار ادا کرے ہر انسان دوسرے انسان کا درد سمجھے اور محسوس کرے باہمی محبت و اخوت کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرے ایک دوسرے کا احساس جب سب لوگوں میں پیدا ہو جائے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ جہیز کی رسم کو ختم نہ کیا جا سکے ہم سب انسان ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اگر انسان ہی انسان کے کام نہ آئے گا تو پھر کون کام آئے گا یہ ایک انسانی مسئلہ ہے اپنی سوچ کے زاویوں کو درست کرتے ہوئے ہم سب کو مل کر اس بارے میں جہاد کرنا چاہیے۔

شادی کی فضول رسومات سے اجتناب کرنا چاہیے:

آج کل ہم مسلمانوں میں شادی بیاہ کے موقع پر نام نہاد اور فضول رسومات کے نام پر جس قدر فضول خرچی اور روپے پیسے کا ضیاع ہو رہا ہے یہ طوفان کسی طرح تھمتا دکھائی نہیں دیتا یہ کوئی خیال نہیں کرتا کہ جس رسم کو ہم انجام دے رہے ہیں وہ شرعاً واجب یا سنت یا مستحب ہے یا نہیں، بس ایک دوسرے کی دیکھی دیکھی سب کرتے چلے جا رہے ہیں اور ایک دوسرے سے بڑھ کر کرتے ہیں۔ کچھ لوگ رسموں کی اس قدر پابندی کرتے ہیں کہ ناجائز

فعل بھی کرنا پڑے تو کر گزرتے ہیں مگر رسم کو نہیں چھوڑتے۔لڑکی جوان ہے اور رسموں کے ادا کرنے کے لیے ان کے پاس رقم نہیں تو یہ نہ کریں گے کہ رسمیں چھوڑ دیں اور سادگی سے نکاح کر دیں کہ دل ودماغ پر جو ایک طرح کا بوجھ، اور سوچ سوار ہے وہ ختم ہو جائے بعض لوگ رسموں کو پورا کرنے کے لیے قرض لے کر اپنے آپ کو سود کے چکر میں پھنسا لیتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ جس طرح سود دینا حرام ہے اسی طرح سود لینا بھی حرام ہے حدیث مبارکہ میں دونوں پر لعنت آئی ہے۔اس طرح وہ اللہ ورسول کی لعنت کے سزاوار ہوتے ہیں مگر رسمیں چھوڑنا گوارا نہیں کرتے پھر اگر کچھ زمین جائیداد وغیرہ ہے تو وہ بھی سودی قرضہ میں غائب ہوگئی اور سر چھپانے کا ٹھکانہ بھی نہ رہا۔شادی کے موقع پر فضول رسومات میں پیسہ ضائع کرنے اور فضول خرچی کے باعث بہت سے مسلمان بعد میں پریشان ہوتے ہیں اور پھر ان کا کوئی پرسان حال بھی نہیں ہوتا۔

آج کل شادی کی دعوت ہوٹلوں میں چل رہی ہے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں خرچ کر دیئے جاتے ہیں، خیال یہ ہوتا ہے کہ رعب بیٹھے، ہمارا کہنا یہ ہے کہ آپ کا رعب وداب ہماری سر آنکھوں پر مگر آپ اپنی جیب دیکھیے ہم پر رعب جما کر آپ کو کیا ملے گا۔اسلام اس مرحلے پر اپنی تعلیم کو پیش کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ خرچ کم سے کم کرو، ضروریات کو معقولیت کی ترازو میں تولو، خواہشات کو کنٹرول میں رکھو، کھٹا رعب جمانے کی کوشش نہ کرو، کھوکھلی شان نہ جتاؤ۔کیونکہ ایسا کر کے تم ہی مرو گے۔دوسروں کا کچھ نہیں بگڑے گا۔لوگ کھا کر خوش ہو کر مبارکباد دے کر چلے جائیں گے، تم قرض دار کے بیٹے بنو گے۔حد میں رہو کوئی پریشانی نہیں ہوگی نہ کسی کے پاس ہاتھ پھیلانے کی ضرورت پڑے گی۔نہ دل کو رنج ہوگا۔اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے حکم پر چلو گے تو آرام اور آسانی رہے گی، شیطان کی بناوٹی راہ اختیار کرو گے تو مصیبت میں پڑو گے، اللہ نے اسراف کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے، تو اس میں بہت بڑی حقیقت بھی پوشیدہ ہے آپ کسی مالدار یا نئے دولت مند کے ساتھ رہئے اور دیکھئے کہ اس میں کتنی شیطانیت ہوتی ہے اور وہ کیا کیا کرتا ہے۔

قرآن حکیم بھی مسلمان سے یہی کہتا ہے کہ " وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا

وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (۲۷)۔ (القرآن سورۃ الفرقان ۱۹)

ایمانداروں کی صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں (کہ معصیت اور برے کام میں خرچ کرنے لگیں) اور نہ تنگی کرتے ہیں کہ طاعت ضروریات میں بھی خرچ کی کوتاہی کریں اور یہ بھی فضول خرچی میں شمار ہے کہ بلا ضرورت استطاعت سے زیادہ مباحات میں یا طاعت غیر ضروریات میں خرچ کریں۔

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ راہ خدا میں چاہے کتنا ہی خرچ کرو اسراف نہیں ہوگا، ہاں خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں جو کچھ خرچ کرو گے وہ اسراف ہے۔

(بحوالہ تفسیر ابن کثیر جلد۴ پ۱۹ ص۱۹)

شادی بیاہ کے موقع پر اکثر رواج ہے کہ محلہ یا رشتہ داروں کی عورتیں جمع ہوتی ہیں گاتی بجاتی ہیں یہ حرام ہے کہ اولاً ڈھول بجانا ہی حرام پھر عورتوں کا گانا اس سے بڑھ کر۔عورتوں کی آواز نامحرموں کو پہنچنا اور وہ بھی گانے کی وہ بھی عشق ومحبت کے گیت۔جو عورتیں اپنے گھروں میں چلا کر بات کرنا اچھا نہیں سمجھتیں گھر سے باہر آواز جانے کو بُرا جانتی ہیں ایسے موقع پر وہ بھی شریک ہو جاتی ہیں گویا ان کے نزدیک گانا کوئی عیب ہی نہیں کتنی ہی دُور آواز جائے کوئی حرج نہیں پھر ایسے گانوں میں جوان کنواری لڑکیاں بھی ہوتی ہیں ان کا ایسے گیت گانا یا سننا ضرور ان کے دل میں بُرے خیالات پیدا کرے گا دبے جوش کو ابھارے گا اور اخلاق وشرافت پر اس کا بُرا اثر پڑے گا یہ باتیں ایسی نہیں کہ جن کے سمجھانے کی ضرورت ہو۔

موسیقی اور گانے کو بعض لوگ یہ کہہ کر رواج دینا چاہتے ہیں کہ اس سے طبیعت میں نرمی آتی ہے اور جذبات میں امنگ پیدا ہوتی ہے اور یہ روح کی غذا ہے۔حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔صحیح یہ ہے کہ موسیقی سے شہوت بھڑکتی ہے اور ہوس کی آنچ تیز تر ہوتی ہے اور اگر موسیقی سے وہ سب ہوتا، جو اوپر مذکور ہے تو سب سے پہلے گویوں اور سازندوں کی طبیعتوں میں نرمی آتی، ان کے اخلاق سنورتے۔جبکہ ہم سبھی گانے بجانے والوں کو دیکھتے ہیں کہ ان کے اندر کجروی، گمراہی اور بے حیائی عام ہے مزید افسوس اس سے ہوتا ہے کہ بعض لوگ

دف پر قیاس کر کے شادی بیاہ کے موقع پر گانا اور موسیقی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی محض بہتان ہے۔ اس لیے کہ موجودہ موسیقی کی متعدد شکلیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی موجود تھیں اور ان سے آپ ﷺ نے منع فرمایا مثلاً آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

''میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو زنا، ریشم اور موسیقی کو حلال قرار دیں گے۔'' (بخاری شریف۔ ابوداؤد)

آج کل شادی بیاہ کے موقعوں پر جس طرح روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے اور جس کی بدولت بسا اوقات ریاکاری اور سودی قرض کی بھی نوبت آجاتی ہے اور آدمی بھاری بھرکم قرض میں برسہابرس، گلے تک ڈوبا ہوتا ہے اور جب قرض خواہ بار بار تقاضا کرتا ہے اور مقروض ادائیگی سے قاصر ہوتا ہے تو اس شخص کا پورا خاندان اور اس کا مستقبل گہری تاریکی میں ڈوب کر رہ جاتا ہے اور اس کا سب کچھ قرق ہو جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ شادی کی ان مجلسوں میں مردوزن کے اختلاط اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی حرام کاری کو شامل کر لینا چاہیے۔ بالخصوص جہاں عورتیں نیم عریاں ہوتی ہیں۔ دنیادار اور بازاری گانے اور ناچنے والیاں ڈیرے جماتی ہیں، شراب وشباب کا دور چلتا ہے اور یہ سب صرف لوگوں کو خوش رکھنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ خواہ اللہ تعالیٰ کیسا ہی ناراض ہو۔

ہمارے ہاں یہ بات بھی عام ہے کہ لڑکے والے بارات کا خصوصی طور پر اہتمام کرتے ہیں اور دوسروں کو دکھانے کی خاطر حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں، وزیروں اور مشیروں وغیرہ کو صرف اس لیے بلاتے ہیں کہ ان کا رعب قائم ہو اور اس کام میں وہ اپنی عزت سمجھتے ہیں۔ بارات میں اس قدر لوگوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے کہ چاہے لڑکی والے اتنی استطاعت ہی نہ رکھتے ہوں کہ وہ اتنی بڑی بارات کے طعام وغیرہ کا خرچ برداشت کر سکیں مگر لڑکے والے اپنی جھوٹی شان وشوکت دکھانے کی غرض سے ایسے موقع کو ضائع نہیں جانے دیتے حالانکہ لڑکے والے سادگی سے شادی کی انجام دہی کے لیے چند قریبی بزرگوں کو بھی ساتھ لے کر جا سکتے ہیں اور اس سے ان کی شادی میں کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ اس سے ان کو بھی فائدہ ہی ہوتا

ہے کہ وہ فضول رسموں اور روپے پیسے کے ضیاع سے بچ جاتے ہیں دونوں خاندانوں کی اس میں بھلائی ہوتی ہے۔ عہد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس طرح کی باراتوں کا کوئی رواج نہ تھا جس طرح کہ آج کل خصوصی اہتمام کے ساتھ دعوت نامے بھیج کر بارات کو تیار کر کے لڑکی والوں کے گھر لے جایا جاتا ہے۔ مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی کی مثال اسی حوالے سے ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (جو تمام صحابہؓ میں سب سے زیادہ مالدار صحابی تھے اور جن کو جنت کی خوشخبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں دے دی تھی) کے ہاتھوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ زردی کا نشان دیکھا جو شادی کے موقع پر ملا جاتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبدالرحمان ''ماھذا'' یہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے جواب دیا ''انی تزوجت امراۃ'' یعنی میں نے ایک عورت سے شادی کر لی ہے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بارک اللہ'' اللہ برکت دے۔

(بحوالہ صحیح بخاری و مسلم شریف)

تمام صاحب عقل اور اہل فہم اس حدیث پاک پر غور کریں کہ اس شادی کا علم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہ ہوا، اور علم ہوتا کیسے، جب شادی ہی بے بارات کے تھی، آج کل جو شادی بارات اور واہیات کی شکل اختیار کر کے ہوتی ہے وہ سب دولت پرست اور شہرت پرست کی جہالت ہے، شریعت کی تہذیب نہیں، ورنہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے صحابی کی بارات کے لیے حضورؐ سے بھی زیادہ کوئی معزز باراتی میسر ہو سکتا تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قریب رہتے ہوئے وہ بارات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بلاتے، یہ کبھی نہیں ہو سکتا، جب اس وقت بارات کا رواج ہی نہ تھا تو یہ بات کیسے ممکن ہو گی؟

جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا ہے کہ دن بدن شادی بیاہ کے سلسلہ میں فضول خرچی اور فضول رسومات کا رجحان بڑھتا ہی جا رہا ہے اور اس میں کسی طرح کی کمی ہوتی دکھائی نہیں دیتی نت نئی رسومات اس موقع پر ادا کی جاتی ہیں کہ عجیب سا محسوس ہوتا ہے صرف اور صرف

روپے پیسے کی نمود ونمائش اور روپے کا نہایت بے دریغی سے ضیاع ہوتا ہے۔

آج کے دور کی شادیوں اور آج سے 30 یا 40 سال پہلے کی شادیوں اور رسومات میں زمین آسمان کا فرق ہے کیونکہ دور حاضر کی تقریبات میں بناوٹ کا لبادہ زیادہ نمایاں ہے۔ آج کل کی شادیاں سات آٹھ دن سے کم کی نہیں ہوتیں۔ مائیوں، دودن کی مہندی، ڈھولکیاں، بارات، ولیمہ، مکلاوہ ان دنوں میں تو دولہا دلہن صرف تیار ہو کر، سج کر بیٹھنے کے ہی پابند ہوتے ہیں جبکہ ان تمام دنوں میں تمام خاندان والے شادی کی تقریبات میں مصروف ومشغول ہوجاتے ہیں افسوس کی بات ہے کہ اب ہمارے ہاں کی شادیوں میں سجاوٹ، بناوٹ اور رسومات حد درجہ بڑھتی جارہی ہیں دراصل ہم لوگ دوسرے ممالک کے لوگوں کا کلچر بہت جلد اپنا لیتے ہیں۔ تبھی ہماری شادی کی تقریبات میں بھی غیر ملکی سٹائل زیادہ نظر آرہے ہیں۔ مائیوں یعنی دلہن کو ابٹن وغیرہ لگانا یہ سب ہمارے ہاں کا تصور نہیں تھا۔ اس کے علاوہ سارے فنکشن میں گیندے کے پھول ہی پھول دکھائی دیتے ہیں۔ یہ تمام روایات ہم نے اپنے ہمسایہ ملک کی اپنائی ہوئی ہیں۔ کسی ڈرامے سے متاثر ہو کر اور کوئی کسی فلم کے سین سے متاثر ہو کر ویسی ہی ڈیکوریشن کرنے کی خواہش کرتا ہے اور لڑکے لڑکیاں بھی ان کے کپڑوں سے متاثر ہو کر اپنے کپڑوں کی ڈیزائننگ کرواتے ہیں اگر دیکھا جائے تو کیسری (مالٹئی) رنگ کا رواج بھی ہمارے ہاں وہیں سے آیا اور اب بہت عام ہو گیا ہے۔

خاص طور پر سٹار پلس کے ڈرامے پاکستان میں بہت مشہور ہیں اور خواتین انہیں انتہائی دلچسپی سے دیکھتی ہیں اور انہی ڈراموں کی وجہ سے زیادہ تر شادیوں کی رسومات اور کلچر ہمارے ہاں اپنایا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے اب لڑکیوں کے کپڑوں میں بھی وہی ڈیزائن دیکھنے کو ملتے ہیں۔ شادیوں کی ساری سجاوٹ اور دیگر کام ان کو دیکھ کر ہی اپنائے جارہے ہیں کہ فلاں ڈرامے میں شادی پر اس طرح انتظام کیا گیا۔ مہندی کی سجاوٹ یوں کی گئی۔

چند سال پہلے تک شادیوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کا ایک ساتھ ناچ گانا مناسب نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن اب سب کچھ عام ہو گیا ہے۔ گھر کے بزرگ اسے برا بھی سمجھیں تو

بھی اہمیت نہیں دی جاتی اور ''پرانے خیالات'' کہہ کر بات ختم کردیتے ہیں۔ حالانکہ شادی بیاہ ہی ایک ایسا موقع ہوتا ہے جس میں تمام لوگوں کو مل بیٹھنے کا موقع ملتا ہے مگر بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جدید طرز کا سامان اور نمود ونمائش سے بھرپور شادیوں کو دیکھ کر اکثر لوگ احساس کمتری کا شکار ہوجاتے ہیں۔ یہ سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حسن سادگی میں رکھا ہے وہ نمود ونمائش میں نہیں ہے بلکہ دوسروں کی دلآزاری کا باعث ہے۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی سادگی کو ہی پسند کرتے تھے اس لیے ہمیں بھی چاہئے کہ ہم لوگ بھی سادگی سے کام لیں اور اپنا کلچر نہ بھولیں۔

بعض لوگ تو شادی کی رسومات کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں اور ان کا اس حد تک اہتمام کرتے ہیں کہ یہ نہ ہوں تو اسے غمی اور مرگ کی محفل سے تعبیر کرتے ہیں وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک تو گناہ اور شریعت کی مخالفت ہے دوسرے مال برباد کرنا ہے تیسرے تمام تماشائیوں کے گناہ کا یہی سبب ہے اور سب کے مجموعہ کے برابر اس پر گناہ کا بوجھ اور بعض جگہ ناچ کا رواج تو ضرور پورا کیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ یہ کھلی ہوئی بے حیائی ہے چھوٹے بڑے حتیٰ کہ باپ بیٹے تک ایک مجلس میں یہ بے حیائی کا کام دیکھتے اور اپنی بے حیائی کا ثبوت دیتے ہیں علاوہ حرام وگناہ ہونے کے فضول خرچی بھی ہے یہی پیسہ بچے تو دوسرے جائز طریقہ سے بھی خوشی کا اظہار ہوسکتا ہے اس کی کیا ضرورت ہے کہ حد شرع سے گزر کر ہی خوشی منائی جائے۔

ہم لوگ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے کا ارادہ کرلیں تو کسی طرح کی کوئی رسم اختیار نہ کرنی پڑے۔ سادگی کے ساتھ ایک مرد وعورت کا رشتہ شرعی ایجاب وقبول کے ذریعہ جوڑ دینا کافی ہے۔ اتنے سے کام میں کوئی مصیبت اور بکھیڑا نہیں۔ جو پابندیاں خود اپنے سر لگائی ہیں۔ ان کی وجہ سے مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔ منگنی کی رسموں سے شادی کے دن اور اس کے بعد کھانے پلانے آنے جانے کی رسموں تک لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں اور سینکڑوں ناجائز کام کیے جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہم سب کو سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری سنت مطہرہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شادی کی پہلی شب

دولہا کو چاہیے کہ شادی کی پہلی شب جب دلہن کے پاس جائے تو چند اچھی باتیں اس کے ضرور گوش گزار کرے اس لیے کہ اُس کی یہ کی ہوئی باتیں آنے والے دنوں میں اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہوں گی چونکہ دلہن اس کے گھر میں نئی نئی بیاہ کر آئی ہے وہ دولہا کی عادات وخصائل سے واقف نہیں دولہا کے گھر والوں کے اطوار سے اسے آگاہی نہیں اپنی ساس کے متعلق وہ کچھ نہیں جانتی کہ اس کا مزاج کیا ہے۔ دولہا اگر پہلی ہی رات مختصر طور پر اپنی بیوی کو اپنی پسند وناپسند کے بارے میں بتادے اپنے گھر والوں کی عادات سے مطلع کردے تو دُلہن کو گھر کا ماحول سمجھنے میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے اس سے وہ ان کاموں سے محتاط ہو جاتی ہے جس کو اس کا خاوند اور ساس وغیرہ پسند نہیں کرتے یا جن کے کرنے سے گھر کا ماحول ناخوشگوار ہونے کا خدشہ ہوسکتا ہے۔

چونکہ زیادہ تر گھروں میں ساس اور بہو کے جھگڑے ضرور ہوتے ہیں خواہ کتنے ہی مہذب یا پڑھے لکھے گھرانے ہوں ساس بہو کا جھگڑا معمولی سی بات پر بھی ہو جایا کرتا ہے اس لیے ایسی صورت حال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دولہا کو چاہیے کہ وہ پہلی شب اپنی بیوی کو یہ بات اچھی طرح سے سمجھادے کہ گھر میں میری والدہ اور بہنیں بھی موجود ہیں اگر کبھی کسی وجہ سے کسی معاملہ پر ناگواری پیدا ہو جائے تو درگزر سے کام لینا بات کو بڑھنے نہ دینا کوشش کرنا کہ جھگڑے کی نوبت ہی نہ آئے اگر تم یہ سمجھو کہ زیادتی میری والدہ کی طرف سے ہوئی ہے اور تم اپنی بات میں حق بجانب ہو تو پھر بھی چونکہ وہ گھر کی بڑی ہیں اور تمہاری بھی ماں کی جگہ پر ہیں اس لیے تم برداشت سے کام لینا اگر تم ان سے بحث نہ کرو گی اور اُن کو خوش اور راضی

کرنے کے لیے ایک جملہ یہ کہہ دو گی کہ اس میں میری غلطی ہے آئندہ ایسا نہیں ہوگا تو انشاء اللہ تعالیٰ بات وہیں پر ختم ہو جائے گی اور جھگڑا پیدا نہیں ہوگا۔

اس کے علاوہ بیوی کو یہ نصیحت بھی کرے کہ اگر بالفرض میری والدہ اور میری بہنوں کی طرف سے تمہارے دل کو کوئی ٹھیس پہنچے یعنی وہ تمہارے کھانے میں نقص نکالیں یا تمہاری کوئی چیز اُن سے خراب ہو جائے یا کوئی ایسی بات ہو جائے کہ جس کا نتیجہ جھگڑے کی صورت میں نکلے تو خود ہی معاملے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے خوش اسلوبی سے معاملہ رفع دفع کر دینا اور صبر و برداشت سے کام لیتے ہوئے خاموشی اختیار کر لینا کوئی تلخ جواب نہ دینا اور کوشش کرنا کہ جھگڑا بڑھنے نہ پائے۔

اکثر بیویوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ خاوند کے مزاج کا خیال نہیں رکھتیں گھر میں خاوند کی غیر موجودگی میں اگر کوئی بات معمول سے ہٹ کر ہو جائے یا ساس کے ساتھ معمولی سا جھگڑا ہو جائے یا نندوں کے ساتھ تلخ کلامی ہو جائے تو خاوند کے گھر آتے ہی مرچ مصالہ لگا کر خاوند کو اپنا طرفدار بنانے کی کوشش کرتی ہیں اپنی ساس کے خلاف کان بھرتی ہیں نندوں کے خلاف بڑھا چڑھا کر بیان کرتی ہیں جس سے بعض خاوند غصے میں آجاتے ہیں اور اس طرح گھر کا ماحول مزید خراب ہو جاتا ہے اکثر خاوند یا تو اپنے گھر والوں پر اپنا غصہ اُتارتے ہیں یا پھر بعض اپنی بیوی پر ہی برس پڑتے ہیں کہ تم میری ماں اور بہنوں کے بارے میں اس طرح کی زبان کیوں استعمال کرتی ہو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جھگڑا ختم ہونے کی بجائے بڑھ جاتا ہے اس لیے دولہا کو چاہیے کہ وہ پہلی شب ہی اپنی بیوی کے گوش گزار یہ بات کردے کہ گھر میں معمولی جھگڑا ہو جانا کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس کو بنیاد بنا کر گھر کا اچھا بھلا ماحول خراب کر دیا جائے اور میری ماں اور بہنوں کے متعلق دل میں بغض وعناد رکھ لیا جائے۔ ایسا کبھی نہ کرنا کیونکہ اس طرح گھر کا ماحول ہمیشہ خراب ہی رہتا ہے۔ اگر کوئی بات ہو بھی جائے تو اسے اپنے تک ہی محدود رکھنا اور خود ہی اپنے حسن سلوک سے معاملے کو سلجھا لینا میرے گھر آنے پر مجھ سے ہرگز میری ماں اور بہنوں کی شکایت نہ کرنا۔ اگر تم میری اس بات پر عمل کرو گی تو ضرور تمہیں اس کے فوائد حاصل ہوں گے۔

دلہن کو یہ نصیحت بھی کرے کہ بغیر میری ماں اور میرے باپ کے رائے لیے ہرگز ہرگز کوئی کام نہ کرنا اس سے ان کے دلوں میں تمہاری قدر و قیمت پیدا ہوگی اور وہ تجھ سے محبت کے ساتھ پیش آئیں گے۔ علاوہ ازیں پہلی شب اپنی بیوی کو اپنی عادات کے بارے میں بھی مختصر طور پر آگاہ کرے روزانہ کے معمولات اُسے بتادے تاکہ بیوی کو اس کے روز مرہ کے معمولات سے آگاہی ہو جائے اپنی پسند اور ناپسند سے اس لیے آگاہ کردے کہ بیوی اس کا اچھی طرح سے خیال رکھے۔ اس طرح کی باتیں کرنے کے بعد اپنی بیوی سے بھی اس کی عادات پوچھے اس کے میکے والوں کے متعلق دریافت کرے اور اچھے الفاظ میں اپنی بیوی کی تعریف بھی کرے تاکہ بیوی کے دل میں اس کی قدر و قیمت پیدا ہو اور بیوی یہ نہ خیال کرے کہ خاوند پہلی رات ہی اس پر اپنا حکم چلا رہا ہے۔

دعا پڑھنا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنے لگے تو پہلے یہ دعا پڑھے:

بِسمِ اللهِ. اَللّٰهُمَّ جَنِّبنَا الشَّيطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيطَانَ مَا رَزَقتَنَا.

ترجمہ: ''اللہ کے نام سے۔ اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ فرما اور جو اولاد ہمیں دے، شیطان کو اس سے دور رکھ!''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ یہ پڑھ لینے کے بعد اگر اللہ تعالیٰ انہیں اولاد سے نوازے گا، تو شیطان وغیرہ کبھی انہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ (بخاری)

دعا پڑھنے کا فائدہ:

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جب تو اپنی بیوی کے پاس جائے اور مذکورہ دعا پڑھ لے اور اسی صحبت سے خدا کوئی اولاد بخشے، تو اس کے اور اس کی اولاد کے سانس کی گنتی کے برابر تیرے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔''

(حوالہ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳)

آج کل اکثر لوگوں کو یہ شکایت رہتی ہے کہ اولاد نافرمان ہے وغیرہ وغیرہ لیکن جب معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اولاد کی پرورش بھی رزق حلال سے کی تو پھر افسوس ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے تو غور کرنے سے اور بعض لوگوں کے حالات سے معلوم ہوا کہ ایک تو ان کو جماع کرنے کی دُعا سرے سے آتی ہی نہیں اور دوسری غلطی جو اکثر لوگوں سے معلوم کرنے پر سمجھ میں آئی وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ جب جماع سے فارغ ہوئے اور پھر دوبارہ دل چاہا تو نہ انہوں نے استنجاء کیا اور نہ ہی وضو یا غسل، جس کا غالباً نتیجہ یہ نکلتا ہے کیونکہ ناپاکی کی حالت میں جو نطفہ قرار پاتا ہے تو اس سے ویسا ہی پھل ملتا ہے جبکہ اس عمل کے لیے سیدنا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو طریقہ ملتا ہے وہ یہ ہے کہ اولاً تو ہر مسلمان کو دُعا یاد ہونی چاہیے وہ دُعا پڑھ کر اپنی بیوی کے ساتھ انسانوں کی طرح ہم بستر ہو، نہ کہ وحشی جانور کی طرح، پھر فارغ ہونے کے بعد غسل جنابت سے پہلے اگر دوبارہ دل چاہے یا سردی یا کسی اور معقول وجہ سے غسل نہیں کر سکتے تو پھر اُٹھ کر دونوں استنجاء کر کے وضو کرلیں تو پھر دوبارہ ہم بستر ہوں۔

پردہ کا لحاظ رکھنا:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! تم میں سے کوئی شخص اپنی منکوحہ پر اس طرح نہ جا پڑے، جس طرح چوپائے جانور پڑتے ہیں۔ بلکہ دونوں کو چاہیے کہ پہلے پیار محبت کی باتیں کریں اور بوسہ وغیرہ سے کام عمل میں لائیں۔ (الحدیث ابو منصور الدیلمی احیاء ج ۲ ص ۱۲۴)

حضرت عتبہ ابن عد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنی زوجہ سے جماع کرے تو ان دونوں کو چاہیے کہ گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں۔ کیونکہ جو شخص جسم کھلا ہوا بے پردگی کے ساتھ جماع کرتا ہے فرشتے اس کے قریب بھی نہیں رہتے بلکہ بہت دور ہٹ جاتے ہیں، اور شیطان قریب آ کر ایک ساتھ جماع کرتا ہے پھر اولاد دنیا میں شیطان کی بدی کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔

(حدیث ابن ماجہ وغنیۃ الطالبین ص ۱۳۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نصیحت کی، اس نے ایک کنواری لڑکی سے شادی کی تھی۔ لیکن اسے اندیشہ تھا کہ لڑکی اس سے بغض رکھے گی۔ آپ نے فرمایا جب تو اس کے پاس جانا تو اسے دو رکعت نماز پڑھنے کے لیے کہنا۔ پھر یہ دعا پڑھنا:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ اَھْلِیْ وَ بَارِکْ لَھُمْ فِیَّ اَللّٰھُمَّ اجْمَعْ بَیْنَنَا مَاجَمَعْتَ بِخَیْرٍ وَ فَرِّقْ بَیْنَنَا اِذَا فَرَّقْتَ بِخَیْرٍ۔

(طبرانی)

ترجمہ: ”اے اللہ! میرے اہل وعیال میں برکت فرما اور ان کے لیے میرے اندر برکت فرما۔ اے اللہ! جب تک ہمیں یکجا رکھ، خیر اور بھلائی کے ساتھ اکٹھا رکھ! اور جب ہمیں علیحدہ فرما، خیر اور بھلائی کے ساتھ علیحدہ فرما۔“

اس میں شک نہیں کہ ان ہدایات میں جہاں دعا کرنے، نماز پڑھنے اور بچوں کی پیدائش کے لیے دعا کے واسطے کہا گیا ہے، ان کے اندر یہ اشارہ بھی مضمر ہے کہ میاں بیوی سمجھ لیں کہ شادی اور سہاگ کی اس رات کا مقصد محض لذت حاصل کرنا اور لطف لینا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد ایک اہم دینی ذمہ داری کی ادائیگی اور ایسے نونہالوں کی پیدائش ہے جن کے سریلے نغموں سے گھر بھر جائے۔ جو بچپن میں خوبصورتی کا پیکر ہوں اور بڑے ہو کر اپنے دین اور اپنی قوم وملت کی خدمت کریں، جس کی انہیں تربیت دی گئی ہے۔

اس طرح سہاگ کی رات سے ہی اسلام میاں بیوی کے اندرونی محاسن کو اجاگر کرتا ہے۔ جنسی وظیفہ کو لذتیت اور شہوت پرستی سے بالاتر ایک ایسا عمل بتاتا ہے جو خود مقصود نہیں، بلکہ محض ایک ذریعہ ہے اور جب یہ نقطہ نظر راسخ ہو گا تو لذت اٹھانے میں اسراف سے بھی وہ احتیاط کریں گے اور اپنی توانائی کو مستقبل کی اہم ذمہ داری پوری کرنے کے لیے محفوظ رکھیں گے۔

غسل جنابت:

مسلمان مرد کے لیے ضروری ہے کہ اسے غسل کے بارے میں مکمل طور پر معلومات ہوں تا کہ وہ پاکیزگی اور طہارت کا لحاظ رکھ سکے اگر اسے اس بارے میں صحیح طرح سے آگاہی نہ ہوگی تو ممکن ہے اُسے ٹھیک طرح سے طہارت اور پاکی بھی حاصل نہ ہو اس لیے اس حوالے سے قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے بلا شبہ اسلام طہارت اور پاکیزگی پر بہت توجہ دیتا ہے اسلامی تعلیمات نے طہارت ونفاست کا درس اس وقت دیا جب دنیا طہارت اور صفائی کے فوائد سے ناواقف تھی۔ غسل کے ضمن میں قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ اِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّھَّرُوْا

ترجمہ: ”اور اگر تم جنب ہو تو خوب پاک ہو جاؤ۔“
یعنی کہ اچھی طرح غسل کرو۔

احادیث مبارکہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس قدر تفصیل کے ساتھ غسل کے احکام کا ذکر فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس بارے میں کیا عمل رہا ہے اس بارے میں بھی آگاہی ملتی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غسل جنابت فرمانا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب غسل جنابت فرماتے تو ابتداء یوں کرتے کہ پہلے ہاتھ دھوتے پھر نماز کا سا وضو کرتے پھر انگلیاں پانی میں ڈال کر ان سے بالوں کی جڑیں تر فرماتے پھر سر مبارک پر تین لپ پانی ڈالتے پھر تمام جلد مبارک پر پانی بہاتے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غسل کے لیے میں نے پانی رکھا اور کپڑے سے پردہ کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو دھویا پھر پانی ڈال کر ہاتھوں کو دھویا پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالا پھر استنجا فرمایا پھر ہاتھ زمین پر مار کر ملا اور دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور چہرہ اور ہاتھ دھوئے پھر سر پر پانی ڈالا اور تمام جسم اطہر پر بہایا پھر اس جگہ سے الگ پائے مبارک دھوئے اس کے بعد میں نے (بدن پونچھنے کے لیے) ایک کپڑا دیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ لیا اور ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے۔ (بخاری ومسلم)

ہر بال کے نیچے جنابت ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، ہر بال کے نیچے جنابت ہے تو بال دھوؤ اور جلد کو صاف کرو۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

ایک بال کی جگہ خشک رہنے پر عذاب:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جو شخص غسل جنابت میں ایک بال کی جگہ بغیر دھوئے چھوڑ دے گا اس کے ساتھ آگ سے ایسا ایسا کیا جائے گا۔ (یعنی عذاب دیا جائے گا) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے میں نے اپنے سر کے ساتھ دشمنی کر لی تین بار یہی فرمایا یعنی سر کے بال منڈوا ڈالے کہ بالوں کی وجہ سے کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔ (ابوداؤد)

غسل کے وقت پردہ کرنا:

حضرت یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو میدان میں نہاتے ملاحظہ فرمایا پھر منبر پر تشریف لے جا کر حمد باری تعالیٰ اور ثناء کے بعد فرمایا، اللہ تعالیٰ حیا فرمانے والا اور پردہ پوش ہے حیا اور پردہ کرنے والے کو دوست رکھتا ہے جب تم میں سے کوئی نہائے تو اسے پردہ کرنا لازم ہے۔

(ابوداؤد)

دوبارہ صحبت سے قبل وضو:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جا کر دوبارہ جانا چاہے تو وضو کر لے۔ (مسلم شریف)

سونے کے بعد غسل کرنے کی اجازت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنب ہوتے اور کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو نماز کا سا وضو فرماتے۔ (صحیحین)

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی کہ ان کو رات میں غسل کی ضرورت ہو جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، وضو کر لو اور عضو تناسل کو دھو لو پھر سو رہو۔ (صحیح بخاری ومسلم)

جنبی کے لیے حکم:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حیض والی اور جنب قرآن مجید میں سے کچھ نہ پڑھیں۔ (ترمذی شریف)

فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس گھر میں تصویر اور کتا اور جنب ہو۔ (ابوداؤد)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، فرشتے تین اشخاص سے قریب نہیں ہوتے ایک کافر کا مردہ دوسرا خلوق (زعفران سے بنائی ہوئی خوشبو جو مردوں پر حرام ہے) میں لتھڑا ہوا اور تیسرا جنب مگر یہ کہ

وضو کرلے۔ (ابوداؤد)

غسل کے مسائل:

غسل میں تین چیزیں فرض ہیں۔

(۱) کلی کرنا: اس سے وہ کلی مراد نہیں ہے جو کہ عام طور پر کی جاتی ہے یعنی تھوڑا سا پانی منہ میں ڈال کر باہر نکال دیا جائے بلکہ اس کلی میں منہ سے حلق تک ہر حصے مثلاً زبان کے نیچے، داڑھوں کے پیچھے، رخسار کی تہہ، دانتوں کی جڑ اور درمیانی خالی جگہوں میں پانی کا پہنچانا ضروری ہے اگر جان بوجھ کر کسی جزو کو چھوڑ دیا گیا تو غسل درست نہیں ہوگا دانتوں میں اگر کوئی چیز لگی ہو تو جو آسانی سے اتر نہیں سکتی۔ جیسے پان کھانے والوں کے دانتوں پر چونے کی تہہ جم جاتی ہے تو یہ تہہ معاف ہے اگر کوئی دانت تار سے باندھا گیا ہو یا مسالہ سے جوڑا گیا ہو تو اس کے نیچے پانی پہنچانا بھی معاف ہے۔

(۲) ناک میں پانی ڈالنا: یعنی دونوں نتھنوں کا جہاں تک نرم جگہ ہے دھونا کہ پانی کو سونگھ کر اوپر چڑھائے بال برابر جگہ بھی دھلنے سے رہ نہ جائے ورنہ غسل نہ ہوگا ناک کے اندر رطوبت خشک ہوگئی ہے تو اس کا چھڑانا فرض ہے نیز ناک کے بالوں کا دھونا بھی فرض ہے۔

(۳) تمام بدن کا دھونا: تمام بدن یعنی سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے تلووں تک جسم کے ہر حصے پر پانی بہانا اس ضمن میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ بعض اعضاء ایسے ہوتے ہیں جن پر اگر توجہ نہ دی جائے تو وہ دھلنے سے رہ جاتے ہیں لہٰذا پہلے ان پر پانی بہا کر خوب اچھی طرح مل لینا چاہیے جسم میں جہاں سلوٹیں ہوں اور جھریاں ہوں ان کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے۔

اگر کسی عضو پر زخم ہو یا پانی بہانے سے تکلیف بڑھنے کا اندیشہ ہو تو اس پورے عضو کا مسح کرلینا چاہیے اگر زخم پر پٹی ہو تو صرف پٹی کا ہی مسح کافی ہوگا مسح کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ پانی سے دھو کر جھٹک دیں اور پھر انہیں پٹی پر پھیر دیں۔

روٹی پکانے والوں کے ناخنوں میں آٹا، کاتبوں اور رنگریزوں کے ہاتھوں پر سیاہی

اسی طرح دوسرے کام کرنے والوں کے ناخنوں پر اگر کوئی ٹھوس چیز ہو اور اس کے صاف کرنے میں مشکل ہو تو بغیر صاف کیے وضو اور غسل صحیح ہو جائے گا۔

نزلہ یا کسی اور بیماری کے باعث جس میں غالب گمان ہو کہ سر پر پانی ڈالنے کی صورت میں مرض میں زیادتی ہوگی یا دیگر امراض پیدا ہو جائیں گے تو گردن سے نہانا چاہیے اور سر پر گیلا ہاتھ پھیر لیں۔ اگر سر کے بال گندھے ہوئے نہ ہوں تو تمام بالوں کی نوک سے جڑ تک پانی بہانا فرض ہے اور اگر گندھے ہوئے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ انہیں کھول کر نوک سے جڑ تک پانی بہائے۔

غسل کی سنتیں:

غسل میں مندرجہ ذیل چیزیں سنت ہیں۔

(۱) نیت غسل یعنی دل میں یہ ارادہ کرنا کہ میں نجاست سے پاک ہو رہا ہوں۔

(۲) تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا۔

(۳) استنجے کی جگہ کو دھونا خواہ وہاں پر نجاست نہ بھی ہو۔

(۴) بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کا دور کرنا۔

(۵) وضو کرنا اور اگر نہانے کی جگہ پر استعمال شدہ پانی جمع ہو جاتا ہو تو پاؤں آخر میں دھونا۔

(۶) تمام بدن پر پانی بہا کر ملنا تاکہ کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے۔

(۷) دائیں کندھے پر تین مرتبہ پانی بہانا۔

(۸) تین مرتبہ بائیں کندھے پر پانی بہانا۔

(۹) تین مرتبہ سر پر سے سارے بدن پر پانی بہانا۔

(۱۰) غسل کے دوران قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا۔

(۱۱) تمام بدن پر ہاتھ سے پانی کو مل کر نہانا۔

(۱۲) غسل خانہ وغیرہ میں نہانا یا کوئی کپڑا ناف سے گھٹنوں تک باندھ لینا اس لیے کہ لوگوں کے سامنے مرد کو ناف سے گھٹنوں تک جسم کا چھپانا فرض ہے۔

(۱۳) غسل کے دوران بات چیت نہ کرنا۔

(۱۴) عورت کو بیٹھ کر نہانا چاہیے اور بہتر ہے کہ غسل کرنے کے فوراً بعد کپڑے پہن لیں۔

ضروری مسائل:

مسئلہ: جس پر غسل واجب ہے اسے چاہیے کہ غسل کرنے میں تاخیر نہ کرے حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر میں جُنب ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور اگر اتنی دیر کر چکا کہ نماز کا آخر وقت آ گیا تو اب فوراً غسل کرنا فرض ہے اب تاخیر کرے گا تو گنہگار ہوگا اور کھانا کھانا یا عورت سے جماع کرنا چاہتا ہے تو وضو کر لے یا ہاتھ منہ دھو لے کلی کر لے اور اگر ویسے ہی کھا پی لیا تو بھی کچھ گناہ نہیں مگر مکروہ ہے اور محتاجی لاتا ہے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ: رمضان المبارک میں اگر رات کو جنب ہوا تو بہتر ہے کہ طلوع فجر سے قبل غسل کر لے کہ روزے کا ہر حصہ جنابت سے خالی ہو اور اگر غسل نہیں کیا تو پھر بھی روزہ میں کچھ نقصان نہیں لیکن مناسب ہے کہ غرغرہ اور ناک میں جڑ تک پانی چڑھانا یہ دونوں کام طلوع فجر سے قبل کر لے کہ پھر روزے کی حالت میں نہ ہو سکیں گے اور اگر غسل کرنے میں اتنی تاخیر کی کہ دن نکل آیا اور نماز قضا کر دی تو یہ اور دنوں میں بھی گناہ ہے اور رمضان میں اور زیادہ۔

(بہار شریعت)

ہمبستری کا مناسب وقت:

ہمبستری کا مناسب وقت وہ ہے جب غذا معدے میں ہضم ہو جائے۔ زمانہ معتدل ہو بھوک نہ لگی ہو، ورنہ جنسی قوت کمزور ہو جائے گی، نہ پیٹ بھرا ہو ورنہ اس صورت میں دیگر امراض میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔ تکان وغیرہ بھی نہ ہو، نہ ہی غسل کیا ہو، تے یا اندرونی دلی تاثر جیسے رنج وغم یا بے اندازہ خوشی اور مسرت کے موقع پر بھی ہمبستری سے پرہیز کرنا چاہیے۔

رات میں تھوڑی دیر سونے کے بعد ہمبستری کرنا بھی مناسب ہے۔ خاص طور پر جبکہ غذا معدے میں ہضم ہو جائے۔ کیونکہ اس کے بعد غسل یا وضو کر کے بآسانی سو سکتا ہے۔

اس سے توانائی لوٹ آتی ہے۔ ہمبستری کے بعد سخت حرکت یا ورزش وغیرہ سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ اس سے نقصان ہوتا ہے۔

کثرت جماع سے پرہیز کرنا چاہیے:

ماہ غسل کو چھوڑ کر بعد کے دنوں میں ہفتہ میں دو مرتبہ سے زیادہ ہمبستری کرنا مناسب نہیں۔ ساٹھ سال کی عمر میں ہو جانے کے بعد ہمبستری میں حد درجہ کمی کر دینی چاہیے کیونکہ کثرت مباشرت سے جسم کو ضرر، عقل میں فتور اور کارکردگی میں تعطل پیدا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ہمبستری میں حد درجہ کمی سے حرارت غزیری پست اور جنسی توانائی ختم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ مزید براں ازدواجی زندگی مفلوج اور کبھی منقطع بھی ہو جاتی ہے۔

باہوش اور سمجھدار بیوی اپنی ذہانت، نرم اخلاق، زیب و زینت سے ہمبستری کی مدت میں توازن پیدا کر سکتی ہے۔ اپنی اور اپنے شوہر کی جوانی کو محفوظ اور تادیر برقرار رکھ سکتی ہے۔

علامہ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب وضاحت کی ہے "جب بچہ نوجوانی کی عمر میں پہنچ کر بالغ ہو تو کثرت جماع سے پرہیز کرے تاکہ اس کا جوہر محفوظ رہے اور بڑی عمر ہونے پر کام آئے کیونکہ بڑھاپے کا امکان ہے اور جو چیز ممکن ہو، اس لیے حفاظتی تدابیر کرنے میں احتیاط ہے۔ لہٰذا بکثرت وقوع پذیر جزء کے لیے اس قسم کی تدابیر کرنا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔

سہاگ رات کی صبح:

سہاگ رات کی صبح شوہر کو چاہیے کہ اپنے گھر کے عزیز و اقارب کو سلام کرے وہ بھی اسے سلام کریں اور اس سے اچھی طرح ملیں۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم المؤمنین حضرت زینب سے زفاف فرمایا، تو عام مسلمانوں کو آپ نے گوشت اور روٹی سیر ہو کر کھلائی۔ پھر آپ دیگر امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں سلام کیا اور ان کے لیے دعائیں

فرمائیں، انہوں نے بھی آپ کوسلام کیا، آپ کے لیے دعائے خیر کی۔ شب عروسی کے اگلے روز آپ کا یہی عمل ہوتا تھا۔

دعوت ولیمہ

دعوت ولیمہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری سنتوں میں سے ہے جس شخص کو دعوت ولیمہ دی جائے اس کو ضرور جانا چاہیے۔

ولیمہ کرنے کا حکم:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زردی کا اثر دیکھا۔ یعنی خلوق کا رنگ ان کے بدن یا کپڑوں پر لگا ہوا دیکھا فرمایا یہ کیا ہے (یعنی مرد کے بدن پر اس رنگ کو نہ ہونا چاہیے یہ کیونکر لگا) عرض کی میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے (اس کے بدن سے یہ زردی چھوٹ کر لگ گئی) فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے لیے مبارک کرے تم ولیمہ کرو اگر چہ ایک ہی بکری سے۔

(بخاری ومسلم)

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شادی (اور ایک روایت میں ہے شادیوں) کے لیے ولیمہ ضروری ہے۔

(مستدرک، حاکم، طبرانی، طحاوی)

ولیمہ میں سادگی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا اُم المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح پر ولیمہ کیا ایسا ولیمہ ازواج مطہرات میں سے کسی کا نہیں کیا۔ ایک بکری سے ولیمہ کیا یعنی تمام ولیموں میں یہ بہت بڑا ولیمہ تھا کہ ایک پوری بکری کا گوشت پکا تھا۔ دوسری روایت انہیں سے ہے کہ اُم المؤمنین حضرت

زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زفاف کے بعد جو ولیمہ کیا تھا لوگوں کو پیٹ بھر روٹی گوشت کھلایا تھا۔

(بخاری ومسلم)

دعوت ولیمہ میں جانے کا حکم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بُرا کھانا ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالدار لوگ بلائے جاتے اور فقراء چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور جس نے دعوت کو ترک کیا (یعنی بلا سبب انکار کر دیا) اس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی۔ ایک روایت میں ہے ولیمہ کا کھانا بُرا کھانا ہے کہ جو اس میں آتا ہے اُسے منع کرتا ہے اور اس کو بلایا جاتا ہے جو انکار کرتا ہے اور جس نے دعوت قبول نہیں کی اس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی (بخاری ومسلم) اور فرمایا جس کو دعوت دی گئی اور اُس نے قبول نہ کی اس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی اور بغیر بلائے گیا تو چور ہو کر گھسا اور غارتگری کر کے نکلا (ابوداؤد) اور فرمایا (شادیوں میں) پہلے دن کا کھانا حق ہے یعنی ثابت ہے اسے کرنا ہی چاہیے۔

اور دوسرے دن کا کھانا سنت ہے اور تیسرے دن کا کھانا سُمعہ ہے (یعنی سنانے اور شہرت کے لیے ہے) جو سنانے کے لیے کوئی کام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو سنائے گا۔ یعنی اس کو سزا دے گا (ترمذی) اور فرمایا جب دو شخص دعوت دینے بیک وقت آئیں تو جس کا دروازہ تمہارے دروازہ سے قریب ہو اس کی دعوت قبول کرو اور اگر ایک پہلے آیا تو جو پہلے آیا اس کی قبول کرو۔

(احمد وابوداؤد)

ولیمہ کا سب سے اہم مقصد نکاح کی تشہیر اور دوستوں، عزیزوں کا سہاگ کے موقع پر جمع ہونا ہے۔ تاکہ سب کا دل خوش ہو۔ دلہن اور دولہے کے ساتھ کوئی حسن سلوک سے پیش آئے۔ انہیں مبارکباد دی جائے تاکہ آپس میں الفت اور محبت پیدا ہوا شارع علیہ السلام کا خصوصی مقصد یہی ہے۔

اس لیے جس کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے، اسے چاہیے کہ دعوت سے پیچھے نہ

ہےنقل ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کھانے کی دعوت فرمائی۔حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا۔میری طرف سے معذرت! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، تمہاری معذرت قبول نہیں ہوگی، چلو اٹھو!

چونکہ دعوت ولیمہ سنت ہے اور ولیمہ یہ ہے کہ شب زفاف کی صبح کو اپنے دوست احباب عزیز واقارب اور محلّہ کے لوگوں کی حسب استطاعت ضیافت کرے اور اس کے لیے جانور ذبح کرنا اور کھانا تیار کرانا جائز ہے اور جو لوگ بلائے جائیں ان کو جانا چاہیے کہ ان کا جانا اس کے لیے خوشی ومسرت کا باعث ہوگا۔ ولیمہ میں جس شخص کو بلایا جائے اس کو جانا سنت ہے یا واجب، علماء کے دونوں قول ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجابت سنت موکدہ ہے ولیمہ کے سوا دوسری دعوتوں میں بھی جانا افضل ہے اور یہ شخص اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا افضل ہے کہ اپنے مسلم بھائی کی خوشی میں شرکت اور اس کا دل خوش کرنا ہے اور روزہ دار ہو جب بھی جائے اور صاحب خانہ کے لیے دعا کرے اور ولیمہ کے سوا دوسری دعوتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ روزہ دار نہ ہو تو کھائے ورنہ اس کے لیے دعا کرے (عالمگیری ردالمختار) مسئلہ دعوت ولیمہ کا یہ حکم جو بیان کیا گیا ہے اس وقت ہے کہ دعوت کرنے والوں کا مقصود ادائے سنت ہو اور اگر مقصود تفاخر ہو یا یہ کہ میری واہ واہ ہوگی جیسا کہ اس زمانہ میں اکثر یہی دیکھا جاتا ہے تو ایسی دعوتوں میں نہ شریک ہونا بہتر ہے۔ خصوصاً اہل علم کو ایسی جگہ نہ جانا چاہیے۔

(ردالمختار)

زیادہ تکلف نہ کرو:

ولیمہ کے پکوان میں زیادہ تکلف سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ جو بھی آسانی سے میسر ہو اپنی استطاعت کے مطابق مہیا کر کے کھانے کا اہتمام کرنا چاہیے اور اس بات کی بھی اجازت ہے کہ ولیمہ کسی بھی قسم کے کھانے کا ہو اس میں کوئی حرج نہیں اور کوئی پابندی نہیں کہ ولیمہ کے کھانے میں گوشت اور روٹی ہونا ہی ضروری ہے۔ اس بارے میں بھی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوہ حسنہ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان سے (یعنی اُم المؤمنین حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا سے) خلوت فرمائی۔ پھر ایک چھوٹے سے دستر خوان پر مالیدہ بنوایا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پاس پڑوس والوں کو بلالو! صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے موقع پر یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

(بخاری، مسلم)

مالیدہ، کھجور، پنیر اور گھی سے ملا کر بنایا جاتا ہے۔ کبھی پنیر کی جگہ آٹا یا روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈالے جاتے ہیں یہ وہ چیزیں ہیں جو کسی تکلف کے بغیر حاضر کی جا سکتی ہیں۔ ان کے اندر جھوٹی ریاکاری اور دکھاوا نہیں ہوتا آج کے معاشرہ میں ولیمہ کی دعوت کے لیے اتنا تکلف کیا جاتا ہے جس سے گھر کے گھر برباد ہوتے ہیں۔ قرض میں گردن تک ڈوب جاتے ہیں اور میاں بیوی کی زندگی جس سے تباہ وبرباد ہوکر رہ جاتی ہے۔

نمود ونمائش اور ولیمہ کا غیر مسنون طریقہ:

ولیمہ کی دعوت سنت مطہرہ کے مطابق ہونی چاہیے اس میں نمود ونمائش اور روپے پیسے کا اسراف، بے جا فضول خرچی نہیں ہونی چاہیے۔

غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص نام ونمود وطلب شہرت کے لیے کھانا کھلائے اس کی دعوت قبول نہ کرو، اور فرمایا دیندار اور عالم دین کے لیے یہ بات نہایت ہی مکروہ ہے کہ وہ کسی کی دعوت جھٹ قبول کرلیں یہ حریص کی علامت ہے، نہ کہ عالم دین کی شان، اور دعوت ولیمہ میں فضول خرچی کو سختی سے منع فرمایا۔

(حوالہ غنیۃ ص۸۹ واحیاء)

دن بدن ولیمہ کی تقریب میں اس قدر نمود ونمائش کا اہتمام بڑھتا جارہا ہے کہ سفید پوش آدمی جو کہ پکا اور سچا مسلمان ہے دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا ہے کہ لوگوں نے ایک سنت عمل کو کس قدر مشکل اور غیر مسنون بنا دیا ہے ذرا غور کیجئے کہ پہلے ولیمہ میں صرف دولہا لوگوں کو سلام اور مصافحہ کرتا تھا، اور آج کے ماڈرن دور میں دولہا میاں کے ساتھ دلہن بھی کھڑی رہتی

ہے اور مسکرا مسکرا کر دوسروں کے دلوں پر بجلیاں گراتی رہتی ہے، نہ عورت کو شرم ہے نہ حیا، نہ حجاب ہے نہ خوفِ خدا، اور کوئی بھی ٹوک نہیں رہا، بلکہ سب مزے لے رہے ہیں، جبکہ اسلام میں اس طرح کا اختلاط گناہ ہے لیکن مرد و عورت سب مل کر دنیا کے انسانوں کو خوش کرنے اور ان کی نظروں میں اچھے بننے کے لیے خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر رہے ہیں، اور ان کے احکام کو نظر انداز کر رہے ہیں۔

حضرت سالم بن عبد اللہ کہتے ہیں میرے والد کی زندگی میں میری شادی ہوئی، میرے والد نے لوگوں کو دعوت دی، حضرت ابو ایوب مدعوئین میں شامل تھے۔ گھر والوں نے دیواروں کو سبز چادروں سے ڈھانپ رکھا تھا۔ اتنے میں ابو ایوب داخل ہوئے، انہوں نے مجھے کھڑا ہوا پایا، گھر میں جھانکا تو پورا گھر سبز چادروں سے ڈھکا ہوا دیکھا، آپ نے فرمایا اللہ کے بندے! کیا تم دیواروں کو بھی ڈھانپتے ہو؟ پھر فرمایا، کچھ لوگوں کے بارے میں مجھے ڈر ہے کہ عورتیں ان پر غالب آئیں گی۔ لیکن تمہارے بارے میں مجھے یہ اندیشہ نہ تھا کہ تم بھی انہی لوگوں میں ہو گے۔ پھر فرمایا، میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا، نہ تمہارے گھر میں آؤں گا۔ یہ فرمایا اور گھر سے نکل گئے۔

یاد رکھیئے کہ دعوت میں جانا اس وقت سنت ہے جب معلوم ہو کہ وہاں گانا بجانا لہو ولعب نہیں ہے اور اگر معلوم ہے کہ یہ خرافات وہاں ہیں تو نہ جائے۔ جانے کے بعد معلوم ہوا کہ وہاں لغویات ہیں اگر وہیں یہ چیزیں ہوں تو واپس آئے اور اگر مکان کے دوسرے حصہ میں ہیں جس جگہ کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں نہیں تو وہاں بیٹھ سکتا ہے اور کھا سکتا ہے پھر اگر یہ شخص ان لوگوں کو روک سکتا ہے تو روک دے اور اس کی قدرت اسے نہ ہو تو صبر کرے یہ اس صورت میں ہے کہ یہ شخص مذہبی پیشوا نہ ہو اور اگر مقتدیٰ و پیشوا ہو مثلاً علما و مشائخ یہ اگر نہ روک سکتے ہوں تو وہاں سے چلے جائیں نہ وہاں بیٹھیں نہ کھانا کھائیں اور اگر پہلے ہی سے یہ معلوم ہو کہ وہاں یہ چیزیں ہیں تو مقتدیٰ ہو یا نہ ہو کسی کو جانا جائز نہیں اگرچہ خاص اس حصہ مکان میں یہ چیزیں نہ ہوں بلکہ دوسرے حصہ میں ہوں (ہدایہ درمختار و بہار) مسئلہ۔ اگر وہاں لہو ولعب ہو اور یہ شخص جانتا ہے کہ میرے جانے سے یہ چیزیں بند ہو جائیں گی تو اس کو

اس نیت سے جانا چاہیے کہ اس کے جانے سے منکرات شرعیہ روک دیئے جائیں گے اور اگر معلوم ہے کہ وہاں نہ جانے سے ان لوگوں کو نصیحت ہوگی اور ایسے موقع پر یہ حرکتیں نہ کریں گے کیونکہ وہ لوگ اس کی شرکت کو ضروری جانتے ہیں اور جب یہ معلوم ہوگا کہ اگر شادیوں اور تقریبوں میں یہ چیزیں ہوں گی تو وہ شخص شریک نہ ہوگا تو اس پر لازم ہے کہ وہاں نہ جائے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور ایسی حرکتیں نہ کریں۔ (عالمگیری و بہار)

بیوی کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردوں کے کچھ حقوق عورتوں پر لازم فرمائے ہیں۔ اسی طرح عورتوں کے بھی کچھ حقوق مردوں پر لازم ٹھہرا دیے ہیں جن کا ادا کرنا مردوں پر فرض ہے چنانچہ قرآنِ مجید میں ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ.

یعنی عورتوں کے مردوں کے اوپر اسی طرح کچھ حقوق ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں پر اچھے برتاؤ کے ساتھ۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"تم میں سے اچھے لوگ وہ ہیں جو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں۔" (مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۲۸۰ مجتبائی)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ:

"تم لوگوں کو عورتوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں لہٰذا تم لوگ میری وصیت قبول کرو۔" (مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۲۸۰ مجتبائی)

ایک اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ:

"کوئی مومن مرد کسی مومنہ عورت سے بغض و حسد اور نفرت نہ رکھے کیونکہ اگر عورت کی کوئی عادت بری معلوم ہوتی ہو تو اس کی کوئی دوسری عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔" (مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۲۸۰ مجتبائی)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوگا کہ کسی عورت کی تمام عادتیں خراب ہی ہوں بلکہ اس میں کچھ اچھی بُری ہر قسم کی عادتیں ہوں گی تو مرد کو چاہیے کہ عورت کی صرف خراب عادتوں ہی کو نہ دیکھتا رہے بلکہ خراب عادتوں سے نظر پھیر کر اس کی اچھی عادتوں کو بھی دیکھا کرے۔ بہر حال اللہ اور رسولؐ نے عورتوں کے کچھ حقوق مردوں کے اوپر لازم قرار دے دیے ہیں۔ لہٰذا ہر مرد پر ضروری ہے کہ نیچے لکھی ہوئی ہدایات پر عمل کرتا رہے ورنہ خدا کے دربار میں بہت بڑا گنہگار ہوگا اور برادری سماج کی نظروں میں ہر دم ذلیل وخوار ہوگا۔

نان ونفقہ کا انتظام کرنا

ہر شوہر کے اوپر اس کی بیوی کا یہ حق فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کے کھانے پینے اور رہنے اور دوسری ضروریاتِ زندگی کا اپنی حیثیت کے مطابق اور اپنی طاقت بھر انتظام کرے اور ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ یہ اللہ کی بندی میرے نکاح کے بندھن میں بندھی ہوئی ہے اور یہ اپنے ماں باپ، بھائی بہن اور تمام عزیز واقارب سے جدا ہو کر صرف میری ہو کر رہ گئی ہے اور میری زندگی کے دکھ سکھ میں برابر کی شریک بن گئی ہے۔ اس لیے اس کی زندگی کی تمام ضروریات کا انتظام کرنا میرا فرض ہے۔ یاد رکھو کہ جو مرد اپنی لاپروائی سے اپنی بیویوں کے نان نفقہ اور اخراجاتِ زندگی کا انتظام نہیں کرتے وہ بہت بڑے گنہگار، حقوق العباد میں گرفتار اور قہرِ قہار وعذابِ نار کے سزاوار ہیں۔

اہل وعیال پر خرچ کرنے کا اجر:

بہت سی احادیث مبارکہ میں اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کے ثواب کا تذکرہ ملتا ہے سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔

ایک وہ دینار، جس کو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ ایک وہ دینار جسے تم نے کسی مسکین پر خیرات کیا اور ایک وہ دینار جسے تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔ ان میں سب سے زیادہ اجر وثواب کا باعث وہ دینار ہے، جسے تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا ہے۔

(مسلم)

- جس سرمایہ کو تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خرچ کرو گے، اس پر تمہیں اجر ملے گا۔ یہاں تک کہ جس لقمہ کو تم اپنی اہلیہ کے منہ میں ڈالو گے (اس پر بھی تمہیں اجر ملے گا)۔ (بخاری)
- جب آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اور اس سے ثواب کی امید رکھتا ہے، تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)
- تم جو کچھ اپنی خورد ونوش پر خرچ کرو گے وہ بھی صدقہ ہے، جو اپنی اولاد کو کھلاؤ پلاؤ گے وہ بھی صدقہ ہے اور جو کچھ تم اپنی اہلیہ کو کھلاؤ گے وہ بھی صدقہ ہے۔ (مستدرک، حاکم)

شوہر کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جو کچھ عورت پر خرچ کرے اس کو بخش دے اور زبان نہ ہلائے تاکہ وہ شرمندہ نہ ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں احسان جتلانے والا، بخیل اور دھوکہ باز داخل نہ ہوگا (بحوالہ مشکوٰۃ شریف جلد ا ح ۱۸۱۲) واضح ہو کہ اخراجات کے سلسلے میں شریعت کا یہ حکم ہے کہ نہ تنگی کی جائے اور نہ فضول خرچی سے کام لیا جائے بلکہ میانہ روی اختیار کی جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا" (القرآن سورۃ اعراف پ ۸ آیت ۳) یعنی اے ایمان والو! کھاؤ پیو، مگر حد سے مت نکلو کیونکہ اللہ پاک حد سے آگے بڑھنے والوں کو یعنی فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے، ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ.

(القرآن سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵)

یعنی بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

مرد کو چاہیے کہ نفقہ کی فراخی رکھے، عورت کو بھوکا نہ مارے، اور نہ تنگ رکھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عورت کے نفقہ میں فراخی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز غنی کر دے گا، اور بہشت میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی

رفاقت عنایت فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بیوی بچوں کا فکر کرنا اوران کے راحت وآرام کے لیے جدوجہد کرنا راہ خدا میں جہاد کرنے کے برابر ہے، حلال رزق کے لیے جدوجہد کرنا اور دین کی طرف رہنمائی کی کوشش کرنا ہر شوہر پر فرض ہے۔ (بحوالہ احیاء جلد۲ص ۷۷)

اخراجات کے سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ بیویوں پر خرچ کرنے والا مال بھی راہ خدا میں خرچ کیے جانے والے مال کی طرح اجر وثواب کا باعث ہوتا ہے۔

حدیث: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ما انفق الرجل علی اھلہ فھو صدقة و ان الرجل فی نفقة امرائته یدرک درجة الغازی.

یعنی جو شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے گا پس وہ صدقہ ہے اللہ کے ہاں سے اس کا ثواب ضرور ملے گا، اور یقیناً ایسا شخص ایک غازی کا ثواب پائے گا۔ (بحوالہ بیہقی وغیرہ)

نان ونفقہ کی ادائیگی میں کنجوسی نہ کرے:

خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنے اہل وعیال کی ضروریات کا اس حد تک خیال رکھے کہ جو گھریلو لازمی ضروریات ہیں کم ازکم وہ تو آسانی سے پوری ہو جائیں اس معاملے میں کنجوسی سے کام نہ لے اور نہ ہی اس قدر اسراف کرے کہ فضول خرچی کے زمرے میں آجائے بلکہ اعتدال اختیار کرے اس ضمن میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ (فرقان 67)

ترجمہ: ”اور وہ لوگ، کہ جب خرچ کرتے ہیں، تو نہ بیجا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں، بلکہ اعتدال کے ساتھ۔ (نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم)

حدیث پاک میں آتا ہے کہ:

روزانہ جب اللہ کے بندے صبح کے وقت اٹھتے ہیں، تو دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں۔ ایک کہتا ہے، الٰہی سخی کو عوض عطا فرما، دوسرا کہتا ہے، الٰہی کنجوس کا مال ہلاک کر! (بخاری، مسلم، وغیرہ)

آدمی جتنے کا زیر بار ہوتا ہے، اللہ کی طرف سے اتنی ہی امداد آتی ہے اور جتنی بڑی مصیبت آتی ہے، اتنی ہی صبر کی توفیق ملتی ہے۔ (بزار)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں، کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں اور بچوں پر بہت شفیق اور مہربان تھے۔ (مسلم شریف)

شوہر کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے، کہ اپنی عورت کو تیسرے چوتھے دن حد سے حد ساتویں دن آٹا گوندھنے، کپڑے دھونے کا سامان دیا کرے، اس میں اس کو بے حد ثواب ملے گا۔

کنجوس خاوند کے لیے وعید:

ایک دفعہ ایک خاتون جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی، اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا شوہر مجھ سے بہت بخل کرتا ہے، یہاں تک کہ آٹا گوندھنے کو برتن نہیں دیتا، اور میں کوئی کسب اور کوئی ہنر نہیں جانتی جس سے اپنا خرچہ اٹھا لوں۔ (مجھے بڑی پریشانی ہورہی ہے) یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا تجھ پر بہشت حلال ہوگی، اور تیرے شوہر پر دوزخ واجب ہوئی۔ (متفق علیہ)

بیوی کو خوشبو دینے کا ثواب:

شوہر کو اگر عطر وغیرہ سے رغبت ہو تو مسنون ہے کہ اپنی عورت کو بھی دے، اپنی عورت کو عطر لگا دینا بہت ثواب ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شوہر اپنی عورت کے بدن میں عطر ملتا ہے تو جب تک اس کے بدن میں خوشبو رہتی ہے، سوفرشتے شوہر کے حق میں عبادت لکھتے رہتے ہیں،

اور اگر عورت اپنی کمائی سے اپنے آپ عطر لگائے تو صرف اسی کو ثواب ملتا ہے۔

(بحوالہ مسند احمد)

کنجوس خاوند کے مال سے بلا اجازت خرچ کرنے کا حکم:

حضرت ہند رضی اللہ عنہا، زوجہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتی ہیں:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، وہ مجھے اتنا نہیں دیتے، جو میرے اور میرے بچہ کے لیے کافی ہو۔ سوائے اس کے جسے میں ان کی لاعلمی میں لے لوں (تب میرے لیے کافی ہوتا ہے) فرمایا دستور کے مطابق جو تمہارے اور تمہارے بچے کے لیے کافی ہو سکے، اتنا بلا اجازت لے سکتی ہے۔ (بخاری، وغیرہ۔)

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اشد ضروری چیز خاوند سے بغیر پوچھے لینے کی اجازت ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ مرد کی بخیلی کا ذکر آیا تو ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ کہتے ہیں کہ ایک عورت اپنے شوہر سے جھگڑا کر رہی تھی۔ کیونکہ وہ خرچ میں حد سے زیادہ تنگی کرتا تھا۔ عورت نے کہا۔ اللہ کی قسم! چوہے بھی صرف وطن کی محبت کے سبب اس گھر میں پڑے ہوئے ہیں، ورنہ انہیں خوراک پڑوس کے گھروں سے مل جاتی ہے۔

شوہر کی بخیلی اور اخراجات میں سخت گیری کا مناسب حال واقعہ ایک وہ ہے جس کو علامہ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاذکیاء'' میں لکھا ہے، کہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے عرب نوجوان کا منگنی کا پیغام ایک وقت میں ایک عورت کے پاس پہنچا۔ نوجوان خوبصورت تھا۔ عورت نے دونوں کو طلب کیا اور کہا، تم دونوں نے منگنی کا پیغام بھیجا ہے، لہٰذا میں سنے اور دیکھے بغیر کسی کو کوئی جواب نہیں دوں گی! اس لیے اگر چاہو تو فلاں وقت حاضر ہو! دونوں منگیتر مقرر وقت پر آئے۔ عورت نے دونوں کو ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے انہیں دیکھ سکتی تھی اور ان کی باتیں سن سکتی تھی۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی نظر نوجوان پر پڑی اور یقین کر لیا کہ عورت اسی نوجوان کو پسند کرے گی۔

آخر آپ کو ایک تدبیر سوجھی۔ آپ نوجوان کی طرف مڑے اور اس سے کہا، تم

حسن و جمال اور قوت گویائی سے مالا مال ہو، کیا اس کے سوا بھی تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا ہاں! پھر اس نے اپنی مزید کچھ خوبیاں گنوائیں اور خاموش ہو گیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، حساب کتاب کیسا رکھتے ہو؟ اس نے کہا میں اپنے حساب میں کوئی چیز باقی نہیں رہنے دیتا اور جو رائی کے برابر بھی کوئی چیز بچ رہتی ہے، تو میں اسے بھی وصول کر لیتا ہوں۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ لیکن میرا حال یہ ہے کہ میں تھیلی گھر کے کونے میں رکھ چھوڑتا ہوں اور گھر والے جس قدر چاہتے ہیں، خرچ کرتے ہیں اور جب مزید روپیہ طلب کرتے ہیں، تب مجھے پتہ چلتا ہے کہ پہلی رقم ختم ہو گئی ہے۔ عورت نے (اپنے دل میں) کہا اللہ کی قسم حساب کتاب نہ لینے والا یہ بوڑھا اس نوجوان سے بہتر ہے، جو رائی برابر چیز بھی چھوڑنے کا نام نہ لے۔ اس کے بعد اس نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی۔

اہل و عیال کے لیے کمائی کرنا مرد کے ذمہ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **کفی بالمرات انما ان تضیع من یقوت** یعنی کافی ہے مرد کو اسی قدر گناہ یہ کہ ضائع کر دے ان کو جن کا کھانا ان کے ذمہ ہے، یعنی اہل و عیال، ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی اپنے اہل و عیال سے پریشانی و تنگ دستی کی وجہ سے بھاگے اس کی عبادت قبول نہیں کی جاتی۔ (طبرانی)

واضح ہو اپنے ضعیف و ناتوان والدین و بیکس و مجبور بچوں پر خرچ کرنے کے سلسلے میں یہ بات شوہر پر بڑی اہم اور واجب ہے، کہ حلال ذرائع آمدنی کو اختیار کرے، اس میں کسی قسم کی کوتاہی و تنگی نہ کرے اور نہ ہی لاپروائی برتے، اخراجات زیادہ ہو جائیں تو دوسری جائز تدابیر اختیار کرے، ناجائز ذرائع کسی حالت میں اختیار نہ کرے، خواہ حلال ذریعہ سے کھانے کو نمک اور چٹنی ہی کیوں نہ نصیب ہو، کیونکہ حرام کمائی نیک اعمال کو اس طرح برباد کر دیتی ہے، جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے، اور حرام کمائی یہ دین کی تباہی، اور عقبیٰ میں اپنی اور اپنے اہل و عیال وغیرہ کی بربادی و رسوائی کی جڑ ہے۔ اس لیے خداوند قدوس سے حلال کمائی و حلال ذرائع کی درخواست رکھیں اور خود بھی اس کے لیے جدوجہد کریں۔

یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ آپ خدا سے حلال ذرائع مانگیں اور وہ حرام راستے آپ کے لیے آسان کردے۔ آپ آخرت کی تڑپ مانگیں اور وہ آپ کو دنیا کی محبت میں ڈال دے، آپ حق پرستی مانگیں اور وہ آپ کو باطل پرستی کی کوٹھڑی میں بند کردے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی ہدایت ان باتوں کی بہترین تعبیر کرتی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ کوئی شخص طلب رزق کے لیے ہاتھ پیر چلائے بغیر یہ دعا کرتا رہے کہ اے اللہ مجھے رزق عطا کر اسے معلوم ہونا چاہیے کہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برستا، حضرت زید ابن مسلمہ اپنی زمین میں شجر کاری کررہے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا تو یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ زید اپنے دین کی حفاظت کرو اور لوگوں سے بے نیاز ہونے کے لیے یہ بہترین کام ہے جس میں تم مشغول ہو۔

(بحوالہ احیاء جلد۲ص ۱۵۸)

ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز بندے کو میزان اعمال کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اس کے پاس پہاڑوں کے برابر نیکیاں ہوں گی اس سے اہل خانہ کی دیکھ بھال اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے متعلق سوالات کیے جائیں گے، اسی ضمن میں اس سے مال کے سلسلے میں بھی بازپرس کی جائے گی کہ کہاں سے حاصل کرکے اپنے اہل وعیال کو کھلایا؟ اور کس جگہ خرچ کیا؟ اس سے مال کے سلسلے میں جو مطالبات اس پر ہوں گے وہ اس کی تمام نیکیوں پر حاوی ہوجائیں گے، یہاں تک کہ ایک نیکی بھی باقی نہ رہے گی۔ اس وقت فرشتے کہیں گے، یہ وہ شخص ہے کہ اس کے اہل وعیال نے اس کی نیکیوں کو کھالیا، اور وہ اس کے تمام افعال حسنہ کھا گئے، قیامت کے دن سب سے پہلے جو لوگ آکر آدمی سے لپٹیں گے وہ اس کے اہل وعیال ہوں گے، وہ لوگ اسے باری تعالیٰ کے سامنے پیش کریں گے، اور عرض کریں گے یا اللہ یہ وہ شخص ہے جس نے ہمیں اندھیرے میں رکھا، اور حرام غذا سے ہمارا پیٹ بھرا، اس سے ہمارا بدلہ لے، چنانچہ اس شخص سے بدلہ لیا جائے گا۔ (احیاء جلد۲ص ۸۲)

حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا "لا یلقی اللہ احد بذنب اعظم من جھالتہ اھلہ" یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی شخص اپنے اہل وعیال کو جاہل رکھنے اور برائی وبداعمالیوں میں چھوٹ دینے کے گناہ سے بڑھ کر کوئی گناہ لے کر نہیں جائے گا۔ (بحوالہ مسند)

حدیث: ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص گناہ کے ذریعے مال حاصل کرے پھر اس مال سے صلہ رحمی کرے یا صدقہ میں دے دے یا اللہ کی راہ میں خرچ کردے یا اہل وعیال کا خرچہ اٹھائے اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرکے دوزخ میں ڈال دے گا۔ تمہارا بہترین دین تقویٰ ہے۔ (احیاء العلوم۔ جلد۲ قسط۲ص ۲۹۹)

اہل وعیال کے لیے جدوجہد کرنا ثواب ہے:

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک شخص گزرا۔ صحابہؓ نے اس کی توانائی، چستی اور سرگرمی دیکھی، تو عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کاش اس کی یہ سرگرمی سب اللہ کی راہ میں ہوتی۔ آپ نے فرمایا، اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کے لیے، دوڑ دھوپ کررہا ہے، تو وہ اللہ کی راہ میں ہے اور اگر ریاکاری اور نام ونمود کے لیے بھاگ دوڑ کررہا ہے، تو وہ شیطان کے لیے ہے۔ (طبرانی)

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک دن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اچانک ان کی نظر ایک لحیم شحیم اور ہٹے کٹے جوان پر پڑی جو طلب معاش کے لیے محنت کرنے میں مصروف تھا، بعض صحابہؓ نے کہا افسوس صد افسوس! یہ جوان اس کام میں مشغول ہے کاش! اس کی جوانی اور طاقت راہ خدا میں کام آتی، یہ سن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کہو اگر یہ شخص دست طلب دراز کرنے کی ذلت سے بچنے کے لیے اور لوگوں سے بے نیاز ہونے کے لیے محنت کررہا ہے تو یہ شخص راہ خدا میں ہے اور اگر یہ شخص اپنے ضعیف وناتواں والدین اور بے کس ومجبور بچوں کے لیے محنت میں مصروف ہے تو یہ شخص راہ جہاد میں ہے، ہاں اگر وہ مال ومنال کی کثرت اور دوسروں پر

مفاخرت کے لیے محنت کر رہا ہے تو یہ شخص راہ خدا میں نہیں۔ بلکہ راہ شیطان میں ہے۔

(بحوالہ احیاء ج ۲ ص ۱۵۵)

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے اس حالت میں ہوئی کہ ان کے سر پر لکڑیوں کا ایک گٹھڑ رکھا ہوا تھا، امام اوزاعی نے کہا کہ اے اللہ کے نیک بندے! تم کیوں اس قدر مشقت برداشت کرتے ہو، تمہاری کفالت کے لیے تمہارے بھائی کافی ہیں فرمایا! ابوعمرو! طلب حلال کے لیے جو شخص مشقت کا کام کرتا ہے اس کے لیے جنت واجب کر دی جاتی ہے، اس لیے تم مجھے لکڑیاں اٹھانے سے مت روکو۔

ابدال کا عمل:

ایک عالم سے کسی بزرگ نے بطور تحدیث نعمت کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر عمل میں سے کچھ نہ کچھ حصہ دیا ہے، یہاں تک کہ مجھے حج کی سعادت بھی میسر آئی، جہاد میں بھی شریک ہونے کا موقع ملا، عالم نے کہا یہ سب اعمال اپنی جگہ ہیں لیکن تمہیں ابدال کا عمل و درجہ ابھی تک نصیب نہیں ہوا، بزرگ نے پوچھا ابدال کا عمل کیا ہے؟ فرمایا حلال آمدنی کے لیے کام کرنا اور اہل وعیال کا خرچ اٹھانا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان کے بعض گناہ ایسے ہیں کہ طلب معاش کی فکر کے سوا کوئی چیز ان کا کفارہ نہیں بنتی۔ (بحوالہ احیاء ص ۱۵۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اذا کثرت ذنوب العبد ابتلاه اللہ بھم (العیال) لیکفرھا"

یعنی جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے اولاد کی فکر میں مبتلا کر دیتا ہے، تا کہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔
(یہ فضیلت تب ہے جب وہ صبر و تحمل اور شکر سے کام لے)۔ (احمد)

عورت کا نفقہ مرد کے ذمہ:

مسئلہ: حضرت امام قرطبیؒ فرماتے ہیں، کہ عورت کا جو نفقہ مرد کے ذمہ ہے وہ صرف تین چیزیں ہیں ۱۔ طعام، ۲۔ قیام گاہ، ۳۔ لباس، اس سے زائد جو کچھ شوہر اپنی اہلیہ کو دیتا ہے، یا خرچ کرتا ہے وہ سب تبرع اور احسان ہے واجب نہیں۔ (بحوالہ تفسیر سورہ طہٰ پ ۱۶ ارکوع ۷)

مسئلہ: حضرت قاضی ابو یوسفؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ سال بھر میں عورت کے لیے کتنی دفعہ کپڑا بنا دینا لازم ہے، حضرت نے فرمایا کہ غریب کے لیے تین دفعہ، اور امیر پر چار مرتبہ، اور صحیح یہ ہے کہ جب بوسیدہ ہو جائے اور بنائے، اور کپڑا درمیانے درجہ کا دینا چاہیے نہ بہت ہی عمدہ اور نہ بہت باریک اور نہ بہت موٹا۔ (فتاوی عالمگیری)

خاوند اپنی بیوی کا حق صحبت ادا کرتا رہے

عورت کا یہ بھی حق ہے کہ شوہر اس کے بستر کا حق ادا کرتا رہے۔ شریعت میں اس کی کوئی حد مقرر نہیں مگر کم سے کم اس قدر تو ہونا ہی چاہیے کہ عورت کی خواہش پوری ہو جایا کرے اور وہ اِدھر اُدھر تاک جھانک نہ کرے جو مرد شادی کر کے بیویوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں اور عورت کے ساتھ اس کے بستر کا حق نہیں ادا کرتے وہ حق العباد یعنی بیوی کے حق میں گرفتار اور بہت بڑے گنہگار ہیں۔ اگر خدا نہ کرے شوہر کسی مجبوری سے اپنی عورت کے اس حق کو ادا نہ کر سکے تو شوہر پر لازم ہے کہ عورت سے اس کے اس حق کو معاف کرا لے۔ بیوی کے اس حق کی کتنی اہمیت ہے اس بارے میں حضرت امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بہت زیادہ عبرت خیز و نصیحت آمیز ہے۔ منقول ہے کہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ کے کوچوں میں گشت کر رہے تھے۔ ایک عورت پر آپ کا گزر ہوا، جو گھر میں یہ اشعار پڑھ رہی تھی۔

تَطَاوَلَ هٰذَا اللَّيْلُ وَازْوَرَّ جَانِبُهٗ وَ اَرَّقَنِیْ اَنْ لَّا ضَجِیْعَ اُلَاعِبُهٗ

رات بھیگتی چلی گئی اور اس کا سرا دراز ہوا مجھے اس چیز نے رقت میں مبتلا کر دیا کہ یہاں کوئی شور یا ہنگامہ نہیں جس سے میں دل ہی بہلا سکوں۔

اُلَاعِبُہٗ طَوْرًا وَ طَوْرًا کَاَنَّمَا   بَدَا قَمَرًا فِیْ ظُلْمَۃِ اللَّیْلِ حَاجِبُہٗ

لحہ لحہ اس سے ایسے کھیلوں جیسے رات کے اندھیرے میں بادل کے افق سے چاند نکل کر آنکھ مچولی کرتا ہے۔

یَسُرُّ بِہٖ مَنْ کَانَ یَلْھُوْ بِقُرْبِہٖ   لَطِیْفُ الْحَشَا لَا یَحْتَوِیَہٗ اَقَارِبُہٗ

اس سے نزدیک رہ کر جو اس سے کھیلتا ہے، اسے خوشی ہوتی ہے۔ نرم و نازک پسلیوں والا، اس کے خویش و اقارب یہاں جمع نہیں ہوتے۔

فَوَاللّٰہِ لَوْلَا اللّٰہُ لَا شَیْئَ غَیْرُہٗ   لَحُرِّکَ مِنْ ھٰذَا السَّرِیْرِ جَوَانِبُہٗ

اللہ کی قسم! اگر اللہ (کا خوف) نہ ہوتا، اس کے علاوہ کچھ نہیں، تو اس چارپائی کے پائے کبھی کے ہل چکے ہوتے۔

وَلٰکِنَّنِیْ اَخْشٰی رَقِیْبًا مُوَکَّلًا   بِاَنْفُسِنَا لَا یَفْتُرُ الدَّھْرَ کَاتِبُہٗ

لیکن میں ایک نگران کار سے ڈرتی ہوں، جو ہمارے اوپر مسلط ہے۔ کبھی کسی وقت اس کا قلم سست نہیں پڑتا۔

مَخَافَۃُ رَبِّیْ وَالْحَیَاءُ یَصُدُّنِیْ   وَاِکْرَامُ بَعْلِیْ اَنْ تُنَالَ مَرَاتِبُہٗ

نیز پروردگار کا خوف ہے، شرم و حیا سد راہ بنی ہوئی ہے، شوہر کی عزت کا پاس و لحاظ ہے کہ اس کے مقام تک (نہیں) پہنچا جا سکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ فلاں عورت ہے۔ عرصہ ہوا اس کا شوہر اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے گیا اور اب تک نہیں آیا۔ آپ نے اس کے شوہر کو لکھا اور بلوا بھیجا۔ پھر آپ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، بیٹی! شوہر کے بغیر عورت کتنے دنوں تک صبر کر سکتی ہے؟ انہوں نے کہا، سبحان اللہ (حیرت ہے) آپ جیسا (باپ) مجھ جیسی (بیٹی) سے یہ سوال کرتا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر عام مسلمانوں کی مصلحت اور مفاد کا مجھے

خیال نہ ہوتا تو میں تم سے یہ سوال ہرگز نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا، پانچ ماہ یا چھ ماہ! تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے لیے جہاد کی مدت میں چھ ماہ (کی رخصت) مقرر فرمائی۔ ایک ماہ ان کی آمد میں صرف ہوتا، چار ماہ اقامت میں، پھر ایک ماہ واپسی روانگی میں صرف ہوتا۔

ثواب کی بات:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مالدار اجر و ثواب میں آگے بڑھ گئے۔ حالانکہ وہ بھی نماز ویسے ہی پڑھتے ہیں۔ جیسے ہم پڑھتے ہیں، وہ بھی ویسے ہی روزے رکھتے ہیں، جیسے ہم رکھتے ہیں اور اپنے فاضل اموال کو خیرات کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، کیا تمہارے لیے اللہ نے ایسی چیزیں نہیں بنائیں جنہیں تم خیرات کر سکتے ہو؟ اس لیے سنو! ایک بار سُبْحَانَ اللّٰہ کہنا صدقہ ہے۔ ایک بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا صدقہ ہے۔ ایک بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنا صدقہ ہے۔ برائی سے روکنا صدقہ ہے اور تمہاری شرمگاہوں کے اندر بھی صدقہ ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ کیا ہم میں سے کوئی شہوت پوری کرے، تو یہ بھی اس کے لیے صدقہ بن سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا بتاؤ، اگر اس نے حرام کاری میں اس کو استعمال کیا، تو کیا اسے گناہ ہوگا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کیوں نہیں! (آپ نے فرمایا) بس اسی طرح حلال موقعہ پر استعمال کرنے سے وہ ماجور ہوگا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور چیزوں کے خیرات ہونے کا ذکر فرمایا اور کہا ان سب کے مساوی چاشت کی دو رکعت ہے۔ (مسلم، نسائی)

مسئلہ: جماع کے بارے میں عورت کا مرد پر حق ہے، اگر مرد کو جماع کا خیال نہ ہو اور عورت اپنی خواہش ظاہر کرے تو مرد کو اس کی خواہش پوری کرنا چاہیے، ورنہ عورت بدظن ہو جائے گی۔ کیونکہ عورتوں کی شہوت مردوں سے ننانوے حصہ زیادہ ہے لیکن قدرت نے صبر و حیا کا مادہ بہ نسبت مرد کے عورت میں زیادہ رکھا ہے۔ (حوالہ غنیۃ ص ۱۳۸)

مسئلہ: شوہر کو چاہیے کہ بیوی سے کم از کم چار دن کے بعد صحبت کرے اور انزال کے بعد مرد کو کچھ دیر اپنی حالت میں ٹھہرے رہنا چاہیے کیونکہ بعض اوقات عورت کو دیر میں انزال ہوتا ہے اب اگر مرد اپنی ضرورت پوری کر کے فوراً ہی ہٹ جائے اور عورت کو تشنہ رہنے دے تو یہ بھی باہمی نفرت کا سبب ہے۔ (احیاء جلد ۲ ص ۱۲۶)

جماع میں چار روز کا حساب یوں ہے کہ عام طور پر کاسہ منی چار روز میں قدرتی طور پر بھر جایا کرتا ہے لیکن ہر ہفتہ یا عشرہ میں بہتری اور مہینہ میں ایک بار سلامتی ہے، کثرت جماع سے پرہیز کیا کریں، کیونکہ اس صورت میں قوت گر جاتی ہے نیز رعشہ، فالج، اور دیگر بیماری پیدا ہوتی ہے اور بینائی بھی کمزور ہو جاتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جو شخص اپنی بیوی سے ہر چوتھے دن کے بعد صحبت کرتا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے راہ خدا میں جہاد کرنے والا۔" (اقتباس کتاب نکاح مسلم ج ۱۸ ص ۲۵)

مسئلہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین راتوں میں صحبت کرنا مکروہ ہے اور رات کے ابتدائی حصہ میں بھی (۱) چاند کی پہلی رات (۲) چاند کی آخری رات (۳) اور چاند کی پندرہویں رات میں، کیونکہ ان تین راتوں میں صحبت کرتے وقت شیطان حاضر ہوتے ہیں اور ان راتوں میں شیطان صحبت کیا کرتے ہیں اور رات کے ابتدائی حصہ میں مکروہ یوں ہے کہ ناپاکی کی حالت میں رات بھر سونا ہوگا، اگر جماع کے بعد کھانے پینے کی سخت ضرورت پیش آئے اور غسل میں کوئی دشواری یا کسی قسم کی سخت دقت کا سامنا ہو تو کم از کم وضو کر کے کھانا کھائے، یہ عمل سنت ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے ہے۔ (کیمیائے سعادت ص ۱۴۹)

مسئلہ: جنابت کی حالت میں اگر کھانے کی ضرورت ہو تو وضو کر کے کھانا چاہیے اور مجبوری کی وجہ سے صرف ہاتھ منہ دھو کر بھی کھانا کھا سکتا ہے جنابت کی حالت میں سر کے بال کٹوانا، زیر ناف بال کاٹنا، ناخن تراشنا وغیرہ مکروہ ہے اس لیے کہ قیامت کے دن بدن کے تمام اجزاء اس کے پاس آئیں گے، یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اجزاء بدن ناپاکی کی حالت میں آ کر ملیں۔ (عین الہدایہ ج ۱ ص ۷۸ و احیاء ج ۲ ص ۲۷ و ابن ماجہ ج ۱ ص ۹۱ و غنیۃ)

مسئلہ: ایک مرتبہ جماع قضاءً "واجب ہے اور دیانۃً" یہ حکم ہے کہ کبھی کبھی کرتا رہے اور اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں مگر اتنا تو ہو کہ عورت کی نظر اوروں کی طرف نہ اُٹھے اور اتنی کثرت بھی جائز نہیں کہ عورت کو نقصان پہنچے۔ (درمختار و بہار شریعت)

مسئلہ: ایک ہی بیوی ہے مگر خاوند اس کے پاس نہیں رہتا بلکہ نماز روزہ میں لگا رہتا ہے تو عورت خاوند سے مطالبہ کر سکتی ہے اور مرد کو حکم دیا جائے گا کہ عورت کے پاس بھی رہا کرے کہ حدیث پاک میں آتا ہے وَاِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقًّا، تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔ روزمرہ شب بیداری اور روزے رکھنے میں اس کا حق تلف ہوتا ہے رہا یہ کہ عورت کے پاس رہنے کی کیا معیاد ہے اس کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ چار دن میں ایک دن عورت کے لیے اور تین دن عبادت کے لیے اور صحیح یہ ہے کہ مرد کو حکم دیا جائے کہ عورت کا بھی خیال رکھے اس کے لیے بھی کچھ وقت دے اور اس کی مقدار خاوند کے تعلق سے ہے۔

(جوہرہ، خانیہ و بہار)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ (ایک مرتبہ کا ذکر ہے) حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے تو ان کی اہلیہ ام درداء رضی اللہ عنہا کو کچھ پریشان پایا۔ آپ نے فرمایا، کیا بات ہے میں تمہیں پریشان حال دیکھتا ہوں؟ انہوں نے کہا آپ کے بھائی ابو درداء رات کو اٹھ کر نمازیں پڑھتے ہیں اور دن میں روزے رکھتے ہیں، انھیں دنیا کی حاجت نہیں۔ (یعنی وہ میری طرف توجہ نہیں کرتے۔ لہٰذا میں بھی دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہرہ ور نہیں) کچھ دیر بعد حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ آئے، اور انہیں خوش آمدید کہا۔ پھر حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کے آگے کھانا رکھا اور فرمایا، آپ کھایئے میں روزہ سے ہوں۔ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں قسم دے کر کہتا ہوں کہ جب تک آپ نہ کھائیں گے میں بھی نہ کھاؤں گا۔ یہ سن کر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کھانا کھالیا۔ جب رات ہوئی تو حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ بھی وہیں سو گئے۔ کچھ رات ہوئی، تو حضرت

ابو درداء رضی اللہ عنہ تہجد پڑھنے کے لیے اٹھے۔ حضرت سلیمان نے انہیں منع فرمایا اور کہا ابو درداء خود آپ کا بھی تو آپ پر کچھ حق ہے، آپ کے گھر والوں کا بھی آپ پر حق ہے۔ اس لیے روزے بھی رکھو، کبھی نہ بھی رکھو، نمازیں بھی پڑھو، گھر والوں سے بھی ملو، غرض سبھی حق داروں کو ان کا حق ادا کرو۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا، ہاں اب چاہو تو اٹھ جاؤ۔ وہ اٹھے، دونوں نے وضو کیا، سنتیں پڑھیں، اس کے بعد ابو درداء رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، تاکہ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کی کہی ہوئی باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں ابو درداء سلیمان نے سچ کہا۔ خود تمہارا بھی تو تمہارے اوپر حق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وہی کہا جو حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا۔ (ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا، سلیمان نے سچ کہا)۔ (بخاری، ترمذی)

بیوی پر تشدد کرنے کی ممانعت

خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو بلا کسی بڑے قصور کے کبھی ہرگز ہرگز نہ مارے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص عورت کو اس طرح نہ مارے جس طرح اپنے غلام کو مارتا ہے۔ پھر دوسرے وقت اس سے صحبت بھی کرے۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۲۸۰ مجتبائی)

ہاں البتہ اگر عورت کوئی بڑا قصور کر بیٹھے تو یہ بدلہ لینے یا دکھ دینے کے لیے نہیں بلکہ عورت کی اصلاح اور تنبیہ کی نیت سے شوہر اس کو مار سکتا ہے۔ مگر مارنے میں اس کا پوری طرح دھیان رہے کہ اس کو شدید چوٹ یا زخم نہ پہنچے۔ (قرآن مجید)

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو چار باتوں پر سزا دے سکتا ہے اور وہ چار باتیں یہ ہیں۔

۱۔ شوہر اپنی بیوی کو بناؤ سنگار اور صفائی ستھرائی کا حکم دے لیکن پھر بھی وہ پھوہڑ اور میلی کچیلی بنی رہے۔

۲۔ شوہر صحبت کرنے کی خواہش کرے اور بیوی بلا عذر شرعی منع کرے۔

۳۔ عورت حیض اور جنابت سے غسل نہ کرتی ہو۔

۴۔ بلاوجہ نماز ترک کرتی ہو۔

ان چار صورتوں میں شوہر کو چاہیے کہ پہلے بیوی کو سمجھائے اگر مان جائے تو بہتر ہے ورنہ ڈرائے دھمکائے اگر اس پر بھی نہ مانے تو اس شرط کے ساتھ مارنے کی اجازت ہے کہ منہ پر نہ مارے اور ایسا سخت نہ مارے کہ ہڈی ٹوٹ جائے یا بدن پر زخم ہو جائے۔

شوہر کے فرائض میں یہ داخل ہے کہ شوہر کو چاہیے کہ اپنی عورت کو رنجیدہ نہ رکھے، اور نماز روزہ پردہ اور طہارت وغیرہ کے سوا کسی کام میں تنبیہ نہ کرے اگر کوئی عورت نماز نہ پڑھتی ہو، یا خلاف شرع کام کر رہی ہو مرد کو چاہیے کہ وہ زبردستی نماز ادا کرائے، اور اسے خلاف شرع کام کرنے سے روکے، لیکن اس سلسلے میں بتدریج سختی ہونی چاہیے، جس کی تعلیم قرآن خود دے رہا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ، فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝

(القرآن سورہ نساء پ ۵)

ترجمہ وتشریح: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ اگر عورتوں کی طرف سے کسی بھی نافرمانی کا صدور ہو یا کسی قسم کی معصیت کا اندیشہ ہو تو پہلی تدبیر اصلاح کی یہ ہے کہ نرمی کے ساتھ زبانی نصیحت سے ان کو سمجھاؤ اور اسے باری تعالیٰ کے عذاب اور اپنی ناراضگی اور سزا سے ڈراؤ، اگر اس میں کامیابی نہ ہو اور تدبیر کارآمد ثابت نہ ہوئی ہو تو ان کی اصلاح کا دوسرا درجہ یہ ہے، کہ ان کا بستر اپنے سے الگ کر دو مگر ایک ہی گھر میں رہو اور تین راتوں تک یہی معاملہ کرو، تاکہ وہ اس علیحدگی سے شوہر کی ناراضگی کا احساس کر کے اپنے قصور پر متنبہ ہو جائیں، اور اپنے فعل پر نادم ہو جائیں، اگر اس شریفانہ امر و برتاؤ اور تلبیہ سے بھی کامیابی حاصل نہ ہو، اور کوئی اور نفع بخش نتیجہ نہ نکلے تو ایسی حالت میں قرآن کی ہدایت یہ ہے کہ تم ان کو اعتدال

کے ساتھ، مناسب انداز سے مارو، اور ایسی مار مارو کہ نہ زیادہ تکلیف پہنچے اور نہ بدن پر اثر پڑے، اور نہ کوئی ہڈی وغیرہ ٹوٹے، غرض اتنی بے رحمی سے نہ مارا جائے جس سے بدن پر زخم یا نشان پڑ جائے، اور منہ پر مطلقاً نہ مارا جائے، مگر یہ خیال رہے کہ یہ حکم جب ہے کہ امر دین کی نصیحت کو نہ مانے، اور دنیا کے کاموں کی وجہ سے تنبیہ اور تشدد کسی طرح جائز نہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کی اس مذکورہ بالا آیت کریمہ میں مردوں کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اگر عورت تمہاری مطیع ہو جائے اور خلاف شرع کام کرنے سے باز آجائے تو تم بھی خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو، بلکہ چشم پوشی اور درگزر سے کام لو اور زیادہ بال کی کھال نہ نکالو، اور معمولی معمولی باتوں پر الزام کی راہ تلاش نہ کرو، اور یاد رکھو! یقیناً او پر اللہ موجود ہے جو بڑی قدرت وعظمت والا ہے، لہٰذا نہایت ہی غور وخوض اور تحمل و برداشت سے نکاحی زندگی گزارو، اور صبر وشکر سے کام لو اور یہ بات بخوبی سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر تمہیں کچھ فضیلت وحاکمیت ضرور دی ہے اور خاندان میں تمہیں حاکم ومحافظ بھی بنایا ہے، اب اس فضیلت وحاکمیت میں پڑ کر اس بات کو نہ بھول جاؤ کہ اس قادر مطلق کی وسیع قدرت وعظمت تم پر بھی مسلط ہے، اگر تم ظلم وجبر سے کام لو گے اور ناانصافی وناحق شناسی کرو گے اور اس حاکمیت سے ناجائز فائدہ اٹھاؤ گے تو پھر تم کو بھی ایک علیم وخبیر سے سابقہ پڑنا ہے، اور وہاں تمہیں اپنی بے انصافی اور دست درازی اور اپنی بداعمالیوں کی سزا ضرور بھگتنی پڑے گی۔
اس موجودہ دنیا میں ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی حرکات وسکنات اور قیام وقعود کا نگراں رہے، اس میں انسان کی سعادت اور فلاح ہے، مذکورہ آیت کی ہدایت پر عمل کرنے سے گھر کا جھگڑا گھر ہی میں ختم ہو جائے گا، اور عزت وشرافت سب اپنی جگہ باقی رہے گی۔

ہلکی مار مارنے کی اجازت:

ایک مرتبہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرد پر عورت کا کیا حق ہے؟ فرمایا.........

مرد پر عورت کا حق یہ ہے کہ جب خود کھائے تو بیوی کو بھی کھلائے جب خود پہنے تو بیوی کو بھی پہنائے، اسے یوں نہ کہے کہ خدا تیرا چہرہ بگاڑ دے، جب مارے تو ہلکی مار مارے

اور دوسری ایک روایت میں مزید یہ آیا ہے کہ "ولا تضرب الوجه" اس کے منہ پر مت مارو، اگر الگ سونے کی ضرورت پیش آئے تو گھر چھوڑ کر نہ جائے، بلکہ اسی گھر میں رہے۔

(بحوالہ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

اسلام جیسا بیدار مذہب، جب خاوند کو اپنی بیوی کے مارنے کی اجازت دیتا ہے، تو اول تو یہ اجازت نادر ونایاب حالات کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے۔ ساتھ میں یہ شرط بھی عائد کرتا ہے کہ ایسی مار نہ ہو جس کا نشان نظر آئے۔ بلکہ ہلکی اور محض علامتی مار ہو اور اس تدبیر کو بھی اس وقت بروئے کار لائے جب وعظ ونصیحت اور بستر وغیرہ چھوڑ دینا بھی مؤثر ثابت ہو۔

دو باتیں:

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مہمان رہا، رات کے وقت کسی بات پر اُٹھ کر انہوں نے اپنی اہلیہ کو مارا میں نے دونوں کے درمیان بچاؤ کیا جب وہ اپنے بستر پر لیٹنے لگے، تو مجھ سے فرمایا اے اشعث! میری دو باتیں یاد رکھنا جو کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں کہ (۱) مرد اگر اپنی اہلیہ کو کسی حق بات پر یا شریعت کے خلاف مارے گا تو اس کے متعلق اس سے کوئی سوال نہ کیا جائے گا۔ (۲) یہ کہ بغیر وتر پڑھے نہ سویا کرو۔

(بحوالہ ابن کثیر صفحہ ۲۲ پ ۵ ابن ماجہ شریف جلد ۱ ص ۲۱۹)

قابل غور بات:

بعض مرد ماں، بہن اور بھائی کے سکھانے پر عورت کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں، عورت ایسے مرد کو اپنی حکمت، اپنی عقل، اپنی محبت اور خدمت سے نرم اور مطیع کر سکتی ہے، اس کا خیال بدل سکتی ہے، موقع سے فائدہ اٹھا کر ان لوگوں کی چوری پکڑوا سکتی ہے، جو شوہر کو جھوٹی باتیں لگا کر بہکاتے ہیں، عورت کو یاد رکھنا چاہیے کہ جھوٹے ایک نہ ایک دن پکڑے جاتے ہیں، چور ایک دن ذلیل ہو کر رہتے ہیں، دوسروں کے گھر کو توڑنے والے اپنے گھر کو ٹوٹنے سے ہرگز بچا نہیں سکتے صبر وبرداشت کا مظاہرہ کرنے والی عورت ہمیشہ نہ

صرف کامیاب ہوتی ہے، بلکہ اللہ کی مدد اور تائید بھی اس کے شامل حال ہوتی ہے۔

اچھے خاوند کی خصلت:

ایک شخص نے حضرت حسن بصریؒ سے عرض کیا، میری لڑکی کے لیے بہت سے رشتے آئے ہیں آپ کے خیال میں لڑکا کیسا ہونا چاہیے؟ فرمایا اس لڑکے کا انتخاب کرو، جس کے دل میں خدا کا خوف ہو، جو تمہاری بیٹی سے محبت کرے تو اس کی محبت میں تعظیم کا پہلو نمایاں ہو اور اگر کسی وجہ سے ناراض ہو تو ظلم نہ کرے۔ (بحوالہ احیاء جلد ۲ ص ۱۰۵)

طلاق دینے کا اختیار:

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں نے دوسری بیوی کی ہے اور وہ تنور میں روٹی تک نہیں لگاتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ روٹی نہیں پکاتی۔ تو تم پکا کے اس کو کھلاؤ اسی طرح ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں اپنی بیوی کو ہر چند نصیحت کرتا ہوں مگر وہ نماز پڑھ کر نہیں سوتی، اور الٹا مجھے برا بھلا کہتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر خفا ہو، اس پر اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خفا نہ جانے کتنی دفعہ ہوا، فرمایا مار کے بتلا، اس پر اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے بہت مارا بھی، مگر وہ خدا کی نافرمانی کرنے سے باز نہیں آتی، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر طلاق دے، عرض کیا کہ بہتر اور اسی وقت طلاق دے دی، آپؐ نے دعا دی کہ خدا تجھ کو دیندار اور مالدار عورت نصیب کرے، راوی لکھتا ہے کہ ایک مہینہ بھی نہ گزرا کہ ایک نیک بخت اور مالدار عورت سے نکاح ہو گیا اور اس کی زندگی خوشگوار ہو گئی۔ (بحوالہ اکسیر ہدایت)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ (آپ علوم ظاہر و باطنی سے مرصع اور شریعت و طریقت سے آراستہ تھے) کے یہاں کوئی مہمان آ گیا اور اس وقت آپ کے یہاں کچھ خاص انتظام نہیں تھا، اس لیے آپ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ مہمان خدا کا بھیجا ہوا ہوتا ہے، لہٰذا مہمانداری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا، جو بھی تم سے ہو سکے کرو، مگر اس نے آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی،

چنانچہ حضرت نے اس حکم شرعی کے مطابق (کہ جو شوہر کا حکم نہ مانے اس کو طلاق دے دینی چاہیے) اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی۔

ایک دن آپ کی مجلس وعظ میں کوئی امیر زادی شریک ہوئی اور حضرت کے وعظ سے اس درجہ متاثر ہوئی کے اپنے والدین سے کہہ دیا کہ میرا نکاح عبداللہ بن مبارک سے کر دو، اور والدین نے بھی خوش ہو کر نکاح کر کے لڑکی آپ کے ہمراہ کر دی، اس کے علاوہ پچاس ہزار دینار بھی لڑکی کو دیئے، پھر عبداللہ بن مبارک نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے ہماری خوشنودی میں بیوی کو طلاق دے دی تھی نہ کہ اپنے نفس کی خواہش سے، لہٰذا ہم نے اس سے بہتر تجھ کو دوسری بیوی عطا کر دی تا کہ تو بخوبی اندازہ کر سکے کہ خدا کو خوش کرنے والے کبھی نقصان میں نہیں رہتے۔ (تذکرہ الاولیاص ۱۱۶)

مسئلہ: شوہر کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ اگر بیوی کی طرف سے کسی دینی معاملے میں کوئی کوتاہی دیکھے تو اپنی خفگی کے اظہار کے لیے دس، بیس دن یا مہینہ بھر تک پاس نہ سوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ماہ کے لیے ازواج مطہرات سے دوری اختیار کر لی تھی۔
(بحوالہ احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۲۴)

توجہ طلب بات:

بلاشبہ عورتیں صنف نازک ہیں ان کے دل چھوٹے اور نازک ہوتے ہیں عشوہ وادا ان کی فطرت ہے یہ عورت کی فطرت کا خاصہ ہے کہ بات بات پر ہنسنے اور خوش ہونے والی ہے اور معمولی سی خلاف طبیعت بات پر چراغ پا ہونا بھی جانتی ہے اس لیے مرد کو عورت کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے عورت اس لیے نہیں پیدا کی گئی کہ اسے زدوکوب کیا جائے اس پر تشدد کیا جائے ہاں اس کی خام عقلی اور ضدی طبیعت کے پیش نظر اسلام نے ضرورتاً خاص حالات میں معمولی تنبیہ کی اجازت دی ہے اور اس کا موقع بھی بہت بعد کو رکھا ہے۔

خاوند کو خوش مزاج ہونا چاہیے

ایک مثالی خاوند میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ خوش مزاج ہوتا ہے اپنے گھر میں تناؤ

اور کھچاؤ کا ماحول پیدا نہیں کرتا اپنی خوش مزاجی کے باعث اپنی بیوی کے دل میں اپنی محبت پیدا کرتا ہے جو خاوند اپنے درشت مزاج کی وجہ سے ہر وقت غصے میں رہتے ہیں اور معمولی معمولی بات پر اپنی بیوی سے جھگڑتے رہتے ہیں ایسے افراد کی بیویاں ان سے نالاں ہی رہتی ہیں ان کے دل میں خاوند کے بارے میں کوئی اچھے جذبات پیدا نہیں ہوتے گھر کا ماحول ناخوشگوار رہتا ہے خوش اخلاقی وخوش مزاجی انسانی عظمت اور بلند کردار کی آئینہ دار ہے ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

"جو چیزیں روز محشر مومن کے اعمال کی ترازو میں رکھی جائیں گی ان میں سب سے وزنی چیز حسن خلق ہے اور اللہ تعالیٰ فحش بکنے والے بیہودہ گو کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔" (ترمذی شریف)

جو کوئی اس بات کا خواہاں ہو کہ اس کی گھریلو زندگی خوشگوار انداز سے گزرے میاں بیوی کے مابین کوئی تلخی پیدا نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ گاہے بگاہے خوش مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوئی ایسی بات کر دیا کرے کہ جس سے مزاح کی صورت پیدا ہو جائے اور چہروں پر مسکراہٹ آجائے اس ضمن میں سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازدواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ کس طرح خوش مزاجی سے پیش آیا کرتے تھے۔ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازدواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے خوش مزاجی کے حوالے سے نمونہ کے طور پر چند واقعات ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں جو ہر مسلمان خاوند کو خوش مزاجی کا درس دیتے ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گڑیاں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک یا غزوۂ حنین سے واپس تشریف لائے اس وقت ہماری کوٹھڑی (ایک چھوٹا کمرہ جو گودام یا کھولی کے مشابہ ہوتا ہے، بعض نے کہا کہ یہ کمرہ اس کے علاوہ دوسرے مصرف کے لیے ہوتا ہے) میں پردہ پڑا تھا۔ جب ہوا چلی تو پردہ کا

گوشہ اٹھا گیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چند گڑیاں نظر آگئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ! یہ کیا ہے؟ کہا، میری بیٹیاں ہیں۔ ان گڑیوں کے بیچ آپ نے ایک گھوڑا دیکھا، جس کے کپڑے سے بنے ہوئے دو بازو لگے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا، ان کے بیچ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ کہا، یہ میرا گھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا، اس کے اوپر کیا ہے؟ کہا، دو بازو ہیں۔ فرمایا کیا گھوڑے کے بازو بھی ہوتے ہیں؟ کہا آپ نے نہیں سنا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک گھوڑے کو دو بازو تھے۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک دیکھ لیے۔ (ابوداؤد)

ہار کا بدلہ:

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھی۔ اس وقت میں نوعمر تھی اور میرے بدن میں گوشت نہیں بڑھا تھا اور میں ایسی موٹی نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا، دوڑ لگاؤ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوڑ پڑے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا آؤ ہم تم دوڑ لگائیں۔ میں نے حامی بھر لی اور پیدل دوڑ پڑی اور آپؐ سے آگے بڑھ گئی۔ جب کچھ دن گزرے (ایک اور روایت میں ہے۔ پھر آپ نے کچھ دن توقف فرمایا) میرے بدن میں گوشت بڑھ گیا۔ میں موٹی ہو گئی اور پہلا واقعہ بھی میرے ذہن سے نکل گیا، تو دوبارہ میں نے آپ کے ساتھ سفر کیا۔ آپ نے صحابہ کرامؓ سے پھر دوڑ لگانے کے لیے فرمایا، انہوں نے دوڑ لگائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا، چلو ہم بھی دوڑیں میں تم سے آگے بڑھ جاؤں گا۔ مجھے پہلا واقعہ یاد نہ تھا اور اب میں موٹی ہو چکی تھی، میں نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرا یہ حال ہے، میں کیونکر مقابلہ کر سکوں گی؟ آپ نے فرمایا، تم کر لو گی۔ غرض میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ لگائی، لیکن ہار گئی اور آپ آگے بڑھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے اور فرمایا، یہ جیت اس ہار کا بدلہ ہے۔

(مستدرک، حاکم، ابوداؤد، نسائی)

اس دوڑ کے مقابلہ میں غالباً پیغمبر علیہ السلام کا مقصد میاں بیوی کو یہ تعلیم دینا تھا کہ ہر کوئی اپنی شریک زندگی کے شوق اور دلچسپی کا بخوبی لحاظ رکھے اور کھیل کود، چستی اور سرگرمی کی کسی نہ کسی صورت کو ضرور اپنا تا رہے۔ تاکہ ازدواجی زندگی ہمیشہ کا بوجھ نہ بن جائے جس سے سدا اکتاہٹ اور قید کا احساس ہو اور بس!

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور مزاح کی صورت:

سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازدواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن جانتی تھیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش مزاج ہیں اور خوش مزاجی کو پسند فرماتے ہیں اس لیے کبھی کبھار وہ خود بھی ایسی صورت حال پیدا کر دیتی تھیں کہ جس سے حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک لبوں پر مسکراہٹ پھیل جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مزاح کی حس سے بہت نواز رکھا تھا اکثر اوقات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے بہت محظوظ ہوا کرتے تھے۔ ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جان بوجھ کر بعض مرتبہ ذرا ڈھینگے انداز سے چلتی تھیں تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی یہ چال دیکھ کر مسکرا دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کو نماز ادا فرمانے لگے تو حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ساتھ کھڑی ہوگئیں قیام کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکوع میں گئے تو بڑی دیر تک رکوع فرمایا۔ دوسرے دن صبح کو حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! رات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنا لمبا رکوع فرمایا کہ مجھے تو یہ اندیشہ ہو گیا کہ کہیں میری نکسیر نہ پھوٹ جائے۔ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ باتیں سن کر بہت ہی محظوظ ہوئے اور مسکراہٹ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک لبوں پر پھیل گئی۔

(ابن ہشام، زرقانی، ابن سعد)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے خوش مزاجی:

ایک مرتبہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپس میں گفتگو فرما رہے تھے کہ دوران گفتگو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی بات پر تھوڑا سا ناراض ہوگئیں اور روٹھنے کے انداز میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذرا اونچی آواز کے ساتھ گفتگو فرمانے لگیں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملاقات کے لیے کاشانہ نبوی میں تشریف لائے جب انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یوں اس انداز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مخاطب دیکھا تو فوراً غصے میں آگئے اور یہ فرماتے ہوئے تھپڑ مارنے کو آگے بڑھے کہ تم اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس لہجہ میں بات کرتی ہو۔ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قدر غصے کی حالت میں دیکھا تو فوراً اُٹھ کر درمیان میں آگئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بچا لیا۔ اس کے کچھ ہی دیر بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس لوٹ گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مزاحاً فرمایا، کیوں عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بچا لیا ناں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مزاح فرمانے پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی مسکرا پڑیں۔ (ابوداؤد)

میاں بیوی کی خوش طبعی کا ایک انداز:

میاں بیوی کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کے دل میں اپنی محبت کو تحریک دینے کی غرض سے کبھی کبھی خوش طبعی کر لیا کریں اور ایسا انداز اپنائیں کہ جس سے ماحول خوشگوار ہو جائے اس حوالے سے ایک واقعہ ذیل کے صفحات کی زینت بنایا جاتا ہے۔

سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عادت مبارکہ میں بھی خوش طبعی شامل تھی ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

غسل فرما رہے تھے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل فرما چکے اور اُٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں انہوں نے آتے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم اطہر پر محبت کے ساتھ جو کا آٹا مل دیا اور منہ پر کپڑا رکھ کر ہنسنے لگیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا، عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا): یہ کیا ہے؟ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہنستے ہوئے فرمانے لگیں، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! خود ہی تو فرمایا تھا کہ جو کا آٹا ملنے سے جسم صاف ہو جاتا ہے۔سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ جواب سن کر مسکرانے لگے اور جا کر دوبارہ غسل فرما کر جسم مبارک صاف کر لیا۔(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹیں)

محبت کی گرہ:

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے ساتھ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کس قدر محبت ہے؟ اس پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، مجھ کو تم سے اس قدر گہری اور مضبوط محبت ہے جس طرح کہ رسی کی گرہ پختہ اور مضبوط ہوتی ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس ضمن میں مزید ارشاد فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی کبھی پوچھ لیا کرتی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی محبت کی گرہ کس حال میں ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرا کر فرمایا کرتے تھے بہت اچھے حال میں ہے اس میں کوئی کمزوری واقع نہیں ہوئی۔(نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسکراہٹیں)

ان واقعات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شوہر کو چاہیے کہ گھر میں گاہے بگاہے اپنے اوپر خوشی اور مسرت کی کیفیت طاری کرے۔بالخصوص اس لیے کہ اس کی بیوی کے دل میں خوشی سما سکے۔زندگی کی کٹھنائی اور کام دھندے کا بوجھ کم سے کم ہو، ایسا کرنے سے ازدواجی عہد و پیمان میں مضبوطی اور پختگی پیدا ہوگی۔

خاوند کو میلا کچیلا نہیں رہنا چاہیے

اکثر مردوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ہر وقت میلے کچیلے اور گندے لباس میں رہتے ہیں بعض کے کام کاج کی نوعیت اس قسم کی ہوتی ہے کہ ان کا لباس میلا ہو جاتا ہے مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو جان بوجھ کر گندے رہتے ہیں اور ان کو گندے رہنے کی عادت پڑی ہوتی ہے پاس آنے پر اُن سے بدبو اُٹھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے مگر وہ خود اپنے حال میں مست رہتے ہیں اپنی صفائی ستھرائی کا ذرا بھی خیال نہیں رکھتے ان کی بیویاں ان کی اس عادت سے ناگواری بھی محسوس کرتی ہیں لیکن اس کے باوجود اُن کی عادت میں کوئی فرق نہیں پڑتا حالانکہ شوہر کو چاہیے کہ بیوی کے سامنے آئے تو میلے کچیلے گندے کپڑوں میں نہ آئے بلکہ بدن اور لباس وبستر وغیرہ کی صفائی ستھرائی کا خاص طور پر خیال رکھے کیونکہ شوہر جس طرح یہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی بناؤ سنگھار کے ساتھ رہے اسی طرح عورت بھی یہ چاہتی ہے کہ میرا شوہر میلا کچیلا نہ رہے۔لہٰذا میاں بیوی دونوں کو ہمیشہ ایک دوسرے کے جذبات واحساسات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے سخت نفرت تھی کہ آدمی میلا کچیلا بنا رہے اور اس کے بال الجھے رہیں۔اس حدیث پر میاں بیوی دونوں کو عمل کرنا چاہیے۔خاوند اپنی بیوی کی توجہ حاصل کرنے کی غرض سے اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھے گا تو اس کی ازدواجی زندگی بڑی پُرمسرت اور خوشگوار گزرے گی اس کا صاف ستھرا رہنا اور پاک صاف لباس پہننا اس لیے بھی ضروری ہے تا کہ اس کو دیکھ کر بیوی کو مسرت ہو اور یہ محسوس کر کے وہ خوش وخرم ہو جائے کہ میرا خاوند لباس میں وضع قطع میں صاف ستھرا اور پاکیزہ ہے۔گندہ گھناؤنا پھوہڑ

اور بدسلیقہ نہیں آخر جب مرد اس بات کا خواہاں ہوتا ہے کہ اس کی بیوی صاف ستھری رہے میلی کچیلی نہ رہے تو اس طرح عورتوں کی بھی طبعی خواہش یہی ہوتی ہے کہ ہمارے شوہر خوش وضع ہوں۔ یوں بھی مسلمانوں کو کب اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو گندہ اور میلا کچیلا رکھیں۔ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری زندگی صفائی، پاکیزگی، خوش وضعی کی اپنی مثال آپ تھی کون نہیں جانتا کہ سفر وحضر ہر حال میں آئینہ، کنگھی، سرمہ دانی اور اسی قسم کی چیزیں جن سے اپنی اصلاح اور درستگی میں مدد ملتی ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام التزاماً اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔

سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو ناپسند فرماتے تھے کہ آدمی یوں بھی برے حلیے میں رہے حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے پریشان تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ بالوں کو درست کر لے چنانچہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشارہ پر سر اور داڑھی کے بال درست کر لیے اور اس شخص کے پلٹتے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اچھی حالت میں دیکھا تو فرمایا، کیا یہ حالت پہلی حالت سے بہتر نہیں ہے؟ جو شیطان سی معلوم ہوتی تھی۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ:

"اللہ پاک ہے، پاکی کو پسند کرتا ہے، اللہ پاکیزہ ہے پاکیزگی کو محبوب رکھتا ہے۔" (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا گھر میں تشریف لانے کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کون سا عمل کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا۔ پہلے مسواک کرتے تھے۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں اپنی اہلیہ کے لیے خود کو سنوارتا ہوں، جیسے وہ میرے لیے اپنے آپ کو سنوارتی ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میرا جو حق اس کے اوپر ہے اسے پورا پورا وصول کرنے کے لیے اس پر اصرار کروں۔ تاکہ وہ بھی مجھ پر جو اس کے حقوق ہیں، ان کا مطالبہ کرنے کے لیے اڑ جائے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (بقرہ 228)

ترجمہ: "اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا دستور کے موافق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔"

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ لائق اور باہوش آدمی اپنے طور پر خود کو آراستہ رکھتا ہے اور اس کی کوشش کرتا ہے کہ اس کی بیوی اس سے خوش رہے اور دوسرے مردوں کی طرف مائل ہونے کے بجائے اپنے دامن کو بچائے رہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ۔ رہا خوشبو لگانا، مسواک کرنا، خلال کرنا، میل کچیل سے خود کو بچائے رکھنا، زائد بال کو نکال دینا، پاکی حاصل کرنا اور ناخن ترشوانا۔ تو یہ بہتر اور مناسب سب چیزیں ہیں۔

آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ مرد کو چاہیے کہ اپنی بیوی کی خواہش کے دنوں کا خیال رکھے اس کے دامن کو داغدار نہ ہونے دے۔ نہ ہی دوسروں کی طرف مائل ہونے کا اسے موقع دے اور اگر خوابگاہ میں اس کے حقوق کی تکمیل سے کوتاہی کا اندیشہ ہو تو مقوی اور مشتہی دواؤں کا برابر استعمال رکھے۔ تاکہ عفت اور پاکدامنی برقرار رہے۔

عورت کی نفرت کی وجہ:

خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا، گرد وغبار سے اٹا ہوا، بال بکھرے ہوئے۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی تھی جو کہہ رہی تھی۔

امیر المؤمنین! میں اس کے لیے نہیں، نہ یہ میرے لیے ہے۔ آپ نے جان لیا

کہ عورت اپنے شوہر سے نفرت کرتی ہے۔ اس لیے آپ نے شوہر کو حکم دیا کہ وہ غسل کرے اپنے سر کے بالوں کو ترشوالے اور ناخن کتر لے۔ جب شوہر فارغ ہو کر آیا تو آپ نے کہا کہ اب بیوی کے سامنے آؤ۔ بیوی نے دیکھا تو دم بخود رہ گئی اور نہ پہچاننے کی وجہ سے پیچھے ہٹنے لگی۔ پھر جب پہچان لیا تو اس کا بوسہ لیا اور اپنے دعوے سے دستبردار ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تمہیں ان کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ اللہ کی قسم! انہیں یہ پسند ہے کہ تم ان کے لیے آراستہ پیراستہ رہو۔ جیسے تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے لیے بنی سنوری رہیں۔

حمیدی

خاوند عورت کی بدمزاجی پر صبر و برداشت کرے

اگر بیوی کے کسی قول و فعل، بدخوئی، بداخلاقی، سخت مزاجی، زبان درازی وغیرہ سے شوہر کو کبھی کچھ اذیت اور تکلیف پہنچ جائے تو شوہر کو چاہیے کہ صبر و تحمل اور برداشت سے کام لے کیونکہ عورتوں کا ٹیڑھا پن ایک فطری چیز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت حضرت آدم علیہ السلام کی سب سے ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے اگر کوئی شخص ٹیڑھی پسلی کو سیدھی کرنے کی کوشش کرے گا تو پسلی کی ہڈی ٹوٹ جائے گی مگر وہ کبھی سیدھی نہیں ہو سکے گی ٹھیک اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بالکل ہی سیدھی کرنے کی کوشش کرے گا تو یہ ٹوٹ جائے گی یعنی طلاق کی نوبت آ جائے گی لہٰذا اگر عورت سے فائدہ اٹھانا ہے تو اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود اس سے فائدہ اٹھالو۔ یہ بالکل سیدھی کبھی ہو ہی نہیں سکتی جس طرح ٹیڑھی پسلی کی ہڈی کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی۔ (بخاری جلد۲ص۷۷۹)

کتاب حجۃ اللہ البالغہ 2/708 میں لکھا ہے:

اس حدیث شریف کا مفہوم تحریر کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں۔ دیکھو! میری نصیحت یاد رکھو! اور عورتوں کے بارے میں میری نصیحت پر عمل کرو ان کی عادات واطوار میں کجی اور برائی دونوں شامل ہیں اور یہ ان کا خاصہ ہے۔ جیسے کسی مادے کے لازمی اثرات اس کے لیے خاص ہوا کرتے ہیں۔ اب اگر کوئی انسان اس سے گھریلو مقاصد کی تکمیل چاہے گا تو اسے معمولی باتوں سے چشم پوشی کرنا ہوگی۔ خلاف طبیعت کوئی چیز سرزد ہونے پر غصہ کو پینا ہو گا۔ ہاں غیرت کی کوئی جگہ ہو، یا ظلم و زیادتی کا دفعیہ ناگزیر ہو، تو اور بات ہے۔ کتاب

"عورت، گھر اور سماج میں" ص: 42۔ حدیث کے ان الفاظ کے ذیل میں لکھا ہے:

اور اگر اسے چھوڑ دو گے، تو ٹیڑھی ہونے کے باوجود اس سے فائدہ اٹھاؤ گے۔

ان الفاظ سے یہ فائدہ ملتا ہے کہ بیوی کی ناپسندیدہ حرکتوں پر چشم پوشی کر کے اس کی پسندیدہ چیزوں سے فائدہ اٹھانا آسان ہوتا ہے اور آدمی ان سعادتوں سے محروم نہیں ہوتا۔

نیز پیغمبر علیہ السلام کے ارشادات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عورت بدی اور برائی کا پُتلا ہے، اور خرابی کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے یہ بات نہیں! بلکہ جیسا کہ ہم نے عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حقائق کو پیش فرمایا، تاکہ آدمی خوابوں اور خیالوں کی دنیا میں نہ رہے اور دل میں اس برائی سے چوکنا رہے جو اس کی طرف سے پہنچ سکتی ہے۔ پھر جب بھی کوئی ناگوار حرکت یا بری عادت سامنے آئے تو فراخدلی سے اس پر صبر کرے، بغض وحسد اور دل میں بے جا اثر نہ لے۔ کیونکہ بدسلوکی کے بعد نیک سلوک کی بھی اس سے قوی امید ہے جس سے اس کا دل خوش ہوگا۔ آخر وہ بھی انسان ہے، بھلائی اور برائی جس طرح تمام انسانوں کے اندر ہے، اس کے اندر بھی موجود ہے۔ اس ارشاد نبوی کا یہی مفہوم ہے کہ "مومن مرد کسی مومن عورت سے بغض اور دشمنی نہ کرے۔ اگر اس کی ایک عادت بری ہے تو دوسری عادت ضرور بھلی ہوگی۔" بہر کیف ازل سے آج تک دین اسلام جس قدر عورتوں کے حقوق کے رعایت کرتا ہے، ان کی تائید اور حمایت جتنی وہ کرتا ہے، کوئی اور دین اور مذہب اس کے ہم پلہ اور مساوی نہیں ہے۔ (الخ)

اور اگر کوئی یہ سوچے کہ اللہ نے ان اوصاف اور خواص کے ساتھ آخر عورتوں کو کیوں پیدا فرمایا؟ تو اس کے جواب میں ہم عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر بعض اہم اور نازک ذمہ داریاں ڈال رکھی ہیں، جیسے حمل کا اٹھانا، بچوں کو دودھ پلانا، اور ان کی پرورش کرنا وغیرہ اور اسی لحاظ سے ان کے اندر کچھ اوصاف اور خواص بھی ودیعت کر رکھے ہیں تاکہ یہ کام بآسانی انجام پائے۔ اور ظاہر ہے یہ ذمہ داریاں اور اوصاف مردوں سے یکسر مختلف ہیں۔ ان لیے مرد ان اوصاف کو ہمیشہ نظر سے دیکھتا ہے کیونکہ اس کے اپنے علیحدہ اوصاف اور

خواص ہیں۔ اب جو انسان بھی نیک اور باتدبیر ہوگا، حقائق سامنے آنے پر وہ تسلیم کرے گا اور بیوی سے اس کے فطری اوصاف کے ساتھ ساتھ معاملہ کرے گا اور فائدہ اٹھائے گا اور اگر وہ باتدبیر نہیں، تو وہ بیوی کو پتھر کی مورتی سمجھے گا اور جیسی اس کی فکر، فطرت، نفسانیت اور احساس ہوگا اس کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کرے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فوراً ناکام ہوگا، خسارہ اٹھائے گا گھر اور خاندان تباہ وبرباد ہو کر رہ جائے گا۔

عورت کی بدمزاجی پر صبر کرنے کا اجر:

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے امتیوں میں سے جس نے اپنی بیوی کی بدمزاجی پر صبر کیا تو اللہ اسے اتنا اجر دے گا جتنا حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے صبر کرنے پر دیا ہے، اور جس عورت نے اپنے شوہر کی بداخلاقی و غصہ پر صبر کیا اسے اتنا ثواب ملے گا جتنا فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کو عطا ہوا ہے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خود بھی عورتوں کے غصہ و بدمزاجی پر صبر کرتا ہوں تم بھی مجھ جیسے بن جاؤ۔ (الحدیث بحوالہ احیاء العلوم جلد۲ ص۱۰۷ باب النکاح)

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ بسا اوقات ابتدائی زندگی میں عورت کی بعض باتیں شوہر کو ناگوار محسوس ہوتی ہیں، اور وہ اس سے بددل ہو جاتا ہے، لیکن مرد اگر صبرو تحمل سے کام لے اور عورت کے تمام امکانات کو عمل پر لانے کا موقع دے، اور تمام تر سہولتیں اس کے لیے مہیا کر دے، تو ایسا کرنے سے مرد کو خود ہی اپنی بیوی کی خوبیاں نظر آنے لگیں گی۔

یہاں پر یہ باریک بات یاد رہے کہ بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنے کے صرف یہ معنی نہیں ہیں کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ بلکہ یہ معنی بھی ہیں کہ اگر وہ تکلیف پہنچائے تو اس پر صبر کیا جائے، اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے عفو درگزر سے کام لیا جائے، بعض ازواج مطہرات آپ کو جواب دے دیا کرتی تھیں اور بعض ایک دن رات کے لیے آپ سے بولنا چھوڑ دیتی تھیں۔ لیکن ازواج مطہرات کے اس طرز عمل پر آپ خفگی کا اظہار نہ فرماتے اور نہ ان پر کسی قسم کی سختی کرتے۔ (بخاری ومسلم)

غازی کا مرتبہ:

حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے مردوں میں سب سے افضل مرد وہ ہے جو اپنی عورت کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور اسے نیکی کی نصیحتیں کرتا ہے، اور اللہ کا خوف دلاتا ہے اور عورت کے دکھ واذیت پہنچانے پر صبر کرتا ہے، جو شخص عورت کے دکھ پہنچانے پر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو غازی کا مرتبہ ملے گا۔ (الحدیث وغنیۃ الطالبین۔ص ۱۳۴)

مسئلہ: اگر اہل وعیال سے کوئی کام خلاف شرع بھی ہو جائے تو ان سے بے زار ہو جانا اور ان سے بغض رکھنا یا ان کے لیے بددعا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے بلکہ یہ کرے کہ ان صورتوں میں اسے سمجھائے۔ (بحوالہ تفسیر معارف القرآن ج ۸ ص ۴۷)

مسکرا کر صبر کرنا:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ آپ کو جواب دیتی ہیں اور بعض آپ کو کسی دن رات تک چھوڑ دیتی ہیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کچھ (تیز) بات چیت ہوگئی۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ نے دونوں کے درمیان ثالثی کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے کہا! تم کہو، یا میں ہی کہتا ہوں؟ انہیں نے عرض کیا آپ کہیں، مگر سچ کے سوا کچھ نہ کہیں! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے منہ پر گھونسہ مارا، جس سے ان کے منہ سے خون نکل آیا اور فرمایا۔ اپنی جان کی دشمن! وہ سچ نہیں کہیں گے، تو کیا کہیں گے؟ حضرت عائشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں سرک گئیں اور آپ کی پشت کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم نے تم سے یہ اس لیے نہیں کہا تھا۔ نہ ہم نے یہ چاہا تھا۔ (بخاری)

○ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار غصہ میں فرمایا آپ وہی ہیں؟ جو اپنے آپ کو نبی سمجھتے ہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا دیا۔ بردباری اور شرافت کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پی لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ کیسا موزوں اور کارگر تھا، جس سے گھر جنت نشان بنا ہوتا تھا۔ لیکن یہ اوصاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہیں اور یہ اوصاف ازدواجی زندگی کی بقا کے ضامن ہیں۔ دونوں میں (میاں بیوی) سے جس کسی کو غصہ آئے تو دوسرے کو چاہیے کہ اسے برداشت کرلے۔ کیونکہ غصہ ایک نشہ ہوتا ہے جس میں آدمی یہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کرتا اور کہتا ہے۔ اس وقت چونکہ شیطان کا اس پر غلبہ ہوتا ہے۔ اس لیے اس جیسا غصہ کر کے آدمی شیطان کے ہاتھ مضبوط نہ کرے اور گمان کے باہر کوئی کام کر کے دشمنی اور عداوت کی جڑیں مضبوط نہ کرے کہ اس سے گھر تباہ اور گھر والے خانماں برباد ہوتے ہیں۔

عورت کے مقابلہ میں، بردباری اور صبر کرنے سے نفس کو مشقت لاحق ہوتی ہے۔ غصہ ٹوٹ جاتا ہے، اخلاق سنورتے ہیں۔ اگر آدمی غیر شادی شدہ رہا تو وہ کون سی بات پر آخر صبر کرے گا۔ نہ اپنے اندرونی عیوب کو کھول سکے گا لہٰذا آخرت کے مسافر کو اس قسم کی چیزوں سے تنگ نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ تکلیفوں پر صبر سے معاملہ فہمی، ہوشیاری اور خوش اسلوبی پیدا ہوتی ہے۔ حالات کا سامنا کرنے کی عادت پڑتی ہے۔ جس سے دل خوش ہوتا ہے، باطن میں صفائی آتی ہے، یہ بھی منجملہ ازدواج کے مفاد سے ہے۔

نیز جہاں تک ممکن ہو بیوی کے ساتھ صبر اور برداشت سے کام لینا چاہیے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے آدمی ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑا رہے۔ بیوی کو ہر طرح کی چھوٹ حاصل ہو اور شوہر یہی کہے کہ میں تو بس صبر کروں گا۔ ہرگز نہیں! ہمارا مقصود یہ نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ صبر کرنا بیوی کو بھی سکھائے اور نرمی اور احتیاط سے اس کام کو انجام دے۔ اگر بیوی گرم ہو تو خود ہرگز گرم نہ ہو گرمی سے گرمی کا اور برائی سے برائی کا توڑ نہیں ہوتا۔ بلکہ صبر کرنا چاہیے، پھر جب بات ختم ہو جائے اور فضا ہموار ہو جائے، تو اب حکمت اور دانائی سے معاملہ کو نمٹایا جائے۔ تاکہ نرمی اور آسانی سے اس کے ذہن میں بات اتاری جاسکے، اور یہ بتایا جائے کہ اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس موقع پر جوش انتقام، سختی اور مار پیٹ ہرگز نہ کی جائے۔ اس کے بجائے شائستگی اور نرمی سے کام لیا جائے، یہ ممکن نہیں کہ یہ سب ہو اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلے جبکہ یہ مجرب اور مستند صورت ہے پھر مرد بڑی حکمت اور عقل وشعور رکھتا ہے۔

جہاں عقلمندی، نرمی، صحیح رہنمائی اور نیک رہبری کی ضرورت اور مناسب موقع ہو، اسے اپنے فریق مخالف کے سامنے ان چیزوں سے کام لینا چاہیے اور ہر گھڑی مناسب نہیں ہوتی۔ خصوصاً جھگڑے لڑائی کا وقت سمجھنے سمجھانے کے لیے موزوں نہیں ہوا کرتا۔ (ازدواجی زندگی)

مشہور فلسفی سقراط اپنی خانگی زندگی سے بڑا نالاں رہا کرتا تھا۔ ایک نوجوان شادی سے کترا رہا تھا۔ سقراط نے اسے نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ تم ہر حال میں شادی کرلو!

اگر تمہاری بیوی نیک رہی، تو خوش وخرم رہو گے! اور اگر تمہارے نصیب میں بد اخلاق بیوی لکھی ہوگی، تب بھی تمہارے اندر حکمت اور دانائی آجائے گی اور یہ دونوں چیزیں انسان کے لیے سودمند ہیں۔

بہترین مرد کی نشانی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے مردوں میں سب سے بہتر مرد وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اسی طرح مہربانی سے پیش آتا ہے جس طرح ماں اپنے بچے کے ساتھ ایسے مرد کے لیے ہر دن رات میں صبر اور شکر کے ساتھ ساتھ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے سو آدمیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ (بحوالہ غنیۃ الطالبین ص ۳۴)

کامل ترین ایمان والا شخص:

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا و الطفھم باھلہ**"

یعنی مومنین میں کامل تر ایمان والا وہ شخص ہے جو بہترین اخلاق کا حامل ہو اور اپنی بیوی کے ساتھ زیادہ نرمی کا معاملہ کرنے والا ہو لیکن دین کے معاملہ میں سخت ہو۔

(ترمذی شریف ونسائی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے مزاج کی سختی کے باوجود ارشاد فرماتے ہیں کہ مرد کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر میں بچوں کی طرح رہے، اور جب بھی مردانہ ضرورت پیش آئے

تو مرد بن جائے۔ (بحوالہ احیاء جلد۲ ص ۱۱)

بیوی کی بدمزاجی پر کڑھنا نہیں چاہیے:

کتاب "صید الخاطر" مصنفہ علامہ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ (542/3) مطبوعہ "دارالفکر" میں زیرِ عنوان "لائق نفرت بیوی سے برتاؤ" لکھا ہے۔ ذیل میں اس کا خلاصہ درج ہے:

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کڑھن کا ذکر کیا اور کہا کہ بعض وجہ سے میں اس سے علیحدہ نہیں ہوسکتا۔ ایک یہ کہ میں اس کا کافی مقروض ہوں۔ دوسرے، میرے اندر صبر کا مادہ کم ہے تیسرے، شکایت کرنے میں اپنی زبان کی لغزشوں سے بچ نہیں سکوں گا۔ چنانچہ میرے ایک ایک لفظ سے میرا اندرونی بغض عیاں ہوتا ہے۔ (خلاصہ یہ کہ میں اس سے بہت کڑھتا ہوں۔ اب میں کیا کروں؟)

میں نے کہا، دیکھو! یہ کڑھنا بے سود ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ دروازے سے گھروں کے اندر جانا چاہیے! اس لیے تم تخلیہ میں سوچو، تمہیں خود اندازہ ہوگا کہ نفرت کے لائق بیوی محض تمہارے گناہوں کے سبب تم پر مسلط کی گئی ہے۔ (واضح ہو کہ اکثر یہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ بے شمار اللہ کے بندے ایسے گزرے ہیں کہ جن کی بیویاں بڑی نکمی تھیں) اس لیے تمہیں چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ توبہ اور استغفار کرو۔ رہا تنگ دل ہونا، کڑھنا اور تکلیف اٹھانا، تو یہ بے سود ہے۔ حسن بن حجاج نے کہا ہے۔ جو چیزیں تم پر اللہ کا عذاب بن کر نازل ہوں، ان کا مقابلہ تلوار سے مت کرو بلکہ توبہ اور مغفرت سے ان کا مقابلہ کرو۔

نیز یہ بھی سمجھ لو، کہ تم امتحان گاہ میں کھڑے ہو۔ اب اگر جمے رہے تو تمہیں دوہرا اجر ملے گا۔ کیونکہ:

وَعَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ۔ (بقرہ:216)

اور عجیب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور تمہارے حق میں بہتر ہو۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کر دیا ہے اس پر صابر و شاکر رہو اور اس سے کشادگی کی دعا کرو۔ جب تم مغفرت طلب کرو گے، گناہوں پر ندامت کا اظہار کرو گے، قضا و قدر پر صبر کرو گے اور اللہ سے کشادگی طلب کرو گے۔ تو تین عبادتیں یکجا ہوں گی اور ہر عبادت پر تمہیں اجر ملے گا۔ اسی لیے فضول کاموں میں ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو اور ہرگز یہ بھی نہ سوچو کہ تقدیر کا لکھا تم تدبیر سے بدل دو گے۔

وَ اِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ. (انعام:17)

اور (اے انسان)! اگر اللہ تجھ کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائے، تو اس کے سوا کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں۔

اور تمہیں جو اس عورت سے تکلیف پہنچ رہی ہے تو اس کا سبب یہ عورت نہیں وہ تو ایک مہرہ ہے۔ اس لیے تمہاری توجہ دوسری طرف رہنی چاہیے۔ اس شخص نے کہا، یہ عورت مجھ سے بے حد محبت کرتی ہے، میری بڑی خدمت کرتی ہے۔ لیکن اس سے کڑھن میرے دل میں بس چکی ہے۔ میں نے اس سے کہا۔ تم اللہ کے ساتھ صبر کا معاملہ کرو، وہ تمہارے ساتھ اجر کا برتاؤ کرے گا۔

حضرت ابو عثمان نیشاپوری سے کسی نے پوچھا۔ تمہیں اپنے کس عمل سے زیادہ ثواب کی امید ہے؟ انہوں نے کہا، جوانی کے آغاز میں میرے گھر والے میری شادی کے لیے بڑی جلدی کرتے تھے اور میں انکار کرتا تھا۔ ایک بار میرے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی۔ ابو عثمان میں تمہیں چاہتی ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ تم مجھ سے شادی کر لو! میں نے اس کے باپ کو بلایا، باپ غریب آدمی تھا، اس نے میرا اس سے نکاح کر دیا اور بڑا خوش ہوا۔ جب میں تخلیہ میں اس کے پاس پہنچا، تو میں نے دیکھا کہ وہ کانی، لنگڑی اور نہایت بدصورت ہے اور چونکہ اسے مجھ سے محبت تھی اس لیے وہ مجھے باہر نہیں جانے دیتی تھی۔ اس لیے اس کی دلجوئی کے لیے میں اسی کے پاس بیٹھا رہتا تھا۔ اس سے بغض یا دشمنی کا اظہار کبھی نہیں کرتا تھا۔ لیکن دل میں چونکہ نفرت سمائی ہوئی تھی، اس لیے اس

نفرت کے سبب میری حالت ایسی تھی جیسے میں درخت جھاؤ کے دہکتے شعلوں پر بیٹھا ہوا ہوں، جو دیر تک گرم رہتا ہے یہ خاتون اسی طرح میرے پاس پندرہ سال تک رہی۔ بالآخر اس کا انتقال ہوا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عمل سے زیادہ ثواب کے لائق کوئی عمل مجھے یاد نہیں ہے۔

غرض میں نے اس شخص سے کہا۔ دیکھو! یہ مردوں کا کام ہے۔ اب اگر دشمنی اور نفرت کے سبب کوئی کتنی ہی آہ و زاری کرے، بھلا کون اس کی سنے گا اور کیا اس کی مدد کرے گا۔ ہاں اس مصیبت سے نجات بس اسی صورت میں ممکن ہے کہ توبہ کی جائے، صبر سے کام لیا جائے اور اللہ سے کشادگی طلب کی جائے۔

صبر اور خاموشی کی وجہ:

حضرت یونس علیہ السلام کے حالات میں بیان کیا جاتا ہے، کہ کچھ لوگ ان کی خدمت میں بطور مہمان حاضر ہوئے، انہوں نے آنے والوں کی ضیافت کی، لیکن وہ مہمان لوگ یہ دیکھ کر بڑی حیرت میں رہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی اہلیہ نہایت ہی بدزبان اور زبان دراز ہے، اور اپنے شوہر کو بڑی تکلیف پہنچاتی ہے، اور ساتھ ہی یہ ہمیں بھی نہیں بخشتی، لیکن اللہ کے یہ نیک پیغمبر حرف شکایت زبان پر لانے کی بجائے صبر کرتے ہیں اور خاموشی سے اپنی بیوی کی تمام بے ہودہ باتیں سنتے ہیں، مہمانوں نے صورت حال کی وضاحت چاہی، حضرت یونس علیہ السلام نے جواب دیا اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ کوئی تعجب کی بات نہیں، میں نے ایک دفعہ اللہ عزوجل سے درخواست کی تھی کہ جو سزا آپ مجھے آخرت میں دینا چاہتے ہیں وہ دنیا میں ہی دے دیں۔ اس پر مجھے اس لڑکی سے نکاح کرنے کا حکم ملا ہے، میں نے حکم کی تعمیل کی ہے اس وقت سے میں اپنی بیوی کی عادتوں پر صبر کر رہا ہوں۔

جہنم کی آگ سے بچاؤ:

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عورتوں کی تلخی و ترش روئی اور دیگر حرکتوں پر صبر کرنا دوزخ کی آگ سے اپنے کو بچانا ہے۔ (بحوالہ احیاء جلد۲ ص ۵۸)

مرتبہ کی بلندی:

ایک عورت نہایت ہی بدمزاج ''کج خلق'' منہ پھٹ بدزبان تھی حضرت مرزا مظہر جاناں صاحب کو الہام ہوا کہ اگر اس بدمزاج اور زبان دراز عورت سے نکاح کرو اس کی بدزبانی اور ایذا ہی پر صبر کرو گے تو تم کو نواز لیا جائے گا اور تمہارا رتبہ بلند کیا جائے گا، حضرت نے فوراً پیام بھیج دیا اور اس سے نکاح کرلیا وہ عورت تندخو، بدخصلت، سخت دل اور زبان دراز تھی کہ شاید کوئی اور مشکل سے ہاتھ آئے، حضرت مرزا صاحب، خوشی خوشی دولت خانہ تشریف لے جاتے اور وہ سڑی سڑی سنانی شروع کرتی، حضرت مرزا صاحب، چپکے بیٹھے سنتے رہتے، زبان سے اف تک نہ نکالتے اندر ہی اندر گھلتے، آخر واپس تشریف لے آتے تھے، آپ کا معمول تھا روزانہ صبح ہوتے ہی خادم کو حکم فرماتے کہ جاؤ دروازہ پر حاضر ہو کر میرا اسلام عرض کردو۔ اور پوچھو کوئی کار خدمت ہو تو انجام دیا جائے۔ بموجب ارشاد خادم آستانہ پر حاضر ہوتا اور شیخ کا سلام پہنچا کر مزاج پرسی کرتا وہ نیک بخت بجائے شرم کے جواب میں گالیاں سناتی، اور وہ مغلظات یعنی گندی باتیں بکتی تھی کہ سننے والے شرما جاتے تھے، اور اظہار کرنے کی تہذیب اجازت نہیں دیتی۔ مگر مرزا صاحب کی خادم کو تاکید تھی کہ اہلیہ کی شان میں گستاخی نہ ہونے پائے کسی بات کا جواب مت دینا، جو کچھ فرمائیں سن لینا، ایک روز کوئی ولائتی خادم اس خدمت پر مامور ہوا، ہر چند اس کو تاکید تھی کہ جواب نہ دیا جائے مگر وہ بے چارہ ضبط نہ کرسکا، جب دروازہ پر پہنچ کر حضرت کا سلام پہنچایا، مزاج پرسی کی تو عورت نے بکنا شروع کیا کہ پیر بنا بیٹھا ہے اور مریدین بناتا پھرتا ہے، اسے یوں کروں ووں کروں، ہر چند کہا، ولائتی نے ضبط کی کوشش کی مگر آخر کہاں تک، پیر کو گالیاں نہ سن سکا اور غصہ میں آکر کہا بس چپ رہ ورنہ گردن اڑا دوں گا اس جواب پر وہ نیک بخت اور آگ بگولہ ہوگئی اب لگی ہونے تو تو میں میں شور وغل کی آواز جو مرزا صاحب کے کان میں پہنچی، تو گھبرا اٹھے اور جلدی سے ولائتی کو واپس بلا بھیجا، اس کو بٹھایا اور فرمایا تم ناواقف ہو، یہ کہہ کر دوسرے خادم کو بھیجا وہ گالیاں سن کر واپس آگیا، حضرت مرزا صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس عورت کا بہت مشکور ہوں اور بیحد احسان مند ہوں کہ اس کے باعث مجھے بہت

نفع پہنچا ہے۔ (بحوالہ ارواح ثلاثہ ص ۲۸)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اہلیہ کی عادتوں وخصلتوں اور اس کی تلخ کلامی ترش روئی بدسلیقگی اور فضول خرچی پر صبر کرنے میں نفس کی جفاکشی بھی ہے اور اس کی اصلاح بھی اور عجب نہیں کہ مرد یہ طرز عمل اختیار کرکے خدا کا پیارا بن جائے اور اس کے محبوب بندوں میں داخل ہو جائے۔

ازدواجی زندگی کی کامیابی:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن مرد کسی مومن عورت سے بغض نہ رکھے کیونکہ ایک ناگوار ہو تو دوسری ضرور پسندیدہ ہوگی۔ (مسلم وغیرہ)

یہ روایت شوہر کی توجہ ایک اہم چیز کی طرف منعطف کرتی ہے اور بیوی کو بھی اس کا احساس کرنا چاہیے اور کاملیت کی صفت صرف اللہ رب العزت کو سزاوار ہے۔ لیکن کہنے والے نے خوب کہا:

وَمَنْ ذَا الَّذِیْ تَرْضٰی سَجَایَاہُ کُلَّھَا   کَفٰی الْمَرْءُ نَیلاً اَنْ تُعَدَّ مَعَائِبُہٗ

ایسا کون ہے، جس کی ایک ایک عادت تمہیں پسند ہو۔ کسی کی شرافت کے لیے یہی کافی ہے اس کے عیب شمار کیے جاتے ہیں۔

اب اگر میاں بیوی ایک دوسرے کی خوش قسمتی اور نیک بختی کے گن گائیں اور ایک دوسرے سے نیک توقع رکھیں، تو یہ بہت ساری مشکلات اور پریشانیوں کا علاج ہوگا۔

صبر اور برداشت کا مادہ جن مردوں اور عورتوں میں ہوتا ہے، وہ بہترین میاں بیوی شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ ازدواجی زندگی میں بہت ساری کھائیاں اور چٹانیں حائل ہیں اور اکثر میاں بیوی کی راہ میں یہ رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں۔ اب اگر صبر کیا جائے تو یہ رکاوٹیں پست ہوں گی۔ لیکن اکڑفوں دکھانا بے حد خطرناک ہوگا اور بہت جلد خاندان تباہ ہو جائے گا۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میاں بیوی کو امکانی حد تک

ایک دوسرے سے نرمی اور شائستگی برتنے کی تلقین فرمائی ہے۔اس کے برعکس ایک دوسرے سے کسی بارے میں بغض وحسد رکھا گیا تو میل اور محبت کی دوسری کوئی نہ کوئی وجہ پیدا ہوگی جو ایک دوسرے کے لیے سفارش کا باعث بنے گی۔اس طرح باہم اتفاق ہوگا، زخم بھریں گے اور خاندان محفوظ رہے گا۔اسی طرح بچوں کے انجام کی فکر اور جدائی کا رنج میاں بیوی کو آپ ہی سوچنے پر، اکڑے رہنے کی بجائے نرم پڑنے پر مجبور کرتا ہے۔جس سے ازدواجی زندگی خوش وخرم اور بدستور رہتی ہے اور یہ محض لذت کا سامان نہیں، بلکہ اہم دینی فریضہ ہے۔

بیوی سے بدکلامی نہ کرے

خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہمیشہ نرمی سے بات کرے اور بات بات پر تیخ پا نہ ہوجایا کرے غصے کی حالت میں بدکلامی نہ کرے اور کوئی بُری بات منہ سے نہ نکالے۔ایک حدیث پاک میں آتا ہے:

ایک صحابی نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ فرمایا، یہ کہ جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ۔تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ اور دیکھو اس کے چہرے پر مت مارو، اسے بری بات مت کہو۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بیوی کے نان ونفقہ کی ذمہ داری مرد پر ہے وہ نکھٹو خاوند جو کوئی کمائی نہیں کرتے سارا دن آوارہ پھرتے ہیں یا پھر فضول گھر پر پڑے رہتے ہیں اور بیوی کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنے میکے سے کچھ نہ کچھ لاکر دیتی رہے تاکہ گھر کا خرچہ چل سکے۔اُن نکھٹو خاوندوں کو اپنے رویے پر غور کرنا چاہیے اور بیوی کا جو حق ہے اسے خوش اسلوبی سے ادا کرنا چاہیے تاکہ زندگی کی گاڑی اچھے انداز سے چل سکے۔خاوند کو یہ بھی چاہیے کہ وہ اپنی بیوی پر تشدد نہ کرے گھر میں مار کٹائی کا ماحول پیدا نہ کرے اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ بیوی کے چہرے پر مت مارو اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اکثر حواس خمسہ، جیسے سماعت، بصارت وغیرہ یہیں یکجا پائی جاتی ہیں۔مارنے سے ان حواس کے متاثر ہونے کا

اندیشہ ہے۔نیز چہرہ حسن وجمال اور اعزاز واکرام کا مقام بھی ہے۔

اس حدیث پاک میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ برے الفاظ اس کے سامنے نہ کہو۔ جیسے اللہ تجھے بگاڑ کر رکھ دے۔اسی طرح گالی نہ دو۔نہ کوئی ناگوار بات کہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گزشتہ دی گئی ہدایات سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کی شخصیت کا احترام کرنا چاہیے۔برے لفظ اس کے سامنے کہہ کر اس کی اہانت یا تذلیل نہیں کرنی چاہیے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ازواج مطہرات کے حق میں بیحد نیک اور مثالی تھی۔آپ موقع بہ موقع ان کی آراء سنتے تھے۔کبھی ان کی بعض باتوں کو برداشت بھی کر جاتے تھے۔خوب سمجھ لینا چاہیے کہ عورت کی اہانت پر انجام بڑا بھیانک ہوتا ہے اور اس کا برا نتیجہ سامنے آتا ہے۔

طبقہ نسواں کی بڑی حامی سمجھی جانے والی خاتون ’’ماری اسٹوپ‘‘ کہتی ہے۔عورت کا احترام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔کیونکہ جو عورت اپنی نظر میں خود کو کمزور سمجھتی ہے اور یہ جانتی ہے کہ لوگ بھی اسے کمزور خیال کرتے ہیں۔تو ایسی عورت متعدد غلط چیزوں جیسے جھوٹ، خیانت اور منافقت سے متصف ہوسکتی ہے۔لیکن اگر ہم نے اس کے دل میں اس کی اپنی شخصیت کا احترام پیدا کیا، اس کی شخصیت کا خود بھی احترام کیا، اس کے اعزاز واکرام کو بحال رکھا، تو ہم نہ صرف اس کی شخصیت کو مضبوط کریں گے بلکہ ساتھ ساتھ ان جذبات اور تیز رو کو توڑنے کے درپے ہوں گے، جو عورت کی راہ میں مزاحم ہوتے ہیں اور زندگی کے شب وروز میں سامنے آتے ہیں۔جب آدمی ان کی توثیق اور احترام کرے گا، ان کا اعتماد بحال کرے گا۔تو عورت اپنے ضعف کو نظر انداز کرے گی۔

حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم ہے کہ مومن کی یہ شان ہے وہ حُسنِ اخلاق کا پیکر ہو مروت وحسن کردار کی مجسم صورت ہو اور اہل وعیال اور بیوی کے لیے اخلاق ومروت میں سب سے اچھا ثابت ہو۔یعنی ایک اچھے مسلمان کی یہ خوبی ہونی چاہیے کہ وہ حسن سلوک میں اپنی بیوی کے ساتھ سب سے اچھا ہو اس کے ساتھ فحش گوئی اور بدکلامی

نہ کرے مردوں کو اپنی بیویوں کے حق میں سراپا محبت وشفقت ہونا چاہیے اور بیوی کی ہر جائز دلدہی کرنی چاہیے جو اپنی بیوی کے ساتھ اپنے آپ کو اچھا ثابت کرنے میں کامیاب ہو وہی اپنی زندگی کو خوشگوار انداز سے گزارتا ہے زندگی کی خوشیوں اور مسرتوں کو حاصل کرتا ہے اور یہی مرد کی فطرت کی نیکی کی دلیل ہے ورنہ کچھ دیر کے لیے مصنوعی طور پر تو بُرے سے بُرا آدمی بھی یہ کوشش کر لیتا ہے اور اس بات کا ثبوت فراہم کر دیتا ہے کہ وہ بڑا نیک ہے لیکن بیوی کی دائمی رفاقت اصل فطرت اور افتادِ طبع کو تباہ کر دیتی ہے اور یہی مرد کی فطرت کی حقیقی کسوٹی ہے، سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی پیاری بندیوں کو مارنے پیٹنے سے اجتناب کرو۔

عرب جہاں عورتوں کو جانوروں سے زیادہ اہمیت نہ تھی مردوں کے جو دل میں آتا ان کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے مارنا پیٹنا ان کے نزدیک معمولی بات تھی اسلام کا سورج جب طلوع ہوا تو عورتوں کی جان میں جان آئی صدیوں کی مظلومیت سے خلاصی کا ردِعمل جیسا کہ ہونا چاہیے تھا وہ بھی سامنے آیا جس کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ عورتیں اپنے خاوندوں کے مقابلے میں جری ہو گئی ہیں۔ یہ سن کر سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے مذکورہ بالا فرمان سے سختی نرمی سے بدل گئی۔

فرائض شوہر میں یہ بات بھی داخل ہے، کہ اپنی عورت کو گالی نہ دے اور نہ خرافات ولغویات باتیں بکے، یہ ایک جاہل انسان کا کام ہے نہ کہ معزز ومہذب انسان کا۔

ایک حدیث میں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عورت کو گالی دیتا ہے آسمان کے تمام فرشتے اس کو لعنت کرتے ہیں۔

(الحدیث متفق علیہ وغنیۃ الطالبین ص ۱۳۲۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص فحش بکتا ہے یعنی قابل شرم باتیں منہ سے نکالتا ہے اور برے فعل پر نادم بھی نہیں ہوتا، تو اس شخص پر خدا کی بہشت حرام ہے،

دوزخ میں کچھ دوزخی ایسے ہوں گے جن کے منہ سے نجاست بہے گی اور اس کی بدبو کی وجہ سے دوسرے دوزخی لوگ نجات کے لیے فریاد کریں گے، اور پوچھیں گے یا مالک! یہ کون لوگ ہیں جن سے ہم سخت پریشان ہیں؟ تو ارشاد باری ہوگا یہ وہی لوگ ہیں جو دنیا میں خرافات اور فحش باتوں کو دوست رکھتے تھے، اور سڑی سڑی باتیں بکتے تھے۔ (اکسیر ہدایت ص ۳۰۸)

حضرت ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں کہ جو شخص گالی گلوچ بکتا ہے اور فحش باتوں سے لوگوں کو پریشان کرتا وہ قیامت کے روز خدا کی عدالت میں کتے کی صورت میں ہوگا۔

(اکسیر ہدایت ص ۳۰۸)

حضرت براابن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی آ کر عرض کرنے لگا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں لے جائے اور عذاب دوزخ سے بچائے ارشاد فرمایا تو نے اگرچہ چھوٹا جملہ بولا مگر درخواست بہت لمبی چوڑی کی، اب سن لے نیک کام خود کر اور دوسروں کو حکم دے اور بری بات سے اجتناب کر، اگر اس کی طاقت تیرے اندر نہ ہو تو زبان کو خیر کے علاوہ نہ کھول یہی تیرے لیے کافی ہے۔

(بیہقی، شعب الایمان، بحوالہ تفسیر مظہری جلد۱۴ص۲۱۶پ۳۰)

خفا ہونا بھی بیوی کا حق ہے

اگر کسی بات پر بیوی روٹھ جائے تو اس کی اس بات کا غصہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ بھی انسان ہے اور خلاف مزاج بات پر اسے بھی خفا ہونے کا حق ہے یہ الگ بات ہے کہ بعض اوقات یہ خفگی کسی غلط فہمی کی بناء پر ہوتی ہے اور بعض مرتبہ اپنی کسی بات پر اڑے رہنے کی وجہ سے ہوتی ہے لہٰذا موقع کی مناسبت کا خیال کرتے ہوئے معاملے کو سلجھانے کی کوشش کرنی چاہیے یہ نہیں ہونا چاہیے کہ اگر بیوی ناراض ہوگئی ہے تو خود بھی اس سے ناراض ہو جائے اور ایسی خاموشی کی فضا گھر میں قائم کر دی جائے کہ گھر گھر ہی معلوم نہ ہو یا پھر یہ بھی نہیں کرنا چاہیے کہ بیوی کے ساتھ غصے کی حالت میں تلخ کلامی اور فحش کلامی سے کام لیا جائے اس طرح معاملہ بگڑ جاتا ہے اور اچھا بھلا گھر جہنم بن جاتا ہے۔

اکثر گھروں میں دیکھا گیا ہے کہ بیوی نے اپنے میکے جانے کے لیے خاوند سے اجازت مانگی خاوند نے بلاوجہ انکار کر دیا بلکہ سختی سے منع کر دیا اس پر بیوی نے تھوڑی سی ضد کی خاوند پھر بھی راضی نہ ہوا نتیجۃً بیوی خفا ہوگئی یا پھر خاوند رات کو دیر سے گھر واپس آیا بیوی نے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی خاوند نے جھڑک کر خاموش کرا دیا کہ تمہیں وجہ بتانا ضروری ہے۔ خاوند کے اس روکھے جواب سے بیوی کو غصہ آگیا اس نے خاموشی تو اختیار کر لی مگر خاوند سے خفا ہوگئی۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیوی نے کسی چیز کی فرمائش کی خاوند نے لا کر نہ دی اور نہ لانے کی کوئی معقول وجہ بھی بیان نہ کی چند روز تک روزانہ بیوی اپنی مطلوبہ چیز کے بارے میں پوچھتی رہی بالآخر خاوند نے تلخی سے جواب دے دیا اس پر بیوی خاوند سے خفا ہوگئی۔

ہونا تو یہ چاہیے کہ بیوی کے خفا ہو جانے کی صورت میں نرمی اور پیار کے ساتھ

بیوی سے بات کی جائے کیونکہ وہ بھی آخر آپ کے گھر کی ایک اہم ترین رکن ہے اس کی تمام تر امیدوں اور امنگوں کا محور آپ ہی تو ہیں وہ اگر کسی چیز کی فرمائش کرے گی تو آپ ہی سے تو کرے گی کیونکہ آپ اس کے خاوند ہیں اگر کسی معاملے میں اجازت حاصل کرتی ہے تو وہ بھی آپ ہی سے کرتی ہے آپ کو بلکہ خوش ہونا چاہیے کہ آپ کی بیوی کس قدر سلیقہ شعار اور تابعدار ہے کہ کوئی بھی کام آپ کی اجازت اور منشاء کے بغیر نہیں کرتی۔ بیوی کے خفا ہونے کا بُرا نہیں منانا چاہیے بلکہ کوشش کرنی چاہیے کہ اس کو منا لیا جائے۔ بیوی کی ناراضی ہمیشہ عارضی ہوتی ہے اور وہ اس انتظار میں ہوتی ہے کہ کب خاوند پیار و محبت کے دو بول بولے اور وہ اپنی خفگی ختم کر کے راضی ہو جائے اگر خاوند کی توجہ اور پیار بھرے الفاظ اسے نہ ملیں تو پھر اس کے دل پر جو بیتتی ہے وہی جانتی ہے لہٰذا معاملے کو طول نہیں دینا چاہیے اس معاملے کو سلجھاتے ہوئے خوشدلی اور فراخدلی سے آگے بڑھ کر پیار و محبت کے ساتھ بیوی کو سمجھاتے ہوئے اس کی ناراضی کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو مرد اس بات کو سمجھ لیتا ہے کہ گھر میں ناراضی اور خفگی کی فضا قائم رہنے سے گھر میں ناخوشگواری کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے وہ فوری طور پر کوشش کرتا ہے کہ جلد از جلد ایسی ناگواری کی فضا کا خاتمہ ہو اور گھر کا ماحول بہتر ہو جائے۔

سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ مطہرہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی کبھی کبھار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روٹھ جایا کرتی تھیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے روٹھ جانے کا بُرا نہیں منایا کرتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! جب تم مجھ سے خفا ہو جاتی ہو تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ تم مجھ سے خفا ہوگئی ہو۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو میرے روٹھنے کا کیسے پتہ چلتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جب تم مجھ سے خفا ہو جاتی ہو تو قسم کھاتی ہو تو کہتی ہو ’’ابراہیم کے رب کی قسم‘‘، تم میرا نام نہیں لیتی اور جب خوش رہتی ہو تو کہتی ہو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پروردگار کی قسم۔

(مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بیوی کے روٹھ جانے کا خاوند کو پتہ چل ہی جاتا ہے ایک مسلمان خاوند کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے گھر کی فضا کو خوشگوار رکھنے کے لیے روٹھی ہوئی بیوی سے نرمی و پیار سے پیش آئے تاکہ بیوی جلد اپنی خفگی دور کر کے راضی ہو جائے۔

اس ضمن میں صرف اس بات کا خیال رکھا جائے کہ بیوی کی خفگی صرف ان معاملات میں قابل قبول ہونی چاہیے کہ جو شریعت مطہرہ سے ٹکراتے نہ ہوں مثلاً اگر بیوی کوئی ایسا کام کہے جس کی شریعت مطہرہ نے مخالفت کی ہو اور بیوی ضد کرتی ہو بے جا اور فضول فرمائش کر کے خاوند کو تنگ کرنا اس کا مقصد ہو تو ایسی صورت میں اس کو سختی سے منع کیا جا سکتا ہے اور اس کو پیار سے سمجھایا جائے کہ ہمارے دین اسلام نے ایسے فضول کاموں کے کرنے کی اجازت نہیں دی ہے اور ان کو سختی سے منع کیا ہے اگر تو بیوی سمجھدار اور دیندار ہے تو وہ آپ کی بات کا جلد اثر لے گی اور سمجھانے سے سمجھ جائے گی اپنی خفگی ختم کر دے گی اگر بالفرض وہ اپنی بات پر اڑی رہے تو اس کی ناراضی کو کوئی اہمیت نہ دی جائے مگر اس کے ساتھ نرمی اور محبت والا سلوک برابر جاری رکھا جائے ان شاءاللہ تعالیٰ وہ خود ہی راہِ راست پر آ جائے گی۔

نیک بیوی اگر کسی وجہ سے خفا ہو بھی جائے تو نیک اور اچھا خاوند اس کو منانے کے لیے اور اس کو راضی کرنے کے لیے ضرور کوشش کرتا ہے اس سے پتہ چل جاتا ہے کہ خاوند کے دل میں اپنی بیوی کے لیے کس قدر محبت بھرے جذبات ہیں۔ حضرت عاتکہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی تھیں ان کے خاوند عبدالملک بن مروان کو اپنی بیوی سے بہت محبت تھی عبدالملک بن مروان اپنی بیوی کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتا تھا بعض اوقات یہ ہوتا تھا کہ حضرت عاتکہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا اپنے شوہر سے کسی بات پر خفا ہو جاتیں تو اپنی خفگی کا اظہار اس طرح سے کرتیں کہ اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جاتیں تاکہ اپنے خاوند سے ان کا سامنا ہی نہ ہو لیکن عبدالملک بن مروان کو اپنی بیوی سے بڑی محبت تھی اس لیے وہ اپنی بیوی کی ناراضی دور کرنے اور راضی کرنے کا کوئی نہ کوئی طریقہ ڈھونڈھ

ہی نکالتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عاتکہ رحمۃ اللہ علیہا اپنے خاوند عبدالملک سے بہت زیادہ ناراض ہوئیں عبدالملک نے اپنے خاص حاشیہ نشینوں میں سے ایک شخص عمر بن بلال اسدی سے اس صورت حال کا تذکرہ کیا وہ بڑے مزاحیہ طبیعت کے تھے، مسکراتے ہوئے کہنے لگے ''امیر المومنین! اگر آپ کی بیگم آپ سے خوش ہو جائے تو مجھے کیا انعام ملے گا؟ عبدالملک بن مروان نے کہا تجھے منہ مانگا انعام دوں گا۔ عمر بن بلال نے عاتکہ کے دروازے پر جا کر پورے زور سے رونا شروع کر دیا۔ اچانک آہ و بکا کی آواز سن کر کنیزیں باہر آئیں دیکھا کہ عمر بن بلال زار و قطار رو رہا ہے۔ انھوں نے پوچھا بھئی کیا ہوا؟ کیا اچانک مصیبت آن پڑی؟ کیوں رو رہے ہو؟ کیوں آہیں بھر رہے ہو؟ کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ؟ اس نے کہا کچھ نہ پوچھئے ہائے میں مارا گیا، میں لٹ گیا میری دنیا برباد ہو گئی! ہائے میں کیا بتاؤں میرے دو بیٹے تھے ایک بیٹے نے دوسرے کو قتل کر دیا، میں نے امیر المومنین سے واقعہ بیان کیا تو فرماتے ہیں کہ تم اس کے قصاص میں اپنے دوسرے بیٹے کو بھی قتل کر دو۔ میں نے کہا ''امیر المومنین! میں اسے معاف کرتا ہوں، وہ کہتے ہیں نہیں اس سے معاشرے میں انارکی پیدا ہو گی معاشرہ بگڑ جائے گا۔ ہائے میں کیا کروں میں مارا گیا میری دنیا اجڑ گئی، کنیزوں نے ترس کھاتے ہوئے کہا اب ہم آپ کی کیا مدد کر سکتی ہیں، اس نے روتے ہوئے کہا تم میری مدد کر سکتی ہو، اپنی مالکن، خاتون اول، امیر المومنین کی بیگم عاتکہ بنت یزید سے کہو کہ وہ از راہ کرم امیر المومنین سے میری سفارش کریں کہ وہ دوسرے بیٹے کو قتل کرنے کا حکم واپس لے لیں، کنیزوں نے درد بھرے انداز میں اپنی مالکن کی خدمت میں عرض کی، اس نے اپنی کنیزوں کی باتیں سن کر کہا میں ان حالات میں کیا مدد کر سکتی ہوں میں تو اپنے خاوند سے ناراض ہوں، آخر میں کس طرح سفارش کر سکتی ہوں۔ کنیزوں نے اپنی مالکن کے پاؤں پکڑ کر کہا ایک زندگی کا سوال ہے، آپ کی زبان ہلے گی اس بیچارے کا ایک بیٹا بچ جائے گا۔ کنیزوں کے اصرار کی وجہ سے عاتکہ رحمۃ اللہ علیہا نے کہا میرا شاہی لباس لاؤ۔ انھوں نے فوراً خدمت میں حاضر کر دیا۔ فاخرانہ لباس پہن کر دروازے کے باہر آئیں دیکھا کہ عمر بن بلال روئے جا رہا ہے۔ عبد

الملک بن مروان بھی وہاں موجود ہے، عاتکہ رحمتہ اللہ علیہا اپنے خاوند کی قدم بوسی کرتے ہوئے کہنے لگیں اس کے بیٹے کی جان بخشی کر دیں تو نوازش ہوگی۔ اپنی بیگم کا یہ انداز دلبرانہ دیکھتے ہوئے عبدالملک بن مروان نے کہا جیسے آپ کی مرضی۔ اس طرح ان دونوں کی صلح ہو گئی۔ عبدالملک بن مروان نے عمر بن بلال کو انعام واکرام سے نوازا۔

اس موقع پر عبدالملک بن مروان نے کثیر بن عبدالرحمان کے یہ اشعار بھی پڑھے:

وانی لا رعی قومها من جلالها
وان اظهروا غشا نصحت لهم جهدی
ولو حاربوا قومی لكنت لقومها
صديقا ولم اجمل على قومها حقدی

''میں اس کی قوم کی رعایت اس کے جاہ وجلال کی وجہ سے کرتا ہوں اگر وہ کینہ ظاہر کریں تو میں ان کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آتا ہوں۔

اگر وہ میری قوم کے ساتھ لڑائی کریں تو میں اس کی قوم کا دوست بن جاتا ہوں اور اس کی قوم کے ساتھ اپنے کینے کا اظہار نہیں کرتا۔''

جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ بیوی کی ناراضی کو اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنا لینا چاہیے کیونکہ اس سے معاملہ حل نہیں ہوتا بلکہ مزید بگڑ جاتا ہے اگر بیوی ناراض ہوگئی ہے اور اس کے مقابلے میں آپ بھی اس سے ناراض ہوگئے ہیں تو پھر بات ضد اور ہٹ دھرمی پر آجائے گی اور ضد ایسی بری خصلت ہے کہ جس سے آدمی کی دنیا و آخرت برباد ہو جاتی ہے اپنی ضد پر اڑے رہنے سے تلخی بڑھ جاتی ہے اور پھر کوئی تیسرا فریق ہی آپس میں مصالحت کراتا ہے لہٰذا ایسی نوبت تک نہیں پہنچنا چاہیے بلکہ نرمی اور بردباری سے کام لے کر بیوی کی خفگی کو دور کر کے گھریلو ماحول کو سازگار رکھنا چاہیے۔

اپنی بیوی سے محبت کریں

اگر آپ اپنی بیوی سے محبت کرنا شروع کر دیں گے تو آپ کی زندگی بڑی پُرمسرت گزرے گی گھر کا ماحول نہایت خوشگوار رہے گا کیونکہ میاں بیوی کے مابین محبت ہی زندگی کی گاڑی کو کامیابی سے چلانے کی ضامن ہے اگر آپ بیوی کی معمولی معمولی سی باتوں پر اپنے دل میں اس کے خلاف نفرت کے جذبات کو جگہ دیں گے اور اس کو سرزنش کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے تو اس سے نہ صرف گھر کے ماحول پر اچھا اثر نہیں پڑے گا بلکہ آپ کی اپنی زندگی بھی اجیرن ہو جائے گی جو کہ یقیناً آپ کے حق میں اچھی بات نہ ہوگی ہمارے پیارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ازواج مطہرات سے بڑی محبت کیا کرتے تھے اور اپنی محبت کا گاہے بگاہے اظہار بھی فرمایا کرتے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہم سب کے لیے کامیاب زندگی گزارنے کا ایک بہترین نمونہ ہے۔

سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شدید محبت تھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے راضی وخوش رہا کرتے تھے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اتنی محبت تھی کہ جب کوئی قربانی کرتے تو پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو گوشت بھیجتے اور بعد میں کسی اور کو دیتے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا کوئی رشتہ دار جب کبھی آپؐ کے پاس آتا تو اس کی بے حد خاطر مدارات فرمایا کرتے۔

رحلت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد مدت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف نہ لے جاتے جب تک حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اچھی طرح تعریف نہ کر لیتے۔ اسی طرح جب گھر تشریف لاتے تو ان کا ذکر کر کے بہت کچھ

تعریف فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تعریف کرنی شروع کی۔ مجھے رشک آیا، میں نے کہا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ایک بڑھیا بیوہ عورت تھیں۔ خدا نے ان کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہتر بیوی عنایت کی۔'' یہ سن کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمایا ''خدا کی قسم مجھے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے اچھی بیوی نہیں ملی۔ وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے۔ اس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا۔ اس نے اپنا زر و مال مجھ پر قربان کر دیا جب دوسروں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بطن سے مجھے اولاد دی۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ڈر گئی اور اس روز سے عہد کر لیا کہ آئندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کبھی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ایسا ویسا نہ کہوں گی۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی بہت زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) انہوں نے دوبارہ سوال کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مردوں میں سب سے زیادہ آپ کو کون محبوب ہے؟ ارشاد فرمایا، عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ انہوں نے پھر سوال کیا کہ ان کے بعد؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی زوجہ مطہرہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی بڑی محبت تھی حضرت سودہؓ کے مزاج میں ظرافت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کبھی ہنسا دیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ عرض کیا کہ کل رات میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل نماز پڑھی۔ باوجودیکہ میں ساتھ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اتنا لمبا) رکوع کیا جس سے مجھے نکسیر چھوٹ جانے کا خوف ہو گیا اور میں نے اس کے ڈر سے ناک

پکڑ لی یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آ گئی۔ (اصابہ)

ان مثالوں کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک مسلمان خاوند کو اپنی بیوی کے ساتھ محبت اور پیار کا رویہ رکھنا چاہیے۔

شوہر کو یہ بھی چاہیے کہ سفر میں جاتے وقت اپنی بیوی سے انتہائی پیار و محبت کے ساتھ ہنسی خوشی سے ملاقات کر کے گھر سے نکلے اور سفر سے واپس ہو تو کچھ نہ کچھ سامان بیوی کے لیے ضرور لائے، کچھ نہ ہو تو کچھ کھٹا میٹھا ہی لیتا آئے اور بیوی سے یہ کہے کہ یہ خاص تمہارے ہی لیے میں لایا ہوں۔ شوہر کی اس ادا سے عورت کا دل بڑھ جائے گا اور وہ اس خیال سے بہت خوش اور مگن رہے گی کہ میرے شوہر کو مجھ سے ایسی محبت ہے کہ وہ میری نظروں سے غائب رہنے کے بعد بھی مجھے یاد رکھتا ہے اور اس کو میرا خیال لگا رہتا ہے ظاہر ہے کہ اس سے بیوی اپنے شوہر کے ساتھ کس قدر زیادہ محبت کرنے لگے گی۔

جب میاں بیوی کے مابین محبت و پیار کی زیادتی ہو گی تو دونوں کی اگر ذہنی ہم آہنگی نہ بھی ہو گی تو رفتہ رفتہ ان کے درمیان اس طرح کا تعلق بن جائے گا کہ ایک دوسرے کے بغیر رہ نہ سکیں گے دلوں میں صرف اور صرف محبت کے پھول ہی کھلیں گے اور ان کا گھر راحت و سکون کا گہوارہ بن جائے گا اور دونوں کی ایسی راحت بھری زندگی ہو گی کہ جس کا کوئی مول نہیں۔

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ اپنے وزیر کی معیت میں ایک غار نما گڑھے سے گزرا۔ اس کے اندر آگ کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ بادشاہ اس طرف گیا تو دیکھا، ایک شخص پرانے کپڑے پہنے مٹی کے ایک تودے سے ٹیک لگائے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے مٹی کے برتن میں معمولی کھانا لگا ہوا ہے۔ سامنے بیٹھی ہوئی اس کی بیوی اس کے ساتھ ایسے آداب برت رہی ہے، جیسے بادشاہوں کے سامنے کوئی آداب بجا لاتا ہے اور خاوند بھی اس کے ساتھ یوں پیش آ رہا ہے، جیسے وہ عورت تمام عورتوں کی سردار ہے بادشاہ نے جو یہ دیکھا، تو اسے بڑا رشک آیا۔ اس نے کہا، نیک صالح لوگوں نے سچ کہا ہے کہ آج یہ جس لذت اور راحت و سکون میں ہیں۔ اگر دنیا کے بادشاہوں کو اس کا علم ہو جائے، تو ان کی لذت اور راحت چھیننے کے لیے ان سے جنگ چھیڑ دیں۔

بیوی کی اہمیت

ایک مسلمان خاوند کو اپنی بیوی کی اہمیت وافادیت کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے ایک نیک آدمی اپنی بیوی کی موجودگی میں اپنے آپ کو بہت سی برائیوں سے محفوظ کر لیتا ہے بُری عورتوں کے مکروفریب سے اپنے آپ کو بچالیتا ہے اللہ رب العزت اس پر اپنا خصوصی فضل وکرم کرتا ہے جو برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے وہ بندہ کسی غیر عورت پر بُری نظر نہیں ڈالتا اس لیے کہ بُری نظر تمام خواہش کی بنیاد ہے اسلام نے اس سوراخ کو پہلے بند کیا ہے اور نظر کو آنکھوں کا زنا قرار دیا اور پھر نگاہ کا تیر مشہور ہے۔ بعض علماء کرام لکھتے ہیں کہ نگاہیں شہوت کی قاصد اور اس کی پیامبر ہیں۔ نگاہ کی اسی تاثیر کے باعث قرآن پاک میں مومنین کے لیے حکم آیا کہ:

ترجمہ: ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنے ستر کو بچائے رکھیں اس میں ان کے لیے پاکیزگی ہے اللہ تعالیٰ کو جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کی خبر ہے۔

(سورۂ نور)

اس آیت مبارکہ میں جس چیز کا حکم فرمایا گیا ہے وہ ہر ایک مسلمان کے لیے لازمی ہے نگاہ نیچی رکھنا فطرت اور حکمت الٰہی کے تقاضے کے مطابق ہے اس لیے کہ عورتوں کی محبت اور دل میں ان کی طرف خواہش فطرت کا تقاضہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: "مرغوب چیزوں کی صحبت پر لوگ فریفتہ کیے گئے ہیں جیسے عورتوں پر۔"

(آل عمران)

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ آنکھوں کے فتنہ سے یقینی طور پر اپنے

آپ کو بچاؤ کیونکہ یہ تمام فتنہ وآفت کا بنیادی سبب ہے، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ:

"بلاشبہ عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور اسی کی صورت میں واپس ہوتی ہے تم میں سے کسی کو جب عورت بھلی معلوم ہو اور دل پر اس کی چوٹ پڑے تو چاہیے کہ اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستر ہو، اس تدبیر سے اجنبی عورت کا اثر دل سے جاتا رہے گا۔" (مسلم شریف)

جن کا جنسی میلان قوی ہوتا ہے طبعاً ان کی نگاہیں عورت کی طرف اُٹھ جاتی ہیں اور عورت اپنی قدرتی ہیئت سے مرد کے خوابیدہ جذبات کو جگا دیتی ہے اس سے بچنے کی تدبیر اسلام نے بتائی ہے تو اگر ایسی بات ہو جائے اور کسی عورت کو دیکھ لینے سے ہیجان کی کیفیت پیدا ہو جائے تو ایسے نازک موقع کے وقت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا ہے کہ تم اپنی بیوی کے پاس چلے جاؤ تاکہ شیطان تمہارے دل میں وسوسہ ڈالنے کی جراءت نہ کرے اور نہ تم کو گناہ میں ملوث کرنے پائے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث مبارکہ کے تحت تحریر کرتے ہیں کہ:

"کسی عورت کو دیکھنے سے جب کسی کی خواہش میں اُبھار پیدا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی سے مقاربت کرے تاکہ دل کا تقاضہ ٹھنڈا پڑ جائے اور نفس کو سکون حاصل ہو اور قلب جس کے درپے ہے وہ بات جاتی رہے۔" (شرح مسلم)

عورت کے آنے اور جانے کو شیطان کی صورت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ عورت میں فطرتاً کچھ ایسی جاذبیت اور دلکشی رکھی گئی ہے کہ قدرتاً مرد کا دل عورت کی طرف کھنچتا ہے گویا شیطان کو موقع ملتا ہے کہ عورت کو مرد کی لغزش کا ذریعہ بنائے لہٰذا ہر مسلمان کو اپنی نگاہ کی حفاظت کرنی چاہیے اور بُری عورتوں کے فتنے سے بھی اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ:

"میں نے اپنے بعد عورتوں سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ مردوں کے لیے نقصان دہ نہیں چھوڑا۔" (مشکوٰۃ شریف)

اسی طرح ایک موقع پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"دنیا اور عورتوں سے ڈرو کیونکہ نبی اسرائیل میں پہلا فتنہ جو پیدا ہوا تھا وہ عورتوں میں تھا۔" (مشکوٰۃ شریف)

اللہ رب العزت نے انسانی فطرت کا لحاظ فرمایا اور شہوت کی رعایت سے نکاح کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ حکم فرمایا اور پھر اس کے بعد انسانی طبیعت پر کنٹرول کیا اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کے طریقے بیان کیے۔ حد سے بڑھتی ہوئی حرص جو حریص انسان کی طبعی خواہش ہے اس پر پہرہ بٹھایا اور کائناتِ انسانی کو فتنہ وفساد سے محفوظ کر دیا۔

حمیدی

والدین کے حقوق کا خیال رکھیں

مسلمان خاوند کے لیے لازم ہے کہ وہ شادی کے بعد بھی اپنے والدین کے حقوق اسی طرح ادا کرتا رہے جس طرح کہ شادی سے قبل ادا کرتا تھا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی والدین کی رضا میں ہے اور والدین کی ناراضگی میں اللہ رب العزت کی ناراضگی ہے تمام رشتوں میں سب سے گہرا اور سب سے قریبی رشتہ والدین کا ہے پروردگار عالم نے والدین کو بہت بلند مرتبہ سے نوازا ہے اور والدین کی خدمت و اطاعت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید فرمائی ہے چنانچہ اسی حوالے سے قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا
اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ
لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ۝
وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْ
حَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۝ (سورۂ بنی اسرائیل آیات ۲۳-۲۴)

ترجمہ: "اور (لوگو)! تمہارے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور ان میں سے ایک یا دونوں تمہاری زندگی میں بڑھاپے کو پہنچیں تو (کسی بات پر) ان کو اف تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو! اور ان سے ادب سے بات کرو اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہو!

اور ان کے حق میں یہ دعا کرتے رہو کہ پروردگار! جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے، اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما!

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے نیکی، نرمی، رعایت اور مہربانی کو ماں باپ کا حق قرار دیا ہے اور اس حق کی تائید اس طرح فرمادی کہ اسے اپنے حق کے ساتھ جوڑ دیا اس سے ماں باپ کے حقوق کی عظمت اور انہیں پورا پورا انجام دینے کی ضرورت کا پتہ چلتا ہے۔

اکثر یہ ہوتا ہے کہ بیوی آجانے پر بیٹا انہیں فراموش کر جاتا ہے، ان کے ساتھ بد سلوکی کرتا ہے، انہیں ایک طرف ڈال دیتا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ یہ سب اپنی فتنہ پرداز بیوی کی شہہ پر کرتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ آج وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ جس قسم کی بد سلوکی کررہا ہے، درحقیقت آپ اپنی راہ میں کانٹے بوتا ہے، اپنی جیتی جاگتی اور ہنستی کھیلتی دنیا کو ویران کرتا ہے۔ کیونکہ آج وہ ان کے حقوق سے غافل ہوا، لیکن اللہ ماں باپ کے حقوق سے غافل نہیں۔ ایک وقت ضرور آئے گا، جب وہ ان بوڑھی ہڈیوں کی قربانی، جدوجہد مشقت اور اپنے بچے کی بھلائی کے لیے طول طویل راتوں کے جاگنے کے صلہ میں ان کی مدد کرے گا ورنہ اسی بچہ نے آج بڑے ہو کر اور پرورش پا کر ان کی بساط الٹ دی اور جس شاخ کے نیچے پرورش پائی اسی کو کاٹ کر رکھ دیا۔

چونکہ ہم دل کی گہرائی سے مسلم خاندانوں کی سعادت اور بھلائی کے خواہاں ہیں، اس لیے نوبیاہتا جوڑوں کے سامنے ہم ان نصیحتوں اور ہدایات کو صاف صاف بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ وہ انہیں فراموش نہ کریں گے۔ اس میں شک نہیں کہ ان پر عمل کرنے سے ان کی انا کو ٹھیس نہیں پہنچے گی، بلکہ انہیں یہ احساس ہوگا کہ بڑھاپے کا اندوہناک وقت ان پر بھی آنے والا ہے پھر قادر مطلق تو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے کبھی مرنے والا نہیں اور آدمی جیسا دوسروں کے ساتھ کرتا ہے، اس کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کیا جاتا ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیات میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دے

کر ان کے ساتھ تعظیم وتکریم سے پیش آنے کے لیے چند نصیحتیں فرمائی ہیں۔

اول یہ کہ ماں باپ دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک بوڑھا ہو جائے تو ان کو اف بھی نہ کہو، مقصد یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا کلمہ ان کی شان میں زبان سے نہ نکالو جس سے ان کی تعظیم میں فرق آتا ہو، یا جس کلمہ سے ان کو رنج پہنچتا ہو، لفظ اف بطور مثال کے فرمایا ہے۔ یوں تو ماں باپ کی خدمت اور اکرام واحترام ہمیشہ ہی لازم ہے لیکن بڑھاپے کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے فرمایا کہ اس عمر میں ماں باپ کی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، پھر بعض مرتبہ ماں باپ اس عمر میں جا کر چڑچڑے بھی ہو جاتے ہیں اور ان کو بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں، اولاد کو ان کا اگالدان صاف کرنا پڑتا ہے، میلے اور ناپاک کپڑے دھونے پڑتے ہیں جس سے طبیعت بور ہونے لگتی ہے اور تنگ دل ہو کر الٹے سیدھے الفاظ بھی زبان سے نکلنے لگتے ہیں، ایسے موقع پر صبر اور برداشت سے کام لینا اور ماں باپ کا دل خوش رکھنا اور رنج دینے والے ذرا سے الفاظ سے بھی پرہیز کرنا بہت بڑی سعادت ہے، اگرچہ اس میں بہت سے لوگ فیل ہو جاتے ہیں۔

حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ تو جوان لوگوں کے کپڑوں وغیرہ سے گندگی اور پیشاب پاخانہ صاف کرتا ہے تو اس موقع پر اف نہ کہہ جیسا کہ وہ بھی اف نہ کہتے تھے جب تیرے بچپن میں تیرا پیشاب پاخانہ وغیرہ دھوتے تھے۔ (درمنثور)

اف کہنے کی ممانعت کے بعد یہ پھر فرمایا کہ ان کو مت جھڑکو، جھڑکنا اف کہنے سے بھی زیادہ برا ہے، جب اف کہنا منع ہے تو جھڑکنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ پھر بھی واضح فرمانے کے لیے خاص طور سے جھڑکنے کی صاف اور واضح لفظوں میں ممانعت فرمائی ہے۔

دوم یہ حکم فرمایا کہ: وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ماں باپ سے خوب ادب سے بات کرنا، اچھی باتیں کرنا، لب ولہجہ میں نرمی اور الفاظ میں توقیر وتکریم کا خیال رکھنا، یہ سب قولا کریما میں داخل ہیں اور اس کی تفسیر میں بعض اکابر نے فرمایا کہ اذا دعواک فقل لبیکما و سعدیکما یعنی جب ماں باپ تجھے بلائیں تو کہنا کہ میں حاضر ہوں اور تعمیل

ارشاد کے لیے موجود ہوں۔

حضرت قتادہؒ نے قولا کریما کی تفسیر میں فرمایا **قول لینا سھلا** کہ نرم لہجہ میں سہل طریقہ پر بات کرو۔

حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ خطا کار زر خرید غلام جس کا آقا سخت مزاج ہو جس طرح اس غلام کی گفتگو آقا کے ساتھ ہوگی، اسی طرح ماں باپ سے بات کی جائے تو قولاً کریما پر عمل ہوسکتا ہے۔ (تفسیر در منثور)

سوم یہ ارشاد فرمایا کہ **وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ** یعنی ماں باپ کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا، اس کی تفسیر میں حضرت عروہؒ نے فرمایا کہ ان کے سامنے ایسی روش اختیار کر کہ ان کی جو دلی رغبت ہو اس کے پورا ہونے میں تیری وجہ سے فرق نہ آئے۔

اور حضرت عطا بن ابی رباحؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ماں باپ سے بات کرتے وقت نیچے اوپر ہاتھ مت اٹھانا (جیسے برابر والوں کے ساتھ کرتے ہوئے اٹھاتے ہیں)۔

اور حضرت زہیر بن محمدؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ماں باپ اگر تجھے گالیاں دیں اور برا بھلا کہیں تو تو جواب میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔

چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ ماں باپ کے لیے یہ دعا کرتے رہا کرو **رب ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا** کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما، جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا اور پرورش کیا، بات یہ ہے کہ کبھی اولاد حاجت مند تھی جو بالکل نا سمجھ اور ناتواں تھی، اب پچاس ساٹھ سال کے بعد صورتحال الٹ گئی کہ ماں باپ خرچ اور خدمت کے محتاج ہیں، اور اولاد کمانے والی، روپیہ، پیسہ اور گھر بار اور کاروبار والی ہے، اولاد کو چاہیے کہ ماں باپ کی خدمت سے نہ گھبرائے اور ان پر خرچ کرنے سے تنگ دل نہ ہو، دل کھول کر جان و مال سے خدمت کرے، اور اپنے چھٹ پنے کا وقت یاد کرے اور اس وقت انہوں

نے جو تکلیفیں اٹھائیں ان کو سامنے رکھے، اور بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کرے کہ اے میرے رب ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا، اور پرورش کیا۔

توجہ طلب بات:

یاد رکھیئے کہ ماں باپ کے اپنے بچے پر احسانات ہر قسم کی غرض سے پاک صاف ہیں جنہوں نے اپنی جان کا ہی اور دلسوزی کا کبھی بدلہ طلب نہیں کیا۔ بلکہ بچہ کی مسلسل دیکھ بھال کی، سائے کی طرح اس کے پیچھے لگے رہے، شفقت اور محبت کے موتی نچھاور کرتے رہے کیونکہ قرابت اور فطرت کا یہی تقاضا تھا۔ اس لیے انسانیت، وفاداری اور لائقی کا تقاضا ہے کہ ان احسانات کی قدر کی جائے، انہیں سمجھا جائے اور کسی صورت ان کا انکار یا ان کی نافرمانی نہ کی جائے۔

والدین کا احسان مانو:

اولاد پر اپنے والدین کے بہت زیادہ حقوق ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا شکر ادا کرنے کا حکم دینے کے ساتھ ہی انسان کو اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرنے کا بھی حکم فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی، کہ اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف اٹھا کر اس کو اپنے پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے (تو اس کو حکم دیا) کہ میرا بھی شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا بھی! (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ (سورۃ لقمان)

اسلام نے ماں کے حقوق کی اس لیے تاکید کی ہے تا کہ اس کے حقوق کو حقارت سے نہ دیکھا جائے اس کی فضیلت اور اس کے احسانات کو ملحوظ رکھا جائے۔ اس لیے کہ اس کی مشقت اور تکلیف کا نہ شکریہ ادا کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی بدلہ دیا جاسکتا ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پر اٹھائے ہوئے طواف کرا رہا تھا، اس نے سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں نے اس طرح خدمت

کر کے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟ آپ نے فرمایا کہ ایک سانس کا حق بھی ادا نہیں ہوا۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۳۵ ج ۳)

والدین سے نیک سلوک کرو:

والدین کی اطاعت کرنا انسان پر فرض ہے ان کی نافرمانی گناہ ہے ہر صورت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید قرآن کریم میں آئی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ''اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا کہ اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا۔ اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے (میں ہوتا ہے)۔''

اللہ رب العزت نے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کا حکم دیتے ہوئے ماں کے مرتبہ و مقام کی بھی وضاحت فرمادی ہے اس لیے کہ بچہ ماں کے جگر اور اس کے بدن کا ٹکڑا ہے ماں نے ایک مدت تک پیٹ میں اسے اٹھایا اپنی غذا سے اسے پروان چڑھایا۔ پھر جب اس چھوٹی سے جان نے دنیا میں قدم رکھا تو اسی نے اس کی پرورش کی۔ راتوں کو اس کے لیے جاگتی رہی، اپنی زندگی کی دوڑ کو اس کے ساتھ باندھے رکھا۔ طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں، ہر طرح کا بوجھ برداشت کیا اور خوشی خوشی سب کچھ سہتی رہی۔ اس لیے کیا کسی ایسے انسان کے لیے ان قربانیوں کو فراموش کرنا ممکن ہے، جس کے لیے یہ تمام تکلیفیں اس ماں نے اٹھائیں، جس کی راحت کے لیے اس نے اپنے آرام کو تج دیا۔ کیا آدمی اپنی ماں کی جدوجہد، اس کی جفاکشی اور اس کے گھلنے اور پگھلنے کو بھول سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم وقت کی اس گھڑی کو برابر یاد دلاتا ہے، جس کو انسان بھول چکا ہے۔ جو اس کی نازک ترین اور اہم ترین گھڑی تھی۔ قرآن کریم یاد دلاتا ہے کہ اس مقدس ذات نے اپنا تن، من، دھن اور سب کچھ اس پر نچھاور کر دیا۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ اس گھڑی کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے اور اسی آنکھ سے اپنی ماں کو دیکھتا رہے۔

ماں کے احسانات کا اعتراف:

سعادت منداور مبارکباد کے لائق ہے وہ اولاد جو اپنے ماں باپ کو خوش رکھے، ان کے دل کو چین اور سکون سے سرشار کرنے کے لیے سخت دوڑ دھوپ کرے اور اس سب کے لیے اپنی گرہ سے اسے کچھ زیادہ نہیں خرچ کرنا پڑتا۔ کچھ تھوڑی سی قربانی دینی ہوتی ہے۔ اسلام کے ضابطہ حیات اور اس نقشہ کے مطابق خود کو ڈھالنا پڑتا ہے جو اس نے ماں باپ کے حقوق سے متعلق بنا رکھا ہے۔ ذیل میں ہم ایک دوشیزہ کی تحریر پیش کرتے ہیں، جو اس نے اپنے پہلے بچہ کی پیدائش کے بعد اپنی والدہ کے نام ارسال کی ہے۔ وہ لکھتی ہے:

میری امی، میری اچھی امی! میں تم سے محبت کرتی ہوں، مجھے تم سے محبت ہے۔ میں تمہیں چاہتی ہوں اور اتنا چاہتی ہوں کہ شاید آج سے پہلے تمہیں کبھی اتنا نہیں چاہا تھا۔ میرے اردگرد موجود ایک ایک چیز مجھے مجبور کرتی ہے کہ پہلے سے کہیں زیادہ ٹوٹ کر میں تم سے محبت کروں کیونکہ اس محبت کی حقیقت زندگی میں آج پہلی بار مجھ پر منکشف ہوئی ہے۔ آج میری اندرونی ایک ایک چیز مجھے جھنجھوڑ رہی ہے۔ میری ماں! یوں تو میں نے ہمیشہ سے تم سے محبت کی ہے لیکن اس قدر عظیم محبت کی تہہ تک میری رسائی ایسی کبھی نہیں ہو سکتی جتنی آج ہوئی ہے۔ کیا یہ تعجب خیز امر نہیں کہ یہ شعور آج میرے اندر پیدا ہوا ہے اور اتنے دن جب تک میں تمہاری آغوش میں رہی، جیسے ایک بچی رہتی ہے مجھے اس کا احساس تک نہ ہوا۔ میں یہ تو دیکھتی تھی کہ تم مجھ سے کتنی محبت کرتی ہو، مجھ پر کتنی توجہ کرتی ہو۔ اس وقت جب میں نوزائیدہ تھی پھر ننھی منی بچی تھی، پھر ایک نوخیز لڑکی ہوئی، ان تمام دنوں بالخصوص بچپن اور جوانی میں میں نے تمہاری شفقت، محبت اور توجہ کو بخوبی محسوس کیا۔ پھر بالآخر وہ وقت آیا جب میں دلہن بنی اور ایک نئی دنیا بسانے کے لائق ہوئی، ایسی دنیا جو اس کے ماں باپ اور اس کے اپنے خاندان سے نرالی دنیا تھی۔ میں جب اپنے اور اپنے بھائیوں پر تمہاری نوازش اور عنایتیں دیکھا کرتی، تو دم بخود رہ جاتی تھی۔ میں حیران تھی کہ آخر یہ ایسی کون سی ذات ہے، اس کے اندر کون سا انسان چھپا ہوا ہے جو اپنی زندگی ہم پر اس طرح نچھاور کر رہی ہے، ہمارے سکھ چین اور راحت کے لیے اپنے چین کو قربان کیے ہیں۔ یہ کون ہے جسے میں ماں

کے شیریں نام سے پکارتی ہوں۔ یہ کس خاک کی پتلی ہے، کون سی کان سے نکلی ہے؟ یہ کیسا دل ہے جو صرف محبت اور پریم کی بولی جانتا ہے اور اپنے بچوں کی اس چھوٹی موٹی دنیا کو اسی محبت کے بول سے آباد کیے ہے۔

لیکن میری امی! میری نومولود بچی کی پہلی چیخ نے مجھ پر اس راز کو آشکار کر دیا، اس کی معصوم قلقاریوں نے مجھے سب کچھ سکھا دیا اور جس وقت میری آغوش میں آئی اس کی مہکتی ہوئی گرم گرم سانسوں سے میں نے سب کچھ پالیا۔ مجھے ایک ایک ہر ایسے سوال کا جواب مل گیا جس نے ایک مدت سے مجھے حیران کر رکھا تھا۔ آج میں چشم تصور سے تمہارے وجیہ چہرے کو تک رہی ہوں۔

تمہاری آنکھوں میں جھانک رہی ہوں، تمہاری نوازش آج بھی اسی طرح جاری ہے، تم آج بھی مجھ پردیسی ہی نثار ہو اور اس کی ذرہ برابر تمہیں پرواہ نہیں کہ اپنے کسی احسان کا کوئی بدلہ تم مجھ سے طلب کرو۔ اپنے بچوں کے لیے تم نے جو کچھ کیا، اس کا صلہ چاہو!

میری امی! آج میں نے جانا کہ ماں ہونے کا مطلب کیا ہے؟ کیونکہ آج میں بھی ایک ننھی منی بچی کی ماں ہوں۔ اس کے اندر اپنے ساتھ ساتھ میں تمہاری جھلک بھی دیکھتی ہوں میری اپنی زندگی کا پورا نقشہ، جب سے میں اس دنیا میں آئی، پھر پلی بڑھی، جوان ہوئی میری شادی ہوئی، پھر اللہ نے مجھے صاحب اولاد بنایا اور ایک چھوٹی سی جان کو میری آغوش میں ڈالا، یہ پورا نقشہ میں اس کے اندر دیکھ رہی ہوں۔

امی! زچگی کی گھڑیاں انتہائی اذیت ناک تھیں! میں نے بے حد اور تادیر اس گھڑی اذیت اٹھائی، جو ہر ماں پر آتی ہے، میں چاہتی ہوں کہ تم میرے نزدیک ہوتیں لیکن مجھے تمہارے حالات کا علم ہے۔ میرے والد کے ساتھ، میرے چھوٹے چھوٹے بھائیوں کے ساتھ تمہاری اپنی مصروفیات کو میں جانتی ہوں۔

پھر میں نے زچگی کی تکلیف کو بھلا دیا، اس کی اذیت کو فراموش کر دیا اور اب مجھے کچھ یاد نہیں۔ ہاں ایک ننھا سا دھڑکنے والا دل مجھے یاد ہے جو میری نئی دنیا کو آباد کیے ہوئے

ہے۔ جب میں دواخانے (ہسپتال) میں تھی، اپنی نوزائیدہ بچی کو تک رہی تھی، جسے نرس اپنے ہاتھوں پر اٹھائے میرے پلنگ پر میرے پہلو میں سلانے کے لیے لا رہی تھی۔ میں نے اس بچی کو دیر تک دیکھا ہے، اس چھوٹی سی مخلوق کو مدتوں تکتی رہی۔ جسے کامل نو ماہ تک میں اپنے پیٹ میں لیے پھرتی رہی۔ اپنے خون دل سے اس کی پرورش کی۔ میں اس کے لیے اس کے ساتھ ساتھ جی رہی تھی۔ کھانا حساب سے کھاتی تھی، مقررہ مدت تک سوتی تھی۔ بڑے حساب سے حرکت وعمل کرتی تھی۔ جیسے دنیا کا سب سے قیمتی خزانہ میں اٹھائے ہوئے ہوں۔ میری امی! اب وہی میری کل کائنات ہے، وہی میری زندگی ہے، میری جان اور میرا کل سرمایہ میری ننھی سی کلی، میری بچی، زندگی بھی کتنی حسین ہے۔ ایسی زندگی جو لوٹ کر پھر آرہی ہے۔ امی! میں تمہارا گرمجوش تادیر بوسہ لیتی ہوں اور تمہاری چھوٹی سی نواسی کا بوسہ لیتے ہوئے اپنے ساتھ تمہیں بھی شریک پاتی ہوں۔ (تمہاری بیٹی)

(العربی سے ماخوذ۔ مضمون نگار: منیر نصیف: عدد 196۔ مارچ 1975ء)

جنت اور دوزخ:

ماں باپ کی خدمت اور اطاعت کرنے سے جنت حاصل ہوتی ہے جبکہ والدین کی نافرمانی کرنے اور ان کو ناراض کرنے سے جہنم میں داخل کرنے کی سزا ملتی ہے اب یہ اختیار بندے کے پاس ہے کہ وہ جنت حاصل کرے یا جہنم۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ماں باپ کو اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، وہی تیری جنت اور دوزخ ہیں۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث سے ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی، جب ایک شخص نے ماں باپ کے حقوق کے بارے میں سوال کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (مختصر طریقہ پر یہ سمجھ لے) کہ وہ دونوں تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں، یعنی ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے رہو اور ان کی

خدمت کرتے رہو اور ان کی فرمانبرداری میں لگے رہو، تمہارا یہ عمل جنت میں جانے کا سبب بنے گا۔

اور اگر تم نے ان کو ستایا، تکلیف دی، نافرمانی کی، تو تمہارا یہ عمل دوزخ میں جانے کا سبب بنے گا، اس سے سمجھ لو کہ ان کا حق کس قدر ہے، اور ان کے ساتھ کس طرح زندگی گزارنا چاہیے۔

باپ کے ساتھ حسن سلوک:

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ باپ جنت کے بہترین دروازوں میں سے ہے اب تو چاہے تو اس دروازہ کی حفاظت کر اور چاہے کھو دے۔ (ابن ماجہ)

ایک مرتبہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جاؤ اپنے والد کو میرے پاس لے آؤ! اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا، اللہ رب العزت آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب وہ بوڑھا (لڑکے کا باپ) آجائے تو اس سے وہ بات دریافت کیجئے جو اس نے اپنے آپ سے اس طرح کہی ہے جس کو اس کے کانوں نے بھی نہیں سنا ہے۔ جب بوڑھا حاضر خدمت ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا، کیا بات ہے؟ تمہارا بیٹا تمہارے متعلق شکایت کرتا ہے تم نے اس کا مال لے لیا ہے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس سے دریافت فرمائیں، کیا میں نے وہ روپیہ اس کی پھوپھی، یا اس کی خالہ، یا اپنے ہی اوپر خرچ نہیں کیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا اسے رہنے دو، مجھے بتاؤ، تم نے اپنے دل میں کون سی بات کہی ہے جسے تمہارے کانوں نے نہیں سنا ہے؟ بوڑھے نے عرض کیا، اللہ کی قسم! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ آپ سے متعلق ہمارا یقین بڑھاتا ہی جاتا ہے میں نے اپنے دل میں ایسی بات ضرور سوچی ہے، جسے میرے کانوں نے نہیں سنا ہے۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کہو! میں سن رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا، میں نے اپنے بیٹے کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

غذوتک مولودا ومنتک یافعا تعل بما اجتنی علیک و تنهل

جب تو شیر خوار تھا میں نے تجھے کھلایا، جب تک تو جوان ہوا میں نے تیری کفالت کی، میری اپنی کمائی سے تو کھاتا پیتا اور بار بار کھاتا پیتا رہا۔

اذا لیلة ضاقتک بالسقم لم ابت لسقمک الا ساهرا اتململ

جب بیماری کی وجہ سے کوئی رات تجھ پر دشوار گزرتی تو تیری بیماری کے سبب میں سوتا نہیں تھا اور رات بھر جاگ جاگ کر کروٹیں بدلتا تھا۔

کانی انا المطروق دونک بالذی طرقت به دونی فعینی تهمل

جیسے میں ہی ان تمام افتاد کا نشانہ تھا، جس کا بجائے تیرے میں شکار ہوتا رہا، اسی لیے میری آنکھیں رو رہی ہیں۔

تخاف الردی نفسی علیک وانها لتعلم ان الموت وقت موجل

آج بھی میرا دل تیری ہلاکت سے ڈرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ موت کا ایک دن معین ہے۔

فلما بلغت السن والغایة التی الیها مدی ماکنت فیک اومل

جب تو اس عمر اور اس سن کو پہنچا، جس انتہا تک پہنچنے کی مدت سے میں آس لگائے تھا۔

جعلت جزائی غلظة و فظاظة کانک انت المنعم المتفضل

میرے سب کچھ کرنے کا صلہ تو نے سختی اور سنگدلی سے دیا، جیسے تو ہی بڑا محسن اور مجھ سے بڑھا ہوا تھا۔

فلیتک اذلم ترع حق ابوتی فعلت کما الجار المجاور یفعل

کاش جب تو نے میرے پدری حقوق ادا نہ کیے، تو کم از کم ایسا کرتا، جیسا کہ بازو کا

پڑوس والا کیا کرتا ہے۔

فاولیتنی حق الجوار، فلم تکن   علی بمال دون مالک تبخل

تو نے میرا درجہ پڑوسی سے بھی نیچے گھٹا دیا، اس لیے اور مال سے نہیں، لیکن اپنے مال سے ضرور میرے ساتھ بخل کرتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو اس کے بیٹے کا گریبان تھام کر فرمایا ”تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔“

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا فائدہ:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے اور اس کا رزق بڑھائے اس کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے اور دوسرے (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے۔ (درمنثور ص ۱۷۳ ج ۴، از بیہقی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے اور ان کی خدمت میں لگے رہنے سے عمر دراز ہوتی ہے اور رزق بڑھتا ہے، بلکہ ماں باپ کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے بھی درازی عمر اور وسیع رزق نصیب ہوتا ہے، جو لوگ ماں باپ کی خدمت کی طرف توجہ نہیں کرتے، آخرت کے ثواب سے تو محروم ہوتے ہی ہیں، دنیا میں بھی نقصان اٹھاتے ہیں، ماں باپ کی فرمانبرداری اور خدمت گزاری اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے جو عمر میں درازی اور رزق میں وسعت ہوئی ان کو وہ نصیب نہیں ہوتی۔

جنت ماں کے قدموں تلے ہے:

حضرت جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرا ارادہ ہے کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں شرکت کروں اور اسی غرض سے میں حاضر ہوا

ہوں کہ اس معاملہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشورہ لوں (کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے؟) سیدنا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے پوچھا، کیا تمہاری والدہ (زندہ) ہیں؟ حضرت جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا جی ہاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تو پھر جاؤ اور انہی کی خدمت میں لگے رہو کیونکہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ (ابن ماجہ، نسائی)

سب سے زیادہ حسن سلوک کی حقدار ماں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ (رشتہ داروں میں) میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ اس کے جواب میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری والدہ حسن سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہیں، سائل نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہاری والدہ، اس نے دریافت کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہاری والدہ، سوال کرنے والے نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تمہارا باپ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے والدہ کے بارے میں تین بار فرمایا کہ تیرے حسن سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہے، پھر باپ کا ذکر فرمایا کہ وہ ماں کے بعد سلوک کا سب سے زیادہ مستحق ہے، پھر فرمایا کہ باپ کے رشتہ داروں میں جو سب سے زیادہ قریب تر ہو، اس کے ساتھ حسن سلوک کرو، اور اس قریب تر رشتہ داروں میں جو سب سے زیادہ قریب تر ہو، اس کے ساتھ حسن سلوک کرو، اور اس قریب تر رشتہ والے کے بعد جو رشتہ میں سب سے زیادہ قریب تر ہو اس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۸، از بخاری و مسلم)

اس حدیث پاک میں حسن سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ماں کو بتایا ہے کیونکہ وہ حمل اور وضع حمل اور پرورش کرنے اور بچہ کی خدمت میں لگے رہنے کی وجہ سے سب سے زیادہ مشقت برداشت کرتی ہے اور ضعیف ہونے کی وجہ سے بھی حسن سلوک کی زیادہ مستحق ہے، کیونکہ اپنی حاجتوں کے لیے وہ کسب معاش نہیں کر سکتی، باپ تو باہر نکل کر کچھ کر بھی سکتا

ہے، لہٰذا حسن سلوک میں ماں کا حق باپ سے مقدم رکھا گیا۔ ماں کے بعد باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا درجہ بتایا اور باپ کے بعد باقی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور اس میں رشتہ داری کی حیثیت کو معیار بنایا کہ جس کی رشتہ داری جس قدر مزید تر ہو اس کے ساتھ حسن سلوک کا اسی قدر اہتمام کیا جائے۔

سب سے زیادہ محبوب عمل:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب کاموں میں اللہ جل شانہ کو کون سا کام زیادہ پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا بروقت نماز پڑھنا (جب اس کا وقت مستحب ہو) میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا عمل اللہ کو سب اعمال سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرنا، میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب اعمال سے زیادہ پیارا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا (سوال و جواب نقل کرکے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ (میرے سوالات کے جوابات میں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ باتیں بیان فرمائیں اور اگر میں اور زیادہ دریافت کرتا تو آپ برابر جواب دیتے رہتے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۸، از بخاری و مسلم)

اس حدیث پاک میں یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل بروقت نماز پڑھنا ہے، اور اس کے بعد سب سے زیادہ محبوب عمل یہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے، پھر تیسرے نمبر پر جہاد فی سبیل اللہ کو فرمایا، معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر ہے۔

احادیث شریفہ میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کو "بر" سے اور بُرے برتاؤ کو "عقوق" سے تعبیر فرمایا ہے اور دونوں لفظ والدین کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کو تعلق رکھنے کے بارے میں بھی وارد ہوئے ہیں "بر" حسن سلوک کو اور

"عقوق" بدسلوکی اور ایذاء رسانی کے لیے بولا جاتا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ "بر" احسان (یعنی اچھی طرح سے پیش آنے) کو کہتے ہیں، جو والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ برتاؤ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور اس کی ضد "عقوق" ہے، والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ بری طرح پیش آنے اور ان کے حقوق ضائع کرنے کو عقوق کہا جاتا ہے۔

بر اور عقوق کے علاوہ دو لفظ اور ہیں، اول صلۃ الرحم، دوم قطیعۃ الرحم، ملا علی قاریؒ ان کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صلہ رحمی کا مطلب یہ ہے کہ نسب اور سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، ان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ ہو اور ان کے احوال کی رعایت ہو اور قطع رحمی اس کی ضد ہے، جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے اور وہ اس تعلق کو جوڑتا ہے جو اس کے اور اس کے رشتہ داروں کے درمیان ہے، اسی لیے لفظ صلہ استعمال کیا گیا ہے، جو وصل سے لیا گیا ہے، اور جو شخص بدسلوکی کرتا ہے وہ اس تعلق کو کاٹ دیتا ہے جو اس کے اور رشتہ داروں کے درمیان ہے، اس لیے اس کو قطع رحمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ماں باپ کو ستانا گناہ ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کے ستانے کے علاوہ تمام گناہ ایسے ہیں جن میں سے اللہ تعالیٰ شانہ جس کو چاہتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں اور ماں باپ کو ستانے کا گناہ ایسا ہے کہ اس گناہ کے کرنے والے کو اللہ جل شانہ موت سے پہلے دنیا والی ہی زندگی میں سزا دے دیتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۱ عن البیہقی فی الشعب)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ظلم اور قطع رحمی کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کا ارتکاب کرنے والا دنیا میں سزا پانے کا زیادہ مستحق ہو، ان دونوں گناہوں کے مرتکب کو دنیا میں سزا دے دی جاتی ہے (لیکن اس سے آخرت کی سزا ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ) اس کے لیے آخرت کی سزا بھی بطور ذخیرہ رکھ لی جاتی ہے، (جب آخرت میں پہنچے گا تو وہاں بھی

سزا پائے گا)۔ (مشکوٰۃ)

معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ستانے کی سزا دنیا اور آخرت دونوں جہان میں ملتی ہے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے عمر دراز ہوتی ہے اور رزق بڑھتا ہے، آج کل مصیبتیں دفع کرنے اور بلائیں دور کرنے کے لیے بہت سی ظاہری تدبیریں کرتے ہیں لیکن ان اعمال کو نہیں چھوڑتے جن کی وجہ سے مصیبتیں آتی ہیں اور پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں۔

بیان کی گئی آیات اور احادیث سے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت کرنے کا حکم واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے، شادی ہونے کے بعد بہت سے لڑکے ماں باپ کو چھوڑ دیتے ہیں، اور بہت سے لڑکے شادی سے پہلے آوارہ گردی اختیار کرنے کی وجہ سے ماں باپ سے منہ موڑ لیتے ہیں، ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور ماں باپ کی خدمت کی طرف متوجہ ہوں۔ تاکہ دین و دنیا میں ان کو کامیابی حاصل ہو اور اللہ رب العزت کی رحمت ان کے شامل حال ہو۔ بیوی کے گھر آجانے پر ماں باپ کی خدمت کرنے میں کبھی بھی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی ماں باپ کا دل دکھانا چاہیے کوشش کرنی چاہیے کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جائے کہ جس سے ماں باپ کو تکلیف پہنچے اور وہ ناراض ہو جائیں ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ ان ہدایات واحکامات میں اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار رہا ہو جو اُس نے ماں باپ کے حق میں نازل فرمائے ہیں تو اس نے اس حال میں صبح کی کہ اُس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہو تو جنت کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہے اور جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے احکام وہدایات سے روگردانی کیے ہوئے ہے تو اس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے لیے جہنم کے دو دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہے تو دوزخ کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہے ایک شخص نے پوچھا،

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر ماں باپ اس کے ساتھ زیادتی کر رہے ہوں تب بھی؟ ارشاد فرمایا، ہاں اگر زیادتی کر رہے ہوں تب بھی، اگر زیادتی کر رہے ہوں تب بھی، اگر زیادتی کر رہے ہوں تب بھی۔“ (مشکوٰۃ شریف)

کام کی باتیں:

اکثر دیکھا گیا ہے کہ شادی سے قبل بعض لڑکے اپنے ماں باپ کے بڑے فرماں بردار ہوتے ہیں ماں باپ کی رضا وخوشنودی کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کرتے جو ماں باپ کی ناراضی کا باعث بنے مگر شادی کے بعد رفتہ رفتہ ان پر بیوی کی محبت اور تعلق ایسا غلبہ پاتا ہے کہ وہ ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی سے غفلت کرنا شروع کر دیتے ہیں ایسے لڑکوں کو چاہیے کہ پچھلے صفحات کی زینت بنائے گئے قرآن واحادیث کی روشنی میں احکامات کو پڑھ کر اپنے کردار کو بغور جائزہ لیں اور پھر ایک مضبوط قوتِ ارادی کے ساتھ بیوی کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ماں باپ کے حقوق کا بھی خصوصی طور پر خیال رکھیں ذیل میں اسی حوالے سے چند کام کی باتیں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ خبردار، خبردار ہرگز ہرگز اپنے قول وفعل سے ماں باپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ دیں۔ اگر چہ ماں باپ اولاد پر کچھ زیادتی بھی کریں مگر پھر بھی اولاد پر فرض ہے کہ ہرگز ہرگز کبھی بھی اور کسی حال میں بھی ماں باپ کا دل نہ دکھائیں۔

۲۔ اپنی ہر بات اور اپنے ہر عمل سے ماں باپ کی تعظیم وتکریم کریں اور ہمیشہ ان کی عزت وحرمت کا خیال رکھیں۔

۳۔ ہر جائز کام میں ماں باپ کے حکموں کی فرماں برداری کریں۔

۴۔ اگر ماں باپ کو کوئی بھی حاجت ہو تو جان ومال سے ان کی خدمت کریں۔

۵۔ اگر ماں باپ اپنی ضرورت سے اولاد کے مال وسامان سے کوئی چیز لے لیں تو خبردار خبردار ہرگز ہرگز برا نہ مانیں نہ اظہارِ ناراضگی کریں بلکہ یہ سمجھیں کہ میں اور میرا مال سب ماں باپ ہی کا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضورؐ نے ایک شخص سے یہ فرمایا کہ:

اَنْتَ وَمَا لُکَ لِاَ بِیْکَ.

یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔

۶۔ ماں باپ کا انتقال ہو جائے تو اولاد پر ماں باپ کا یہ حق ہے کہ ان کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتے رہیں اور اپنی نفلی عبادتوں اور خیر و خیرات کا ثواب ان کی روحوں کو پہنچاتے رہیں۔ کھانوں اور شیرینی وغیرہ پر فاتحہ دلا کر ان کی ارواح کو ایصالِ ثواب کرتے رہیں۔

۷۔ ماں باپ کے دوستوں اور ان کے ملنے جلنے والوں کے ساتھ احسان اور اچھا برتاؤ کرتے رہیں۔

۸۔ ماں باپ کے ذمہ جو قرض ہو اس کو ادا کریں یا جن کاموں کی وہ وصیت کر گئے ہوں ان کی وصیتوں پر عمل کریں۔

۹۔ جن کاموں سے زندگی میں ماں باپ کو تکلیف ہوا کرتی تھی ان کی وفات کے بعد بھی ان کاموں کو نہ کریں کہ اس سے ان کی روحوں کو تکلیف پہنچے گی۔

۱۰۔ کبھی کبھی ماں باپ کی قبروں کی زیارت کے لیے بھی جایا کریں۔ ان کے مزاروں پر فاتحہ پڑھیں، سلام کریں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کریں اس سے ماں باپ کی ارواح کو خوشی ہوگی اور فاتحہ کا ثواب فرشتے نور کی تھالیوں میں رکھ کر ان کے سامنے پیش کریں گے اور ماں باپ خوش ہو کر اپنے بیٹے بیٹیوں کو دعائیں دیں گے۔ دادا، دادی، نانا، نانی، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ وغیرہ کے حقوق بھی ماں باپ ہی کی طرح ہیں۔ یوں ہی بڑے بھائی کا حق باپ ہی جیسا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

وَحَقُّ کَبِیْرِ الْاِخْوَۃِ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِہٖ.

(مشکوٰۃ جلد۲ ص۴۲۱ مجتبائی)

"یعنی بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائی پر ایسا ہی ہے جیسا کہ باپ کا حق بیٹے پر ہے۔"

اس دور میں اکثر لڑکے ماں باپ کے حقوق سے بالکل ہی جاہل اور غافل ہیں ان کی تعظیم و تکریم اور فرماں برداری و خدمت گزاری سے منہ موڑے ہوئے ہیں بلکہ کچھ تو اتنے بڑے بدبخت اور نالائق ہیں کہ ماں باپ کو اپنے قول و فعل سے اذیت اور تکلیف دیتے ہیں اور اسی طرح گناہِ کبیرہ میں مبتلا ہو کر قہرِ قہار و غضبِ جبار میں گرفتار اور عذابِ جہنم کے حق دار بن رہے ہیں۔

خوب یاد رکھو! کہ تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا یا برا جو سلوک بھی کرو گے ویسا ہی سلوک تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ کرے گی اور یہ بھی جان لو کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے رزق میں ترقی اور عمر میں خیر و برکت نصیب ہوتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو ہرگز ہرگز کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ اس بات پر ایمان رکھو کہ۔

ہزار فلسفیوں کی چنیں چناں بدلی — نبی کی باتْ بدلنی نہ تھی نہیں بدلی

اپنے اہل وعیال کو نیکی کی طرف راغب کرنا

شوہر کے فرائض میں یہ بات بھی ہر شوہر پر فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کے لیے کوشش کرے، قرآن کریم میں مردوں کو یہ حکم دیا گیا ہے۔

> اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے، جس پر تند خو سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں، اللہ نے ان کو جو حکم دیا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔ (سورۂ تحریم)

اس آیت مبارکہ میں اپنے اہل کو بچانے کا جو حکم دیا گیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ بیوی اور بچوں کو صحیح پاکیزہ تعلیم وتربیت دے کر انہیں جہنم کی آگ سے بچایا جائے۔

اس آیت میں عام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے، نہ کہ صرف خواص کو، اور یہ آیت خود بتاتی ہے کہ ایک شخص کی ذمہ داری اور فرض صرف اپنی ذات ہی کو خدا کے عذاب سے بچانے کی کوشش تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس کا کام یہ بھی ہے کہ اپنے اہل وعیال جن میں بیوی، اولاد نوکر چاکر، سب داخل ہیں، سب کو حد استطاعت تک ایسی تعلیم وتربیت دے اور اہل سنت کے عقائد سکھلائے جس سے وہ خدا کے پسندیدہ انسان بنیں اور اگر وہ گمراہی کی طرف جارہے ہوں اور راہ ضلالت ومعصیت کا شکار ہو رہے ہوں اور خلاف شرع کام کر رہے ہوں، تو جہاں تک بھی اس کے بس میں ہو ان کو اس سے روکنے کی کوشش کرے، چاہے اخلاق سے ہو یا زبان سے ہو یا ہاتھ سے ہو اس کو نہ صرف یہی فکر نہیں ہونی چاہیے کہ اس

کے بال بچے دنیا میں خوشحال ہوں اور آرام وراحت میں رہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسے یہ فکر ہونی چاہیے کہ وہ اس عارضی اور وقتی مدت سے گزر کر دائمی زندگی کا ایندھن نہ بنیں اور یہ بات طے ہے کہ جو آخرت میں جہنم کا ایندھن بنے گا وہ کسی زور، طاقت، خوشامد یا رشوت کے ذریعہ ان فرشتوں کی گرفت سے نہیں بچ سکے گا جو جہنم کے نگراں ہیں۔

اہل وعیال کو جہنم سے بچانے کا طریقہ:

جب یہ مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی، تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی فکر تو سمجھ میں آگئی کہ ہم گناہوں سے بچیں اور احکام الٰہیہ کی پابندی کریں مگر اہل وعیال کو ہم کس طرح جہنم سے بچائیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جن کاموں سے منع فرمایا ہے ان کاموں سے ان سب کو منع کرو اور جن کاموں کے کرنے کا تم کو حکم دیا ہے تم ان کے کرنے کا اہل وعیال کو بھی حکم دو، اور عمل کرانے کے لیے بقدر امکان کوشش کرو (خواہ زبان سے ہو یا ہاتھ سے مناسب انداز سے برائی سے، بچاؤ اور بھلائی پر عمل کرانے کے لیے سعی کرو) تو یہ عمل ان کو جہنم کی آگ سے بچا سکے گا۔

(بحوالہ تفسیر روح المعانی ومعارف القرآن جلد۸ ص۵۰۲)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے جو کہتا ہے کہ اے میرے بیوی بچو، تمہاری نماز تمہارا روزہ اور تمہاری نیکی، ان چیزوں کا خیال رکھا کرو کہ اس میں غفلت نہ ہونے پائے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب الٰہی میں وہ شخص ہوگا جس کے اہل وعیال دین سے جاہل وغافل ہوں۔

(بحوالہ تفسیر معارف القرآن جلد۸ ص۵۰۳)

اس لیے ہر شوہر پر فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی واولاد کو اہل سنت کے عقائد سکھلائے، اور احکام شرعیہ بتادے اگر وہ سنت سے ہٹ کر گمراہی کی طرف جارہے ہوں اور شریعت سے بچ کر ضلالت ومعصیت کا شکار ہو رہے ہوں تو انہیں حد استطاعت میں صحیح راستے پر

لائے، اگر وہ دین کے معاملات میں سستی برتتے ہوں یا کوتاہی کرتے ہوں تو انہیں اللہ سے ڈرائے، عورت کو حیض و نفاس وغیرہ کے ضروری احکام بھی بتلائے، بالخصوص ان نمازوں کے متعلق ضرور بتلایا جائے جن کی قضا ضروری ہے مثال کے طور پر............

مسئلہ: اگر کسی عورت کو دس دن سے کم حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ نماز کا وقت اس قدر تنگ ہے کہ اگر نہانے میں جلدی کرے تو بھی صرف تکبیر تحریمہ کا وقت باقی بچے گا تب بھی اس وقت کی نماز واجب ہو جائے گی اور قضا پڑھنی ہوگی، لیکن اگر وقت اس سے بھی کم ہے تو نماز معاف ہے، اس کی قضا واجب نہیں ہے، اور اگر دس دن دس رات تک حیض آتا رہا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ صرف تکبیر تحریمہ کہہ کر نیت باندھ سکتی ہے نہانے کی بھی گنجائش نہیں، تو بھی نماز واجب ہو جاتی ہے، اس کی قضا پڑھنی چاہیے، ورنہ گنہگار رہے گی۔
(بحوالہ بحرالرائق ص ۲۰۳، ۲۰۴)

اگر کسی عورت کا شوہر اس کی تعلیم کا کفیل ہو تو عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ مسائل معلوم کرنے کے لیے علماء کے پاس جائے، اگر شوہر عالم نہ ہو لیکن وہ علماء سے معلوم کر کے بتلانے کی اہلیت رکھتا ہو تب بھی اس کے لیے باہر نکلنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر شوہر اس قابل بھی نہیں ہے تو عورت کو مسائل معلوم کرنے کے لیے نکلنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ واجب ہے، اس سلسلے میں اگر شوہر منع کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ (بحوالہ احیاء جلد۲ ۱۲۰)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اپنی عورت کو دین کا ایک مسئلہ سکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اٹھارہ برس کی عبادت اس کے نامہ اعمال میں لکھتا ہے۔ (الحدیث وتفسیر قرطبی)

مسئلہ: فرائض کا علم حاصل کرنے کے بعد اب مزید معلومات کے لیے علماء کی مجلسوں میں جانے کے لیے شوہر کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ (بحوالہ احیاء جلد۲ ص۱۲۱)

—❖❖❖—

بیٹی کی پیدائش پر ناراض نہیں ہونا چاہیے

اکثر گھرانوں میں دیکھا گیا ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے محض اس وجہ سے ناراض ہو جاتا ہے کہ بیوی نے بیٹی کو جنم دیا ہے جبکہ وہ اپنی بیوی سے بیٹے کی ولادت ہونے کی توقع کر رہا تھا ایک مسلمان خاوند کی ہرگز ہرگز ایسی سوچ نہیں ہونی چاہیے اس لیے کہ اولاد کی نعمت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے اب یہ اللہ رب العزت کی منشا ہے کہ وہ بیٹی سے نوازے یا بیٹے سے وہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: ”آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔ بیشک وہ بڑا جاننے والا (اور) قدرت والا ہے۔“

بیٹی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ جو اس سے بغض کرے گا، عنقریب اس پر اللہ کی ناراضگی مسلط ہوگی۔ آیت میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں پر عورتوں کو مقدم فرمایا۔ غالباً اس لیے کہ ان کا مرتبہ معلوم ہو جائے اور ان کی جہالت اور حماقت کا پول کھل جائے جو ان کی پیدائش پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔

قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ:

ترجمہ: ”اور جب ان لوگوں میں سے کسی کو بیٹی (پیدا ہونے) کی خوشخبری دی جاتی ہے تو (مارے رنج کے) اس کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے، اس

چیز کو برا سمجھ کر لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور سوچتا ہے کہ) آیا یہ ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے، یا اس کو زمین میں (زندہ) دفن کر دے؟ سن لو! برا ہے وہ فیصلہ جو یہ لوگ کرتے ہیں۔" (النحل)

لڑکی کی پیدائش پر ناراض نہیں ہونا چاہیے بلکہ خوشی کا اظہار کرنا چاہیے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جب کسی کے ہاں لڑکی کی ولادت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاں فرشتوں کو بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں، اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے جو اس بچی کی نگہداشت اور پرورش کرے گا قیامت تک اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال رہے گی۔ (طبرانی)

عرب کے کسی امیر نے ایک عورت سے شادی کی، اس کی خواہش تھی کہ اس کے لڑکا پیدا ہو، اتفاق سے لڑکی ہوئی، امیر نے گھر چھوڑ دیا اور ایک دوسرے گھر میں رہنے لگا۔ ایک سال کے بعد اپنی اہلیہ کے خیمہ پر گزر ہوا تو اس کی بیوی بچے کو گول گول گھما رہی ہے اور کہہ رہی ہے:

مالا بی حمزة لا یاتینا   یظل فی البیت الذی یلینا

ابوحمزہ کو کیا ہوا، ہمارے یہاں نہیں آتے، اس کے بجائے پڑوس کے گھر میں رہتے ہیں۔

غضبان الا نلد البنینا   تاللہ ما ذالک فی ایدینا

انہیں اس لیے غصہ آ گیا کہ ہم نے بیٹا نہیں جنا۔ لیکن اللہ کی قسم! یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔

و انما ناخذ ما اعطینا

ہم تو وہی لیتے ہیں جو ہمیں دیا جاتا ہے۔

اگلے دن صبح یہ شخص اہلیہ کے گھر گیا اور اس کا اور اپنی بیٹی کا سر چوم لیا۔

محمد لبیب بوہی، کہتے ہیں انجام کوئی نہیں جانتا، نہ آدمی یہ جانتا ہے کہ خیر اور بھلائی کہاں ہے؟ سمجھدار آدمی نفس کی خواہشات کے پیچھے نہیں پڑتا، نہ شیطان کی آراستہ کی ہوئی چیزوں پر نظر کرتا ہے۔ اس کے پیش نظر اللہ کا یہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَعَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ. (بقرہ:216)

اور عجیب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔

یہی وجہ ہے کہ وہ لڑکے کی پیدائش پر خوشی کے مارے آپے سے باہر نہیں ہوتا۔ نہ ہی بیٹی کی پیدائش پر دنیا کو زیر و زبر کر دیتا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ کون اس کے حق میں بہتر ہوگا۔ اسی لیے کہ کتنی ہی بیٹیوں نے اپنے قرابت داروں اور گھر والوں کی بڑی مدد کی ہے، والدین کے بڑھاپے میں وہ نیکی اور مہربانی کا سرچشمہ ہوتی ہیں۔ ان کے برعکس لڑکے ماں باپ سے علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں اور بڑھاپے میں انہیں فراموش کر جاتے ہیں۔ بلکہ تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ خیر اور بھلائی لڑکیوں میں کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ نیز ان کے اندر بڑا ثواب مضمر ہے۔

اولاد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہوتی ہے لڑکی کی پیدائش پر مغموم نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اپنی بیوی سے خفا ہو کر اس بات پر جھگڑا قائم کرنا چاہیے کیونکہ یہ آپ کی بیوی کے اختیار کی بات نہیں ہے کہ جس سے آپ خفا ہو رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اگر حقیقت کی نگاہوں سے دیکھا جائے اور اس خفگی کا جائزہ لیا جائے تو غور کریں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کی حکمت پر اپنی ناراضگی اور غصے کا اظہار کر رہے ہیں جو کہ یقیناً ایک مسلمان کے لیے کوئی اچھی بات نہیں ہے اور اسلام میں سختی سے اس کی ممانعت کی گئی ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اولاد کی پیدائش پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ نومولود کو صحت اور ایمان کی دولت سے سرفراز کرے۔ لڑکیوں کو زحمت نہیں بلکہ رحمت سمجھنا چاہیے۔ ایک حدیث پاک میں لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کے لیے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”جس نے دو لڑکیوں کو پالا یہاں تک کہ وہ جوان ہوگئیں تو وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح ساتھ ساتھ آئیں گے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو اُٹھا کر ساتھ ملایا۔“ (بخاری۔ مسلم)

بیٹی کی پرورش پر جنت کا حصول:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”جس نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو بیٹیوں کی پرورش کی اور ان کے ساتھ نیک سلوک کیا اس شخص کے لیے جنت ہے۔“

(ترمذی شریف)

اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”جو شخص تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی پرورش کرے اور پھر ان کو ادب سکھائے اور ان کے ساتھ مہربانی کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو مستغنی کردے (یعنی وہ بالغ ہوجائیں اور ان کی شادی ہوجائے) تو پرورش کرنے والے پر اللہ تعالیٰ جنت کو واجب کردے گا۔ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! دو پر (کیا ثواب ملے گا) فرمایا، دو پر بھی ثواب ہے (راوی بیان فرماتے ہیں کہ) اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک بیٹی یا ایک بہن کے بارے میں پوچھتے تو ایک کی نسبت بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی فرمادیتے۔“

(مشکوٰۃ شریف)

جہنم کی آگ سے بچاؤ:

بچیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ سے بچالیتا ہے اور اپنے فضل و کرم سے اسے جنت کی راحتیں عطا فرماتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت اپنی دو بچیاں لے کر میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے کچھ مانگا میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ کچھ نہ تھا میں نے وہی دے دی عورت نے کھجور تقسیم کر کے دونوں لڑکیوں کو دے دی اور خود نہیں کھائی۔ جب وہ چلی گئی تو سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے میں نے اس واقعہ کو بیان کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس کو اللہ تعالیٰ نے بیٹیاں عطا کی ہوں اگر وہ ان کے ساتھ احسان کرے تو وہ دوزخ کی آگ سے اس کے لیے روک ہوجائیں گی۔“

(مسلم شریف)

اسلام سے قبل عربوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی خاص طور پر بیٹی کی پیدائش کو وہ اپنے لیے بہت بڑی ذلت خیال کرتے تھے اور اپنی بیوی پر آگ بگولا ہوجاتے تھے جس شخص کے ہاں بیٹی کی پیدائش ہوجاتی تھی وہ اپنے آپ کو شرمسار محسوس کرتا تھا اور یہ بات اس کے لیے شرم و عار کا باعث ہوتی تھی کہ کوئی اُسے اس کی بیٹی کی پیدائش کی خوشخبری دے۔ آج بھی ہمارے معاشرے میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جو بیٹی کی پیدائش پر اپنے گھر میں ایک ہنگامہ کھڑا کردیتے ہیں اور اپنا غصہ بیوی بے چاری پر اتارتے ہیں حالانکہ اس میں بیوی کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ ایک مسلمان کو ایسی حرکت زیب نہیں دیتی اور پھر دین اسلام بھی اس حرکت کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا ہونا تو یہ چاہیے کہ بچی کی پیدائش کی خوشنودی کو خوشدلی سے قبول کرنا چاہیے اور خود بھی خوشی و مسرت کا اظہار کرنے میں شرم محسوس نہ کرنی چاہیے لڑکوں کو لڑکیوں پر فضیلت نہیں دینی چاہیے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"اپنی اولاد کو برابر دو اگر میں کسی کو فضیلت دیتا تو لڑکیوں کو دیتا۔"

(طبرانی)

ایک اور حدیث پاک میں اسی حوالے سے آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"جس کی لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور اس کی توہین نہ کرے اور بیٹوں کو اس پر ترجیح نہ دے (تو) اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔"

(ابوداؤد شریف)

حمیدی

اپنی بیوی پر اعتماد کریں

شوہر کو چاہیے کہ اپنی بیوی پر اعتماد اور بھروسہ کرے اور گھریلو معاملات اس کے سپرد کر دے تاکہ بیوی اپنی حیثیت کو جانے اور اس کا وقار اس میں خوداعتمادی پیدا کرے اور وہ نہایت ہی دلچسپی اور کوشش کے ساتھ گھریلو معاملات کے انتظام کو سنبھالے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران اور محافظ ہے اور اس معاملہ میں عورت سے قیامت میں خداوند قدوس پوچھ گچھ فرمائے گا۔ بیوی پر اعتماد کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو گھر کے انتظامی معاملات میں ایک شعبہ کی ذمہ دار خیال کرے گی اور شوہر کو بڑی حد تک گھریلو بکھیڑوں سے نجات مل جائے گی اور سکون واطمینان کی زندگی نصیب ہوگی۔

بعض شوہروں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے تمام گھریلو معاملات اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور اس ضمن میں بیوی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے وہ اپنی بیوی پر بھروسہ اور اعتماد نہیں کرتے حالانکہ اگر وہ اپنی اس عادت کو بدل لیں اور اپنی بیوی کو اہمیت دیں خود رزق حلال کی جستجو میں گھر کے باہر کے معاملات نبٹائیں بیوی کو اپنا جیون ساتھی سمجھتے ہوئے اس سے گھریلو امور میں مشورہ کریں اس پر کچھ ذمہ داری ڈالیں تو بیوی اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے گھر کو جنت نظیر بنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے گی۔

اپنی بیوی پر ناجائز تہمت نہ لگائیں

کسی پر بھی ناجائز تہمت اور بہتان لگانا قابل مذمت فعل ہے اور اسلام نے اس کی سختی سے ممانعت کی ہے اور جو کوئی اپنی بیوی پر ناجائز تہمت یا بہتان لگا دے تو یہ بہت ہی زیادہ بُری بات ہے اس سے اچھا بھلا گھر بربادی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصیحت فرمائی ہے کہ کسی پر بہتان نہ لگاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے بھی بہتان لگانے والوں پر لعنت بھیجی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''جو لوگ پاکدامن بھولی بھالی بے خبر مومن عورتوں پر بہتان لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت دونوں میں لعنت ہے اور ان کو (آخرت میں) عذاب عظیم ہوگا۔

(سورۃ النور)

شوہر کو چاہیے کہ معمولی معمولی بے بنیاد باتوں پر اپنی بیوی کی طرف سے بدگمانی نہ کرے بلکہ اس معاملہ میں ہمیشہ احتیاط اور سمجھداری سے کام لے۔ یاد رکھو کہ معمولی شبہات کی بناء پر بیوی کے اوپر الزام لگانا بدگمانی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہو کر کہا کہ میری بیوی کے شکم سے ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو کالا ہے اور میرا ہم شکل نہیں ہے اس لیے میرا خیال ہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے دیہاتی کی بات سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا تیرے پاس کچھ اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ میرے پاس بہت زیادہ اونٹ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے اونٹ کس رنگ کے ہیں؟ اس نے کہا کہ سرخ رنگ کے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ

ان میں کچھ خاکی رنگ کے بھی ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا جی ہاں! کچھ اونٹ خاکی رنگ کے بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم بتاؤ کہ سرخ اونٹوں کی نسل میں خاکی رنگ کے اونٹ کیسے اور کہاں پیدا ہو گئے؟ دیہاتی نے جواب دیا کہ میرے سرخ رنگ کے اونٹوں کے باپ داداؤں میں کوئی خاکی رنگ کا اونٹ رہا ہوگا۔ اس کی رگ نے اس کو اپنے رنگ میں کھینچ لیا ہوگا۔ اس لیے سرخ اونٹوں کا بچہ خاکی رنگ کا ہوگیا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ممکن ہے تمہارے باپ داداؤں میں بھی کوئی کالے رنگ کا ہوا ہو اور اس کی رگ نے تمہارے بچے کو کھینچ کر اپنے رنگ کا بنالیا ہو اور یہ بچہ اس کا ہم شکل ہوگیا۔ (بخاری جلد ۲ ص ۷۹۹)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ محض اتنی سی بات پر کہ بچہ اپنے باپ کا ہم شکل نہیں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دیہاتی کو اس کو اجازت نہیں دی کہ وہ اپنے اس بچے کے بارے میں یہ کہہ سکے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ محض شبہ کی بناء پر اپنی بیوی کے اوپر الزام لگا دینا جائز نہیں ہے بلکہ بہت بڑا گناہ ہے۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے:

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی مومن کو منافق سے بچایا (یعنی غیبت کرنے والے کی تردید کی اور جس کی غیبت ہو رہی ہو اس کی حمایت کی) تو اللہ جل شانہ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجیں گے، جو حمایت کرنے والے کے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائے گا (یعنی یا تو اسے دوزخ میں داخل نہ ہونے دے گا، اور اگر وہ داخل ہو گیا تو اس کو عذاب نہ ہونے دے گا) اور جس کسی نے کسی مسلمان کو تہمت لگا دی اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے پل پر ٹھہرائے رکھے گا یہاں تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے (صاف ستھرا) ہو کر نکل جائے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۴، از ابوداؤد)

اس حدیث پاک میں دو باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے، اول یہ کہ جو کوئی کسی کی غیبت کرے تو جس کی غیبت کی جارہی ہو اس کی طرف سے دفاع کیا جائے، اور اس کا بہت

بڑا فائدہ بتایا ہے۔

دوسری بات یہ کہ کسی کو کسی طرح سے بھی تہمت لگانے سے پرہیز کرنا واجب ہے، اگر کسی نے کسی کو تہمت لگادی تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے، اس کی وجہ سے قیامت کے دن بڑی مصیبت کھڑی ہو جائے گی کسی کو تہمت لگائی تھی اس سے چھٹکارہ کرنا ضروری ہوگا، دوزخ کی پشت پر پل صراط قائم کی جائے گی، سب کو اس پر سے گزرنا ہوگا جو اس سے پار ہوتا جائے گا جنت میں داخل ہوتا چلا جائے گا، تہمت لگانے کے گناہ سے پاک وصاف نہ ہوگا جنت میں نہ جائے گا، پاک صاف ہونے کے دو طریقے ہیں، یا تو وہ شخص معاف کر دے جس کو تہمت لگائی، یا اپنی نیکیاں اس کو دے کر اور اس کے گناہ اپنے سر لے کر دوزخ میں جلے، چونکہ وہاں بندے حاجت مند ہوں گے اس لیے یہ امید تو بہت کم ہے کہ کوئی شخص معاف کر دے، اب دوسری صورت یعنی دوزخ میں جلنا ہی رہ جاتا ہے، کس کو ہمت ہے جو دوزخ میں جلنے کا ارادہ کرے، جب اس کی ہمت نہیں تو اپنے نفس اور زبان پر قابو پانا ضروری ہوا، بہت سی عورتیں اور مرد اس بات کا بالکل خیال نہیں کرتے کہ کسی کے حق میں کیا کہہ گزرے، کسی پر کیا تہمت لگادی، اور کس کو کس بہتان سے نواز دیا، جہاں ساس بہوؤں میں لڑائی ہوئی تو ایک نے دوسری کو بدکار کہہ دیا، نند بھاوج میں لڑائی ہوئی تو کہہ دیا کہ یار گھیرے پھرتی ہو، کسی کو چور بتا دیا، کسی کے بارے میں کہہ دیا کہ شرابی ہے اور تہمت لگانے میں ان لوگوں تک کو نہیں بخشا جاتا جن سے کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی بلکہ جو لوگ مر گئے دنیا سے جا چکے ان پر بھی تہمتیں دھر دیتے ہیں، یہ بہت ہی خطرناک بات ہے، جس کی سزا بہت سخت ہے۔

جو لوگ دنیا میں کمزور ہیں یا دور ہیں یا مر گئے ہیں، بدلہ لینے سے عاجز ہیں ان کے آگے یا پیچھے اگر ان کو کوئی تہمت لگادی اور وہ بدلہ نہ لے سکے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ معاملہ یہیں ختم ہو گیا، آخرت کا دن آنے والا ہے جہاں پیشی ہوگی، حساب کتاب ہوگا، مظلوموں کو بدلے دلائے جائیں گے، اس دن کیا ہوگا؟ اس کو غور کرنا چاہیے، عام لوگ تو پھر بھی کچھ نہ کچھ حیثیت رکھتے ہیں، اپنا زر خرید غلام تو دنیا کے رواج میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا، لیکن اگر کسی نے اپنے زر خرید غلام کو زنا کی تہمت لگادی تو تہمت لگانے والوں پر قیامت

کے دن حد قائم کی جائے گی، الا یہ کہ وہ تہمت لگانے میں سچا ہو۔

(کما فی الترغیب والترہیب عن البخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہلاک کرنے والی سات چیزوں سے (خاص خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ) بچو، حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ وہ سات ہلاک کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا۔

(۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) اس جان کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام فرما دیا مگر یہ حق کے ساتھ ہو (جس کو علما اور شرعی قاضی جانتے اور سمجھتے ہیں) (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) میدان جہاد سے پشت پھیر کر بھاگ جانا (۷) پاک باز مومن عورتوں کو تہمت لگانا (جو برائیوں سے) غافل ہیں۔ (بخاری ومسلم)

یعنی جو عورتیں پاکباز اور عصمت والی ہیں ان کو تہمت لگانا، ان بڑے بڑے گناہوں میں شامل ہے جو ہلاک کر دینے والے ہیں، یعنی دوزخ میں پہنچانے والے ہیں، ان کو تہمت لگانا اس لیے سخت ہے کہ انہیں برائی کا دھیان تک نہیں ہے اور جنہیں زبان پر قابو نہیں مرد ہوں یا عورت وہ ان بیچاریوں پر تہمتوں کے گولے پھینکتے رہتے ہیں، اگرچہ کسی ایسی عورت پر بھی تہمت لگانا درست نہیں جس کا چال چلن مشکوک ہو۔

لعان کا مفہوم:

لعان کا مطلب ہے آپس میں لعن طعن کرنا۔ شوہر کا بیوی کو زنا کی تہمت بغیر گواہوں کے لگانا جس میں دونوں ایک دوسرے کو لعنت کرتے ہیں۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عویمر بن الحارث عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس شخص کے بارے میں حکم فرمائیے کہ جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی اور کو زنا کرتے ہوئے دیکھا کیا وہ اسے قتل کر

دے یہاں تک کہ مقتول کے ورثاء اسے اس کے بدلے میں قتل کر دیں یا کیا کریں؟ (مقصد یہ تھا کہ وہ درگزر کریں یا کیا کریں؟) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بلاشبہ تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں قرآن مجید میں حکم نازل کیا گیا ہے۔ (لعان کے بارے میں نازل ہونے والی آیت مبارکہ کی طرف اشارہ تھا) اس کے بعد فرمایا کہ جاؤ اور اپنی بیوی کو لے کر آؤ۔ چنانچہ حضرت عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور اپنی بیوی حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی بیوی نے ایک دوسرے پر مسجد میں لعان کیا۔

جب باہمی لعان سے فارغ ہوئے تو حضرت عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر (اب) میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو میں نے جھوٹ بولا ہے اس پر انہوں نے تین طلاقیں دے دیں اس کے بعد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو بچہ یہ عورت پیدا کرے دیکھنا کہ کس شکل وصورت پر ہے اگر وہ بچہ کالی رنگت، کالی آنکھیں پتلی ٹانگوں اور موٹے موٹے سرین والا ہے تو میرے خیال میں عویمر (رضی اللہ عنہ) سچا ہے اور اگر سرخ رنگت ہے اور جانور کے رنگ پر ہے جسے حرہ کہتے ہیں تو میرے خیال میں عویمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جھوٹا ہے۔ چنانچہ جب وضع حمل کا وقت آیا تو حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں اس رنگت وصفت پر بچہ پیدا ہوا جس کی صفت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچائی میں بیان کی تھی یعنی کالی رنگت کا اور یہ رنگ اس مرد کے متشابہہ تھا جس کی طرف زنا کی نسبت کی گئی اس کے بعد وہ بچہ اس کی ماں کی طرف منسوب کیا گیا جیسا کہ ولد الزنا کے لیے حکم ہے کہ ایسے بچے کی نسبت ماں کی طرف کی جاتی ہے اور بچہ ماں کا وارث بنتا ہے نہ کہ باپ کا۔

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ انصار کے اکابرین میں سے ہیں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر میں کسی شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ پاؤں تو کیا میں اسے قتل کر دوں یا میں چار گواہ لاؤں؟ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ہاں چار گواہ لاؤ۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس اللہ رب العزت کی قسم جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے پہلے اس کا علاج تلوار سے کروں گا۔ اس پر حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے انصاریو! سنو اور غور کرو کہ تمہارا سردار کیا کہتا ہے؟ بلاشبہ وہ غیرت مند شخص ہیں اور میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت ہی کی وجہ تو ہے کہ بندوں پر گناہوں کے اظہار کو حرام قرار دیا ہے خواہ گناہ ظاہری ہوں یا مخفی طور سے۔

(حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرض کرنے کا مطلب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کی مخالفت نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی کہ مجھ میں عزت اور غضب اس حد تک موجود ہے کہ میں ایسی حالت میں دیکھ کر خود پر قابو نہیں پا سکتا اور فوری ردِعمل کے طور پر تلوار استعمال کر سکتا ہوں مگر شرعی حکم وہی ہے جو حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔)

———❖❖❖———

بدکاری اور بے حیائی کے کام نہ کرے

نکاح کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے شہوت کے جوش اور ہیجان کا خاتمہ ہوتا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ زنا ایک ایسا فعل ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان جلد ہوتا ہے اور اس میں انسانی طبیعت کے لیے بڑی کشش اور ظاہری طور پر بڑی لطف اندوزی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اسے ”حدود“ میں شمار کیا ہے اور اس جرم کی سزا میں بڑی شدت اور سخت گیری سے کام لیا نرمی کا کوئی پہلو نہیں رکھا اور سزا کا طریقہ بڑا ہی عبرت ناک اور دردناک ہے جیسا کہ اگلے صفحات میں بیان کیا جائے گا۔

شادی کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس سے انسان بدکاری کے کاموں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور بدکاری کے قریب بھی نہ جائے ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اے نوجوانو! جو شخص تم میں سے نکاح کی استطاعت رکھتا ہو وہ نکاح کرے کہ یہ (اجنبی عورت کی طرف سے) نگاہ کو روکنے والا اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

اگر کوئی نوجوان شادی کرنے کے بعد بدکاری کا کام کرتا ہے تو وہ بہت ہی بُرا کرتا ہے آج ہمارے معاشرے میں ایسے نوجوانوں کی کمی نہیں ہے جو زنا جیسے فعل کو کسی خاطر میں نہیں لاتے شادی شدہ ہونے کے باوجود غیر عورتوں کے پیچھے پھرتے ہیں گھر میں نوجوان اور اچھی شکل وصورت کی بیوی کے ہوتے ہوئے ان کی ہوس ناک نگاہیں غیر عورتوں کی ٹوہ میں لگی ہوتی ہیں اور وہ کوئی بھی موقع بدکاری کا اگر انہیں مل جائے تو اسے جانے نہیں دیتے

حالانکہ شادی تو اسی لیے کی جاتی ہے کہ انسان کو اگر شیطان بدکاری کے لیے ورغلائے تو وہ ہرگز بدکاری کی طرف مائل نہ ہو اور وہ اپنی حاجت اپنی بیوی سے پوری کرے۔ بعض گھروں میں میاں بیوی کے مابین صرف اسی وجہ سے لڑائی جھگڑے کی فضا قائم رہتی ہے کہ خاوند اپنی بیوی کی پرواہ نہیں کرتا اور غیر عورتوں پر ڈورے ڈالنا اس کی عادت ہوتی ہے بدکاری اور بے حیائی کے کاموں سے کسی طرح بھی باز نہیں آتا اس کی اس عادت کے باعث اس کی بیوی اس کے متعلق کچھ اچھے خیالات نہیں رکھتی بلکہ بعض اوقات اس سے شدید نفرت کرتی ہے بے چاری اس کے علاوہ اور کیا کر سکتی ہے لہٰذا خاوند کو چاہیے کہ وہ ایک مسلمان ہونے کے ناطے بدکاری اور بے حیائی کے کاموں سے دور رہے اگر کبھی اس طرح کا موقع مل بھی جائے تو ہرگز اپنے آپ کو اس کام میں ملوث نہ کرے اس لیے کہ قرآن پاک میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

زنا کے قریب نہ پھٹکو:

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

ترجمہ: ”اور زنا کے قریب بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بُری راہ ہے۔“ (بنی اسرائیل)

قحط سالی کی وجہ:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی سختی سے بدکاری کے بارے میں منع فرمایا ہے کہ اس کے اثرات بہت بُرے ہوتے ہیں چنانچہ زنا کے بارے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

”جس قوم میں زنا پھیل جاتا ہے وہ قوم ضرور قحط سالی میں مبتلا کی جاتی ہے اور جس قوم میں رشوت عام ہو جاتی ہے وہ (اپنے دشمن کے) خوف و ہراس میں مبتلا رہتی ہے۔“ (مشکوٰۃ شریف)

ہر عضو کو زنا سے باز رکھا جائے:

سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زنا سے باز رہنے کا حکم دیتے ہوئے بڑی وضاحت سے فرمایا کہ جسم کے ہر عضو کو زنا سے باز رکھا جائے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''انسان پر اس حصہ کا زنا لکھ دیا گیا ہے جسے وہ لامحالہ پانے والا ہے آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا گفتگو ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے پاؤں کا زنا چل کر جانا ہے دل کا خواہش اور تمنا کرنا ہے اور یہ شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔'' (بخاری شریف)

اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے شمار مقامات پر زنا سے باز رہنے کی نصیحت فرمائی ہے اور سختی سے تاکید کی ہے کہ زنا نہ کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''اے جوانانِ قریش! اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو زنا نہ کرو۔ جو شرم گاہوں کی حفاظت کرے گا اس کے لیے جنت ہے۔'' (بیہقی)

زانی پر لعنت:

زنا کی مذمت میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت بھیجتی ہیں اور زانیوں کی شرم گاہ کی بدبو دوزخ والوں کو ایذا دے گی۔'' (بزار)

چونکہ بدکاری اور بے حیائی کے کام جس رفتار سے ہمارے معاشرے میں جڑ پکڑتے جارہے ہیں اور مسلمان اس برائی کی طرف راغب ہونے میں کوئی ڈر اور خوف محسوس نہیں کرتے اس صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس برائی

کی مذمت میں ایک مضمون کتاب ہذا میں ضرور شامل کیا جائے جو اس برائی سے بچانے میں ہر مسلمان کے لیے مددگار ثابت ہو اور جو مسلمان بھی کتاب ہذا کا مطالعہ کرے اسے بخوبی طور پر علم ہو سکے کہ یہ کس قدر قبیح اور بُرا فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت یہ دعا مانگنی چاہیے کہ وہ بُرے کاموں سے بچنے کی بندے کو توفیق عطا فرمائے اور اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

بدکاری کرنے والا شیطان کو خوش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو اس برائی کی طرف راغب کر کے ان کو بدکاری میں مبتلا کرنے کی کوشش کرے مگر جو اللہ رب العزت کے نیک بندے ہوتے ہیں وہ پروردگار عالم کے فضل و کرم کے باعث شیطان کے چنگل میں نہیں پھنستے اور اپنے آپ کو بچا لیتے ہیں لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کو مضبوط رکھے اور کسی بھی لمحہ نہ ڈگمگائے ایمان کو تقویت دینے والے واقعات کا اکثر مطالعہ کرتا رہے تاکہ اس پر شیطان کی فریب کاریاں اور ایماندار بندوں کی ثابت قدمی عیاں ہوتی رہے اور ان واقعات سے وہ سبق حاصل کرتے ہوئے بدکاری سے بچنے کی اپنے اندر ہمت اور جراءت پیدا کرے۔ اسی حوالے سے ذیل میں چند واقعات کا بیان کیا جاتا ہے جو کہ یقیناً ہر دور کے نوجوان کے لیے فائدے کا باعث ہیں۔ بعض اوقات بُری عورتیں بھی اچھے بھلے شریف آدمی کو اپنی طرف مائل کر کے اس کے ایمان کو برباد کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور بعض اوقات انسان خود بھی کسی غیر عورت کی شکل و صورت دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے شیطان اس صورت حال سے پوری طرح فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور بندے کو بدکاری کی طرف رغبت دلاتا ہے اور برائی میں اس کے لیے کشش پیدا کر دیتا ہے لہٰذا جو بھی صورت ہو ہر مسلمان کو بدکاری اور بے حیائی کے کاموں سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی نصیحت:

ایک دفعہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ بیٹے! شیر اور اژدھے کے پیچھے جانا روا ہے، مگر عورتوں کے پیچھے ہرگز نہ جانا وہ تیرا ایمان و اعمال ہلاک کر

دیں گی اور دنیا میں اس سے بڑا فتنہ اور نہیں ہے۔ لہٰذا بہت ہی احتیاط رکھنا۔

(کیمیائے سعادت ص ۲۹۹)

حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت:

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں فرمائی تھیں، ان میں ایک اہم نصیحت یہ بھی تھی کہ بیٹے! بری عورتوں سے بچتے رہنا، وہ تجھے وقت سے پہلے بوڑھا کر دیں گی، اور تجھے خیر کی طرف نہیں بلائیں گی۔ (بحوالہ احیاء ص ۱۱۲)

شیطان کی خوش فہمی:

حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں، کہ ماضی میں جتنے بھی انبیاء و رسل مبعوث ہوئے ہیں، ان سب سے متعلق شیطان کو یہی خوش فہمی رہی کہ میں انہیں عورتوں کے ذریعہ ہلاکت میں مبتلا کروں گا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ جس وقت ان کی عمر چوراسی برس کی ہوگئی تھی۔ اس وقت فرمایا کہ اب بھی میرے نزدیک عورت سے بڑھ کر کوئی خطرناک چیز نہیں ہے، ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ شیطان عورت سے کہتا ہے، کہ تو میرا آدھا لشکر ہے، تو میرا قاصد ہے، تیرے ہی ذریعہ میں انسانوں کے دلوں کو فتح کرتا ہوں۔

(بحوالہ احیاء جلد ۳ ص ۲۵۷)

نیک شخص کی قبولیت دعا:

کسی شہر میں کوئی حسین وجمیل تاجر سامان تجارت فروخت کر رہا تھا کہ کسی امیر گھرانے کی لونڈی کی نظر اس پر پڑی جس کو دیکھ کر وہ سوداگر کے حسن پر فریفتہ ہوگئی، اور خریداری کے حیلے سے سوداگر کو بلا کر ڈیوڑھی میں لے گئی، اور امیر کی بیوی کو اس کے حسن و جمال سے مطلع کیا، بیوی نے اس شہرہ آفاق حسین سوداگر کو پیام دیا کہ وہ سوداگری چھوڑ کر رات دن ہمارے پاس رہے ہمارے پاس مال کی کوئی کمی نہیں ہے ہم اس کے ساتھ حسن و سلوک سے پیش آئیں گے، مگر اس خدا کے بندے نے ظاہری و عارضی دولت کے لیے پیام

معصیت قبول نہ کیا اس پر لونڈی نے کہا اگر تو خوشی سے قبول نہ کرے گا تو تجھے جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا یہ ماجرا دیکھ کر نوجوان حسین سوداگر بہت پریشان ہوا اور کہنے لگا۔ یا الٰہی میں کس مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہوں آخر اس نے جان پر کھیل کر لونڈی سے کہا اچھا مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو، لونڈی نے جواب دیا۔ اچھا بالاخانہ پر جا کر اطمینان سے وضو کر کے نماز پڑھ لو، چنانچہ اس نوجوان مرد صالح نے اطمینان کے ساتھ نماز پڑھ کر حق تعالیٰ کے حضور میں دعا کی یا رحمۃ اللعالمین مجھے اس معصیت سے چھڑا مجھے ایمان کے ساتھ موت قبول ہے، مگر یہ دولت و معصیت قبول نہیں، اس دعا کے بعد اس نیک بخت نے ہمت کر کے اللہ کا نام لے کر بالاخانہ سے نیچے چھلانگ لگائی، فوراً حکم خدا سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کو پکڑ کر آرام سے زمین پر اتار دیا، اور اس طرح اس ایماندار نیک صالح کی جان بھی بچ گئی اور معصیت سے بھی خدا نے اس کو بچالیا۔ (بحوالہ حکایات الصالحین)

ایمان کی مضبوطی:

حضرت احمد ابن سعیدؒ کا بیان ہے کہ ہمارے یہاں کوفہ میں ایک نوجوان رہتا تھا، جو انتہائی عبادت گزار تھا، اور ہمہ وقت جامع مسجد میں پڑا رہتا تھا، ساتھ ہی وہ نہایت ہی دراز قامت، خوبصورت اور خوب سیرت بھی تھا۔ ایک حسینہ عورت نے اسے دیکھا تو پہلی ہی نظر میں فریفتہ ہوگئی، ایک مدت تک عشق کی چنگاری اس کے دل میں سلگتی رہی لیکن اسے اپنی محبت کے اظہار کا موقع نہ ملا، ایک روز وہ نوجوان مسجد جا رہا تھا، وہ عورت آئی اور اس کا راستہ روک کر کھڑی ہوگئی، اور کہنے لگی نوجوان! پہلے میری بات سن لو، اس کے بعد جو دل میں آئے وہ کرو، لیکن نوجوان نے کوئی جواب نہ دیا، اور چلتا رہا یہاں تک کہ مسجد میں پہنچ گیا واپسی میں وہ عورت پھر راستے میں کھڑی نظر آئی، جب وہ نوجوان قریب پہنچا تو اس نے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی، نوجوان نے کہا یہ تہمت کی جگہ ہے، میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص مجھے تمہارے ساتھ کھڑا ہوا دیکھ کر تہمت لگائے، اس لیے میرا راستہ نہ روکو اور مجھے جانے دو، اس عورت نے کہا خدا کی قسم! میں یہاں اس لیے نہیں کھڑی ہوئی کہ مجھے تمہاری حیثیت کا علم نہیں ہے، یا میں یہ نہیں جانتی کہ یہ تہمت کی جگہ ہے، خدا نہ کرے لوگوں کو میرے متعلق بدگمان

ہونے کا موقع ملے لیکن مجھے اس معاملے میں بذات خود تم سے ملاقات پر اس امر نے اکسایا ہے کہ لوگ تھوڑی سی بات کو زیادہ کر لیتے ہیں اور تم جیسے عبادت گزار لوگ آئینے کی طرح ہیں کہ معمولی سا غبار بھی اس کی صفائی کو متاثر کر دیتا ہے، میں تو سو بات کی ایک بات یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میرا دل و جان تمام اعضا تم پر فدا ہیں، اور اللہ ہی ہے جو میرے اور تمہارے معاملے میں کوئی فیصلہ فرمائے، وہ نوجوان اس عورت کی یہ تقریر سن کر خاموشی کے ساتھ کوئی جواب دیئے بغیر اپنے گھر چلے گئے۔ گھر پہنچ کر نماز پڑھنی چاہی لیکن نماز میں دل نہیں لگا اور سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کریں۔ مجبوراً قلم کاغذ سنبھالا اور اس عورت کے نام ایک خط لکھا۔ پرچہ لکھ کر باہر آئے، دیکھا کہ وہ عورت اسی طرح راہ میں کھڑی ہوئی ہے۔ انہوں نے خط اس کی طرف پھینک دیا اور خود تیزی سے گھر میں داخل ہو گئے۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے عورت! تجھے یہ بات جان لینی چاہیے کہ جب بندہ اپنے خدا کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ درگزر سے کام لیتا ہے۔ جب وہ دوبارہ اسی معصیت کا ارتکاب کرتا ہے۔ تب بھی وہ پردہ پوشی فرما دیتا ہے، لیکن جب وہ اس معصیت کو اپنا مشغلہ اور پیشہ بنا لیتا ہے۔ تو پھر ایسا غضب نازل فرماتا ہے کہ زمین وہ آسمان شجر و حجر اور چوپائے بھی کانپ اٹھتے ہیں، کون ہے وہ جو اس کی سزا کو برداشت کر سکے، کون ہے وہ جو اس کی ناراضگی کا تحمل کر سکے، بس اس کے حضور میں اپنے آپ کو پیش کر، جو تمام جہانوں کا رب ہے، اس جبار عظیم کے آگے سربسجود ہو جا اسی سے محبت کر کیونکہ وہ شروع سے ہے اور آخر تک تیرے ساتھ رہے گا فقط طالب دعا۔

اس خط کے کافی دن بعد وہ عورت پھر راستے میں کھڑی نظر آئی، انہوں نے اسے دیکھ کر واپس لوٹنے کا ارادہ کیا، لیکن اس عورت نے کہا، کیوں واپس جاتے ہو؟ یہ آخری ملاقات ہے، آج کے بعد پھر خدا ہی کے یہاں ملاقات ہوگی یہ کہہ کر خوب روئی اور کہنے لگی کہ میں خدا سے، جس کے ہاتھ میں تمہارا دل ہے یہ دعا کرتی ہوں کہ وہ تمہارے سلسلے میں درپیش میری مشکل آسان فرمائے اب تم صرف مجھے صرف ایک نصیحت کرو، نوجوان نے کہا!

میں صرف یہ نصیحت کرتا ہوں کہ خود کو اپنے نفس سے محفوظ رکھنا اور اس آیت کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا "ھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَاجَرَحْتُمْ بِالنَّھَارِ۔

(پ ۷ آیت ۶۰ سورہ انعام)

ترجمہ: ''اور وہ ذات پاک تو ایسی ہے کہ رات میں تمہاری روح کو قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو اچھی طرح جانتا ہے، اور یہاں تک کہ ''یَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ وہ تمہاری آنکھوں کی چوری کو بھی جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں، یہ نصیحت سن کر وہ عورت بہت روئی دیر تک روتی رہی، جب افاقہ ہوا تو اپنے گھر پہنچی اور کچھ عرصے عبادت میں مشغول رہ کر ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئی۔

(بحوالہ مظہری واحیاء)

پاؤں کاٹنے کی وجہ:

حضرت ذوالنون مصریؒ ابتدائی دور میں جب کسی نوجوان عابد سے نیاز حاصل کرنے پہنچے، اس کی عبادت و ریاضت اور نفس کشی کو دیکھ کر ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ اے فلاں تم تو واقعی بہت بڑے زاہد ہو، اس نوجوان نے جواب دیا اگر تم واقعی کسی بڑے زاہد و عابد کو دیکھنا چاہتے ہو تو سامنے کے پہاڑ پر جا کر دیکھو، چنانچہ جب حضرت ذوالنون مصریؒ وہاں پہنچے تو ایک نوجوان کو پڑا ہوا دیکھا جس کا پیر کٹا ہوا باہر پڑا تھا اور اس کا جسم کیڑوں کی خوراک بنا ہوا تھا، یہ صورت حال دیکھ کر آپ نے وجہ دریافت کی، تو اس نوجوان نے بتایا کہ اس کا اصل سبب عورت ہے، ایک دن میں اس جگہ مصروف عبادت تھا کہ ایک خوبصورت نوجوان عورت سامنے سے گزری، جس کو دیکھ کر میں فریب شیطانی میں مبتلا ہوا، اور اس کے نزدیک پہنچنے کے لیے پہلا قدم اٹھایا، اسی وقت ندائے غیبی آئی اے بے غیرت تیس سال خدا کی عبادت و ریاضت اور اطاعت میں گزار کر آج شیطان کی اطاعت کرنے چلا ہے، لہٰذا میں نے اسی وقت اپنا یہ پیر قطع کر دیا کہ گناہ کے لیے پہلا قدم اسی پیر سے بڑھایا تھا۔

(ولی اللہ)

ایمان کی بربادی:

ایک جلیل القدر بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک واقعہ میں نے سنا ہے، کہ مصر میں ایک شخص تھا جو اذان ونماز کا بہت پابند تھا، اور صرف اذان ونماز کی محبت سے مسجد میں پڑا رہتا تھا۔ اطاعت وعبادت کی برکت سے اس کے چہرہ اور پیشانی پر نور برستا تھا، ایک روز وہ اپنی حسب عادت اذان کہنے کی غرض سے مسجد کے منارہ پر چڑھا، اسی منارہ کے نیچے عیسائی کا گھر تھا، اتفاق سے اس گھر پر اس عابد کی نظر پڑی، دیکھا ایک کنواری لڑکی حسن بے بہا اور صورت بے مثال اور آنکھوں میں سحر لیے ہوئے کھڑی ہے اور گیسو کی آرائش میں لگی ہوئی ہے اسی حسن کے پیکر اور نظر کے سحر میں گرفتار ہو کر وہ بے قابو ہو گیا، اس کی لطافت ونزاکت کی عدالت میں وہ اپنے آپ کو گرفتاری دینے پر مجبور ہو گیا، اور اذان واقامت کو خیر باد کہہ کر شیطان رجیم کے نام سے نیچے اترا اور سیدھا اس عیسائی کے مکان کو اپنا نشانہ بنایا، اور کہا کیا عزم وخیال ہے؟ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم کی زحمت گوارا کریں، اس عابد نے کہا اب تو میں خود تمہارا خادم بن کر آیا ہوں اور میرے قلب کی مکمل طور پر تم مالک ہو گئی ہو، یہ سن کر اس پریم کے ساگر اور پیاسی روح کی تراوٹ نے کہا میں اس طرح بغیر شادی کے غلط قدم نہیں اٹھا سکتی، اس عابد نے کہا شادی کے لیے تو میں ابھی تیار ہوں، اس لڑکی نے کہا یہ اس لیے محال ہے کہ تم مسلمان ہو اور میں عیسائی ہوں، اس حالت میں میرا والد تم سے ہرگز میری شادی پر آمادہ نہ ہوگا، اس عابد نے کہا میں تمہارا پکا عاشق ہوں دل میں صرف تمہاری یاد ومحبت ہے، تمہارے لیے عیسائی ہونا تو میرے لیے ایک حقیر چیز ہے، یہ بات سن کر وہ شیطان لڑکی بولی ہاں ایسا ہو سکتا ہے، چنانچہ وہ شخص اس وقت عیسائی ہو گیا اور اس فتنہ پرور لڑکی سے شادی بخوبی رچائی، اور اسی گھرانے سے وابستہ ہو گیا، لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ شادی کے دن ہی وہ عابد بے حد سرور وغرور کے ساتھ مکان کے کوٹھے پر چڑھا اور دل کی خوشی وانتہائی مسرت سے تفریح کرتے کرتے کوٹھے سے گر پڑا اور بہت اونچائی سے گرنے کی وجہ سے اتنی شدت سے چوٹ لگی کہ عین وقت پر زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا، اس دل کی جان اور زندگی کی تحریک سے خلوت تک نصیب نہ ہوئی، اور بے حاصل اپنا دین وایمان بھی

کھو بیٹھا، اور مفت میں عقبٰی کی رسوائی اور تباہی اور عذاب الٰہی کو بھی مول لے لیا۔

شیطان کا وسوسہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک راہب وعابد کا ذکر فرمایا، کہ اس کے شہر میں شیطان نے کسی لڑکی کا گلا دبا دیا، اور لڑکی کے گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس کا علاج فلاں راہب کے پاس ہے، وہ لوگ لڑکی کو لے کر راہب کے پاس پہنچے، اس نے لاکھ انکار کیا۔ مگر وہ نہ مانے راہب کو علاج کے لیے مجبور ہونا پڑا، اب شیطان نے راہب کے دل میں زنا کا وسوسہ ڈالا اور اس راہب کو اس نازیبا حرکت پر اکسانا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ زنا کر بیٹھا لڑکی حاملہ ہو گئی۔ شیطان نے راہب کو رسوائی کے خوف سے ڈرایا اور اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اگر لڑکی کو قتل کر دیا جائے تو یہ راز چھپ سکتا ہے، اور اس کے گھر والوں کو موت کا یقین دلا کر آسانی سے مطمئن کیا جا سکتا ہے۔ اس نے ایسا ہی کیا، شیطان نے اپنی کاروائی جاری رکھی لڑکی کے گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈال دی، کہ راہب نے تمہاری لڑکی کو حاملہ کرنے کے بعد رسوائی کے خوف سے قتل کر دیا۔ وہ لوگ راہب کے پاس آئے اور اپنی لڑکی کے متعلق پوچھا، راہب نے وہی جواب دیا جو شیطان نے اس کے دل میں القا کیا تھا کہ لڑکی بیمار تھی مر گئی لیکن گھر والوں نے یقین نہیں کیا اور راہب کو قصاص کے لیے گرفتار کرنا چاہا، اس وقت شیطان نے راہب کو بتلایا کہ یہ تمام کارنامے میرے تھے، میں نے ہی لڑکی کا گلا گھونٹا تھا میں نے ہی لڑکی کے والدین کو تیرے پاس آنے پر آمادہ کیا تھا میں نے ہی تجھے اس کے ساتھ زنا پر اور پھر اسے قتل کر دینے پر اکسایا تھا، اب میں ہی تجھے ان سے نجات دلا سکتا ہوں۔ اگر تو نجات چاہتا ہے تو مجھے دو سجدے کر، آخر راہب نے شیطان کو سجدے کیے اور اس کے بعد شیطان یہ کہتا چل دیا کہ میں تیرے لیے کچھ نہیں کر سکتا، میں تجھے کیا جانوں؟ (بحوالہ احیاء جلد ۳ ص ۷۷)

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ بہت حسین وجمیل اور خوبرو مرد تھے، ایک

عورت ان کے گھر آئی، اور مباشرت کی خواہش ظاہر کی انہوں نے انکار کر دیا اور دوڑتے ہوئے اپنے گھر سے نکل گئے، وہ عورت وہیں رہ گئی۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ سے حج کے لیے روانہ ہوئے ان کے ساتھ ایک رفیق سفر بھی تھا، ان دونوں نے ابواء پہنچ کر قیام کیا، رفیق نے تھیلا لیا اور خریداری کے لیے بازار چلا گیا، سلیمان رحمۃ اللہ علیہ خیمے میں بیٹھے رہے ایک بدوی عورت کی نگاہ ان کے خوبرو چہرے پر پڑی تو دل و جان سے عاشق ہوگئی، آپ ایک پہاڑ کے دامن میں مقیم تھے، اور عورت پہاڑ کی چوٹی پر تھی، ان کو دیکھ کر نیچے اتری اور خیمے میں پہنچ کر رک گئی اس کے چہرے پر نقاب تھا، اور ہاتھوں میں دستانے تھے، جب اس نے نقاب اٹھایا تو ایسا لگا جیسے بدلی سے چاند نکل آیا ہو، وہ انتہائی حسین و جمیل عورت تھی، اس عورت نے کہا مجھے کچھ دیجئے، سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا شاید وہ کھانے کی کوئی چیز مانگ رہی ہے اٹھے اور دستر خوان کا بچا ہوا کھانا اٹھا کر اسے دینا چاہا، اس عورت نے کہا میں روٹی نہیں مانگتی، مجھے تو وہ امر مطلوب ہے جو میاں بیوی کے درمیان ہوتا ہے، یہ سن کر سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تجھے شیطان ملعون بہکا کر لایا ہے، اس کے بعد اپنے گھٹنوں میں سر دے کر زور زور سے رونے لگے اور آنسو ونکسیر وغیرہ باقاعدہ جاری رہے، اس عورت نے انہیں اس طرح روتے ہوئے دیکھا تو شرمندہ ہو کر چلی گئی، رفیق سفر بازار سے واپس ہوا تو اس نے دیکھا کہ روتے روتے سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں ورما گئی ہیں، رونے کی وجہ دریافت کی، فرمایا مجھے اپنی بیٹی یاد آگئی تھی، اس نے بے یقینی سے کہا کہ اس سے پہلے آپ کو اپنی بیٹی یاد نہیں آئی، یہ آج اچانک کیا ہوا؟ غرض رفیق نے جب حقیقت جاننے پر بہت زور دیا تو آپ نے بدوی عورت کا قصہ سنا دیا، اور رفیق قصہ سن کر رونے لگا۔ آپ نے پوچھا تم کیوں روتے ہو؟ عرض کیا اس لیے روتا ہوں کہ اگر آپ کی جگہ میں ہوتا تو اس عورت کا مطالبہ رد نہ کر پاتا اور گناہ میں مبتلا ہو جاتا، تھوڑی دیر تک دونوں روتے رہے سفر دوبارہ شروع ہوا جب مکہ مکرمہ پہنچے اور طواف وسعی کے بعد حجر اسود کے قریب آئے تو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے کپڑے سمیٹ کر بیٹھ گئے، بیٹھے بیٹھے نیند آگئی خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک خوبصورت دراز

قامت مرد ہے اس کے جسم سے خوشبوئیں پھوٹ رہی ہیں، انہوں نے دریافت کیا آپ کون ہیں اس مرد جوان نے بتلایا کہ میں یوسف ہوں، فرمایا یوسف علیہ السلام؟ فرمایا ہاں وہی یوسف ہوں۔ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ زلیخا کے ساتھ آپ کا حال عجیب ہے، فرمایا ابواء والی بدوی عورت کے ساتھ تمہارا حال اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ (احیاء جلد ۳)

نیکی کے عمل کی برکت:

حضرت ابو حفص حدادؒ کو جوانی میں ایک لڑکی سے عشق ہو گیا اور اس کو حاصل کرنے کے لیے آپ نے نیشاپور کے ایک بہت بڑے معروف و مشہور جادوگر سے ملاقات کی لیکن اس جادوگر نے یہ شرط لگا دی کہ آپ چالیس یوم خدا کی عبادت کو ترک کر کے میرے پاس آنا، چنانچہ حضرت ابو حفص نے لڑکی کو حاصل کرنے کے لیے اس کی ہدایت پر عمل کیا، جب چالیس یوم کے بعد اس جادوگر کے پاس پہنچے تو اس نے طرح طرح کے جادو کرنے شروع کر دیئے، مگر ایک بھی کارگر نہ ہو سکا۔ آخر جادوگر نے کہا کہ اس چالیس یوم میں تم نے ضرور کوئی نیک عمل کیا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو کوئی ایسا عمل نہیں کیا البتہ اتنا ضرور ہوا کہ راستہ میں پڑے ہوئے پتھر، کانٹے وغیرہ اٹھا کر اس نیت سے پھینک دیتا تھا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے، یہ سن کر جادوگر نے کہا کہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ آپ ایسے خدا کی عبادت سے گریزاں ہیں جس نے معمولی سی نیکی کی وہ قبولیت عطا کی کہ میری تمام جادو ناکام ہو کر رہ گئے۔ آپ نے اسی وقت خالص دل سے توبہ کر کے خدا کی عبادت کو اپنا مشغلہ بنا لیا، اور آپ بعد میں بہت بڑے عظیم المرتبت بزرگوں میں سے ہوئے۔

(تذکرہ الاولیاء ص ۱۸۲)

بدکاری سے باز رہنے کی نصیحت:

ایک مرتبہ ایک نوجوان حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے زنا کی اجازت دے دیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس مجلس پاک میں موجود تھے غصے سے اس

نوجوان کو کہنے لگے کہ کیا بکواس کرتے ہو۔ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے پیارے اس نوجوان کو اپنے پاس بلایا اور بٹھالیا پھر ارشاد فرمایا، کیا تمہیں یہ بات پسند ہے۔ کہ شہر کے لوگ تمہاری ماں کے ساتھ زنا کریں؟ نوجوان نے جواب دیا، نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، کیا تم یہ بات پسند کرو گے کہ لوگ تمہاری بہن کے ساتھ زنا کریں؟ اس نے کہا، نہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماں یا بہن سے زنا کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم پسند کرو گے کہ لوگ تمہاری بیٹی کے ساتھ زنا کریں؟ اس نے کہا، ہرگز نہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اسی طرح کوئی بھی شخص تمہیں اپنی بیٹی سے زنا کرنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا دست مبارک اس نوجوان کے سینے پر پھیرا اور دُعا فرمائی، اے اللہ! اس کے گناہ معاف کردے اس کا دل پاک کردے اور اس کی شرم گاہ کو محفوظ بنادے۔ روایات میں آتا ہے کہ اس دن کے بعد زندگی بھر اس نوجوان نے کسی غیر عورت کی طرف بُری نگاہ سے نہیں دیکھا۔

(مستدرک، حاکم)

بدکاری کی سزا:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"مجھ سے (زانی مرد و عورت کے بارے میں) حکم حاصل کرلو مجھ سے حکم لے لو (کہ) اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے ایک طریقہ مقرر کردیا ہے کنواری عورت اگر کنوارے مرد سے زنا کرے تو دونوں کو سو درے لگائے جائیں اور ایک سال کے لیے جلاوطن کردیا جائے اور اگر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو (دونوں) کو سو کوڑے مارے جائیں اور سنگسار کیا جائے۔"

(مسلم شریف)

اسی طرح ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت سے ایک مرد نے زنا کیا تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے کوڑے لگوائے پھر خبر دی گئی کہ وہ شادی شدہ ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے سنگسار کرادیا یعنی لوگوں نے اسے پتھروں سے ہلاک کردیا۔ (ابوداؤد)

سو درے مارنے کا حکم قرآن حکیم میں:

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

ترجمہ: "زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد سوان میں سے ہر ایک کو سو درے مارو اور تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ان دونوں پر ذرا رحم نہ آنا چاہیے اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز محشر پر ایمان رکھتے ہو۔" (سورۂ نور)

قرآن پاک کے اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ بدکاری کرنے والے کسی نرمی اور رعایت کے مستحق نہیں ہیں اور ان کو سزا دینے کے معاملے میں رحمدلی سے کام نہ لیا جائے بلا شبہ یہ حاکم وقت کو تنبیہ ہے کہ جس پر سزا کے نفاذ کی عمل برداری کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کو حکم دیا جارہا ہے کہ بدکاری کے مجرم پر تمہیں ترس اور رحم نہیں آنا چاہیے۔ ظاہر بات ہے کہ اس شخص پر کیسے رحم کھایا جاسکتا ہے کہ جس کے سامنے اسلام نے اپنے تمام احکامات واضح طور پر بیان کردیے اور بدکاری کے مفاسد اور اس کے دینی و دنیوی نقصانات بھی اس پر ظاہر کردیے اور جائز طریقے سے جنسی میلان کی تکمیل کی اجازت مرحمت کی اس کے باوجود اس نے اللہ تعالیٰ کی حدوں کو توڑا۔ آیت مبارکہ میں رحم نہ کھانے کے بارے میں جو بیان کیا گیا ہے غالباً اس وجہ سے ہے کہ عام طور پر اکثر لوگ یہ سوچ کر اپنے دل کا گوشہ اس شخص کے لیے نرم کرلیتے ہیں کہ یہ انسان کی فطری خواہش ہے کبھی وہ شیطانی غلبے کے باعث مغلوب ہوجاتا ہے اور یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ دونوں کی رضامندی سے ہوا۔ لہٰذا اس آیت مبارکہ میں اس شیطانی وسوسہ کی بھی مدافعت مقصود ہے۔

بدکار کی سزا کا سرعام انعقاد کرنا:

کسی بھی نرمی اور رحم کو اپنے دل میں لائے بغیر بدکار کو سو درے مارے جانے کے علاوہ قرآن پاک میں یہ بھی حکم ہے کہ بدکار کو سزا سرعام دی جائے اس کی سزا کے عمل کو پردہ میں نہ رکھا جائے اور سزا دیتے وقت مسلمانوں کے ایک ہجوم کو وہاں پر موجود ہونا چاہیے تاکہ اس کی سزا کو دیکھ کر دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں اور مجرم کو بھی احساس وشرمساری ہو کہ وہ اس نے کس قدر بدترین جرم کیا ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے:

ترجمہ: ”اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیے۔“

(سورۂ نور)

رجم کی حقیقت:

جو شخص مکلف اور آزاد ہونے کے ساتھ محصن بھی ہو یعنی نکاح صحیح کر کے اپنی بیوی سے جماع کر چکا ہو تو اس کی حد رجم ہے یعنی ایسے بدکار مرد اور عورت کو سنگسار کیا جائے گا۔ یہ درست ہے کہ قرآن حکیم میں رجم کا حکم صراحت کے ساتھ مذکور نہیں ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا انکار کر دیا جائے جبکہ صحیح احادیث میں بکثرت اس طرح کی مثالیں موجود ہیں اور خود ارشاد نبوی میں بھی صراحت کے ساتھ رجم کا حکم مذکور ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آج سے سینکڑوں برس قبل اپنے دور خلافت میں اس خدشہ کا اظہار فرما کر اس کی تردید فرمائی تھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”مجھے خوف ہے کہ ایک عرصہ دراز کے بعد کہنے والے یہ کہنے پر نہ اُتر آئیں کہ ہم کتاب اللہ میں رجم کا حکم نہیں پاتے ہیں اگر ایسی بات ہوئی تو وہ اس ایک فریضہ کے ترک کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں گے۔ سن لو کہ شادی شدہ زانی پر رجم حق ہے جب ثبوت شرعی یا دلیل شرعی یا اعتراف پایا جائے۔“

(بخاری شریف باب الاعتراف بالزنا)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خدشہ بالکل درست ثابت ہوا اور بعد

کے دور میں کچھ ”روشن خیال“ لوگوں نے وہی کہا جس کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش گوئی فرمائی لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان روشن خیالوں کی یہ بات انہی تک ہی محدود ہے اور امت اس گناہ سے محفوظ ہے۔

عقل وفہم سے بھی رجم کی تائید ہوتی ہے کیونکہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی سزا میں ضرور فرق ہونا چاہیے اور اس کی یہی صورت ہے دوسری بات یہ ہے کہ غیر شادی شدہ کے لیے راہِ راست پر آ جانے کی کافی امید ہے کیونکہ شادی سے جنسی میلان کا راستہ کھل جائے گا اس کو ایک جائز ذریعہ میسّر آ جائے گا اور اس کی بُری عادت کا خاتمہ ہو جائے گا لیکن جب شادی شدہ شخص یہ جُرم کرتا ہے تو پھر اس بات کا شدید خطرہ ہے کہ اس کا وجود متعدی مرض کی حیثیت اختیار نہ کر لے اس لیے بہتر ہے کہ اس کے وجود سے معاشرے کو پاک کر دیا جائے۔

سزا کے نفاذ کا طریقہ:

شادی شدہ مرد اور عورت اگر بدکاری کریں اور ثابت ہو جائے تو ان کو سنگسار کیا جائے گا اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایک کھلی ہوئی جگہ پر مجرم کو لے جایا جائے گا جہاں قاضی اور گواہ موجود ہوں گے۔ اگر یہ فیصلہ اعتراف جرم کی بناء پر ہوا ہے تو سزا دینے کی ابتداء حاکم کرے گا اور اگر جُرم گواہی سے ثابت ہوا ہے تو گواہ ابتداء کریں گے یعنی پہلے یہ پتھر اُٹھا کر ماریں گے پھر موقع پر موجود عوام پتھر ماریں گے اور اس طرح پتھر مارتے مارتے اس کو ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کر دیا جائے گا عورت کو رجم کرنا ہو گا تو اس کے لیے ایک گڑھا کھودا جائے گا اور اس کو نصف بدن تک اس گڑھے میں گاڑ دیا جائے گا تاکہ بے ستری نہ ہو۔

حضرت ماعز بن مالک کا واقعہ:

حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ ایک صحابی حضرت ہزال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر گئے اتفاق سے کوئی موقع ایسا بن گیا کہ انہوں نے حضرت ہزال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آزاد کردہ باندی سے بدکاری کر دی جب اس واقعہ کی خبر حضرت ہزال رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے ان سے کہا کہ تمہیں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا چاہیے اور اپنا حال بیان کرنا چاہیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس معاملے میں کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ وہ صحابی سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے پاک فرمایئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، تجھ پر افسوس ہے جا اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کر اور توبہ کر۔ پھر وہ تھوڑی دیر کے بعد آئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے پاک فرمائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تجھے کس چیز سے پاک کروں۔ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، زنا سے اور اس کی ناپاکی سے۔

یہ سن کر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا رُخ انور دوسری طرف پھیر لیا۔ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی طرف آ کر کھڑے ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر اپنا رُخ انور پھیر لیا اور فرمایا، کیا یہ شخص دیوانہ ہے جو یہ بات دیوانگی سے کہہ رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ دیوانہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا اس نے شراب پی ہوئی ہے جو اس کی مستی میں ایسی بات کہہ رہا ہے؟ اس پر ایک صحابی اُٹھے اور ان کے منہ کو سونگھا اور کہا کہ انہوں نے شراب نہیں پی ہوئی۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ممکن ہے اس نے عورت کا بوسہ لیا ہو یا اسے اپنے ساتھ چمٹایا ہو یا اسے اپنے ساتھ سلایا ہو یا اس کے ساتھ دست درازی کی کوشش کی ہو اور اس کو یہ زنا کہہ رہا ہو۔ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے زنا کیا ہے۔ غرضیکہ جب حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار مرتبہ اقرار کرلیا تو پھر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فیصلہ فرمادیا کہ ان کو سنگسار کر دیا جائے چنانچہ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ کے سنگستان میں لایا گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انہیں سنگسار کیا۔

جب انہیں پتھروں کی مار کی شدت سے تکلیف ہوئی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اس پر ایک صحابی کے ہاتھ اونٹ کا جبڑا لگ گیا انہوں نے اسی ہڈی کو اُٹھا کر زور سے حضرت

ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مارا اور پھر اتنا سنگسار کیا گیا کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ عرض کیا اور کہنے لگے کہ جب حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنگساری سے شدت کی تکلیف ہوئی اور وہ مرنے کے قریب پہنچ گئے تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس پر سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اسے چھوڑ کیوں نہ دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعائے استغفار فرمائی اور ارشاد فرمایا بلاشبہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس توبہ کو ساری امت میں تقسیم کیا جائے تو وہ سب کو کافی ہو۔ (بخاری شریف)

سبیعہ کا واقعہ:

روایات میں آتا ہے کہ ایک عورت سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے پاک کیجئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، تجھ پر افسوس ہے واپس جا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کر۔ عورت کہنے لگی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح آپ نے ماعز (رضی اللہ عنہ) کو واپس کر دیا تھا مجھے بھی واپس کر دیں تو میں زنا کے نطفہ سے حاملہ ہوں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا، تو حاملہ ہے؟ عرض کیا، ہاں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جا اور صبر کر یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے۔ روایات میں آتا ہے کہ وہ عورت جس کا نام سبیعہ تھا اسے ایک انصاری کے سپرد کر دیا گیا تاکہ اس کے اخراجات کی کفالت کرے یہاں تک کہ اس کے حمل کا زمانہ پورا ہو جائے۔ جب اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تو اس انصاری نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع دی کہ اس عورت کے ہاں بچہ کی ولادت ہو گئی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابھی اس عورت کو سنگسار نہیں کریں گے اور اس کے بچے کو اس حال میں نہ رہنے دیں گے کہ کوئی اس کو دُودھ پلانے والا نہ ہو۔ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم !اس کی رضاعت کا میں ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عورت کوسنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب اس عورت نے بچہ کو جنم دے دیا تو اس کے بعد وہ عورت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچے کو اپنا دُودھ پلا اور ٹھہر جب تک کہ اس کا دودھ چھڑائے۔ ایک دن سبیعہ پھر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اپنے بچے کو کندھے پر بٹھائے ہوئے اور روٹی کا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے بچے کا دُودھ چھڑا دیا ہے اور اب یہ روٹی کھانے کے قابل ہو گیا ہے اب اللہ تعالیٰ کے حکم کو مجھ پر نافذ کریں۔ چنانچہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بچے کو ایک مسلمان کے سپرد کیا اور حکم فرمایا کہ عورت کے سینے کے برابر ایک گڑھا کھودا جائے۔ اسے اس گڑھے میں کھڑا کر دیا گیا پھر حکم فرمایا کہ اسے سنگسار کر دیا جائے۔ چنانچہ سنگساری شروع کر دی گئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سامنے سے اس کے سر پر پتھر مارا عورت کے خون کے چند قطرے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر گرے تو جناب خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بُرا بھلا کہا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اے خالد! خاموش رہو مجھے اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اس (عورت) نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ محصول یا عشر (ظلم سے) لینے والا کرتا تو وہ بھی بخشا جاتا پھر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عورت کی تجہیز و تکفین کرنے کا حکم فرمایا، اس عورت کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسے دفن کر دیا گیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی آپس میں جھگڑتے ہوئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ فرما دیجئے۔ دوسرے نے بھی کہا،

ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہمارے مابین کتاب اللہ کے موافق فیصلہ فرما دیجئے اور مجھے واقعہ عرض کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کہو۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا اس نے اس کی بیوی سے بدکاری کی لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تیرے بیٹے کو سنگسار کیا جائے گا میں نے سو بکریاں اور ایک کنیز اپنے لڑکے کے فدیہ میں دی پھر جب میں نے اہل علم سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا اور سنگساری کی سزا اس کی عورت کو ملے گی اس لیے کہ وہ شادی شدہ ہے۔ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واقعہ سن کر ارشاد فرمایا، مجھے قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تم دونوں میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا بکریاں اور کنیز واپس کی جائیں اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا۔ پھر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم صبح کو اس کی عورت کے پاس جاؤ اگر وہ اپنے جُرم کا اقرار کرے تو اسے سنگسار کیا جائے۔ عورت نے اپنے جُرم کا اعتراف کر لیا اور اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ (بخاری شریف)

شادی شدہ کے لیے سنگساری ہی ہے:

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیا تم نے میرے علاوہ بھی کسی سے اس کا ذکر کیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر اور اپنا پردہ رکھ اللہ تعالیٰ تیری پردہ پوشی کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس شخص کا دل اس بات سے مطمئن نہ ہوا وہ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اور ان کے سامنے بھی زنا کے مرتکب ہونے کا اعتراف کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کو ایسا ہی جواب دیا جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا۔

اس شخص کو پھر بھی تسلی واطمینان نہ ہوا اور وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھ سے زنا کا ارتکاب ہوگیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے چہرہ انور پھیر لیا تین مرتبہ اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا ہر مرتبہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے اعراض فرمایا حتیٰ کہ جب اس کا اصرار بڑھ گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے گھر والوں کو کہلا بھیجا کہ کیا اس کو جنون کی شکایت ہے یا اس کو دیوانگی کا عارضہ لاحق ہے؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ بالکل ٹھیک اور تندرست ہے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص سے دریافت کیا کہ کیا تو شادی شدہ ہے یا کنوارہ؟ اس نے جواب دیا کہ میں شادی شدہ ہوں۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے لیے یہ فیصلہ فرمایا کہ بدکاری کرنے کے جرم میں اسے سنگسار کیا جائے اور پھر اس کو سنگسار کر دیا گیا۔

تورات میں بھی سنگساری کا حکم موجود ہے:

ایک مرتبہ چند یہودی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم میں سے ایک مرد اور عورت نے زنا کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے پوچھا کہ تورات میں اس جُرم کے متعلق کیا حکم ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ ہم ان کو رسوا کرتے ہیں اور ان کو دُرے مارتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ یہود کے بہت بڑے عالم تھے اور اسلام قبول کر چکے تھے وہاں پر موجود تھے فرمانے لگے تم لوگ جھوٹ بولتے ہو کیونکہ تورات میں سنگسار کرنے کی آیت مبارکہ موجود ہے چنانچہ تورات لائی گئی اور وہ لوگ اس کی ورق گردانی کرنے لگے ان میں سے ایک شخص نے سنگساری والی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ لیا تاکہ نظر نہ آئے اور اس سے اگلی اور پچھلی آیات پڑھ کر سنا دیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے کہا کہ اپنا ہاتھ تورات پر سے اُٹھاؤ۔ چنانچہ جب اس نے صفحے پر سے اپنا ہاتھ اُٹھایا تو رجم کی آیت صاف دکھائی دینے لگی۔ اس پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فیصلہ فرمایا کہ ان دونوں مرد و

عورت (جو کہ دونوں شادی شدہ تھے) کو سنگسار کر دیا جائے۔ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر دونوں کو سنگسار کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس مرد کو دیکھا کہ وہ عورت پر جھکتا تھا تاکہ عورت پتھروں کی ضرب سے بچ سکے۔

کتاب اللہ کا حکم:

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں اپنے متعلق زنا کا اقرار کیا چنانچہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کوڑا منگوایا ایک ٹوٹا ہوا کوڑا لایا گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے اچھا کوڑا لاؤ، پھر ایک نیا کوڑا لایا گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس سے ذرا کمزور لاؤ۔ اب ایک ایسا کوڑا خدمت اقدس میں پیش کیا گیا جو سواری میں استعمال کیا گیا تھا اور نرم ہو چکا تھا چنانچہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے اس پر حد لگائی گئی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے لوگو! اب تمہارے لیے وہ وقت آچکا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی حدود سے رک جاؤ۔ جو کوئی ان بُرے افعال سے کچھ ارتکاب کر بیٹھے تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی پردہ داری کے ساتھ پردہ رکھے کیونکہ جو کوئی اپنا چہرہ ہم پر ظاہر کر دے گا اس پر ہم کتاب اللہ کا حکم قائم کریں گے۔ (موطا امام مالک)

چار گواہیاں:

ایک مرتبہ چند یہودی اپنی قوم کے ایک مرد اور ایک عورت کو پکڑ کر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں لے کر حاضر ہوئے جنہوں نے بدکاری کی تھی۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا کہ اپنی قوم کے دو بڑے علماء کرام کو میرے پاس لے کر آؤ۔ چنانچہ وہ صوریا کے دونوں فرزندوں کو لے کر حاضر ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اللہ کی قسم دے کر پوچھا کہ تم ان دونوں (مرد وعورت) کے

بارے میں تورات میں کیا حکم پاتے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہمیں تورات میں یہ حکم ملتا ہے کہ جب چار آدمی یہ گواہی دیں کہ انہوں نے مرد کے آلہ تناسل کو عورت کی فرج میں اس طرح دیکھا ہے جیسے سُرمہ دانی میں سلائی تو ان کو سنگسار کر دیا جائے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو پھر ان کو سنگسار کرنے میں تمہیں کون سا امر مانع ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا غلبہ ختم ہو چکا ہے اس لیے ہم نے قتل کو ناپسند کیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گواہوں کو طلب فرمایا تو چار آدمی آئے اور انہوں نے گواہی دی۔ چنانچہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو (مرد و عورت) سنگسار کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

(ابوداؤد شریف)

زبردستی بدکاری کے متعلق حکم:

اگر کسی شخص نے کسی عورت سے زبردستی بدکاری کی تو اس عورت پر حد نہیں۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں ایک باب کے تحت تحریر کیا ہے کہ اس عورت پر حد نہیں ہے جس سے زبردستی بدکاری کی گئی ہو۔ اس ضمن میں مزید تحریر کرتے ہوئے پہلے یہ آیت مبارکہ نقل کرتے ہیں۔

ترجمہ: ''اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔'' (سورۂ نور۔۴)

اس کے بعد یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک غلام نے ایک لونڈی سے زبردستی بدکاری کی یہ مقدمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پیش ہوا تو آپ نے ثبوت کے بعد غلام پر حد جاری فرمائی جبکہ لونڈی کو بری کر دیا کیونکہ اس سے زبردستی کی گئی تھی۔

(بخاری شریف)

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور کا ایک واقعہ ہے کہ ایک عورت نماز کے لیے گھر سے نکلیں راستہ میں ان کی ملاقات ایک مرد سے ہوگئی۔ مرد نے اس خاتون کو پکڑ لیا اور زبردستی ان کے ساتھ بدکاری کی۔ یہ عورت چیخی چلائی تو لوگ دوڑے اور اس شخص کو پکڑ

لیا اور دونوں کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں پیش کیا اس شخص نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورت سے فرمایا، کہ تم جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدکار کے لیے رجم کا فیصلہ صادر فرمایا۔

(جمع الفوائد جلد اول)

سب سے بڑا گناہ:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا، یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ جبکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا۔ میں نے عرض کیا، پھر کون سا؟ فرمایا یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا یہ کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ (بخاری، مسلم)

شادی شدہ بدکار کے لیے سخت ترین سزا:

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ البتہ تین آدمیوں کا خون حلال ہے شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والا۔ وہ جس نے کسی کو جان سے مار ڈالا اور وہ جس نے اپنے دین کو ترک کیا اور جماعت سے علیحدہ ہو گیا۔ (بخاری، مسلم)

خاندانی فطرت اور اس کے وجود کی حفاظت کے لیے شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والے کے خلاف اسلام نے سزا کا بے حد سخت رویہ اپنایا ہے اور اس شخص کے بارے میں جو سزا اسلامی شریعت میں وارد ہے بعینہ یہی سزا تورات میں بھی مذکور ہے۔ تو دشمنان اسلام کے پیٹ میں کیوں درد اٹھتا ہے؟ جس کی وجہ سے وہ اسلام پر سنگدلی اور بے رحمی کا الزام لگاتے ہیں مشہور ادیب مصطفیٰ صادق رافعی سے شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والے مردوں عورتوں کی سزا اور اس کی حکمت کی بابت پوچھا گیا۔ آپ نے اپنی کتاب ''وحی القلم'' میں اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

یہ سزا اس لیے موزوں اور مناسب ہے کہ اس جرم نے پورے گھرانے اور اس کی دیوار کو منہدم کیا، لہٰذا دیوار کے انہیں پتھروں سے اس کی اتنی پٹائی کرنی ضروری ہے، جس سے اس کی موت واقع ہو جائے۔ پھر آخر شادی کے بعد اسے اس زنا کی کیا پڑی تھی؟ کیا اس کے لیے کوئی عذر یا وجہ جواز ہے؟ مرد و عورت دونوں نے پوری آزادی اور خود مختاری سے ایک دوسرے کو پسند کیا تھا اور یہ آزادی اور خود مختاری اسلام کا وہ عطیہ ہے جو سچ پوچھیے تو انگلینڈ کے بادشاہ کو بھی حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ شاہ انگلینڈ نے جب یہ دیکھا کہ اسے یہ آزادی بھی حاصل نہیں، تو اس نے تخت و تاج کو ٹھوکر ماری اور اس سے دستبردار ہو کر کنارہ کش ہو گیا۔ علاوہ ازیں شادی کے بعد آپس کی بے اتفاقی یا ناچاقی پر، یا زندگی کا بہتر طریقہ سے نبھاؤ نہ ہونے پر انہیں یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ شوہر براہ راست کسی کو درمیان میں ڈالے بغیر علیحدگی اختیار کر لے، یا عورت چاہے تو قاضی یا پنچایت کو درمیان میں ڈال کر شوہر سے الگ ہو سکتی ہے۔

ظاہر ہے، یہ کیفیت جو اسلام کے اندر پائی جاتی ہے، یا اس کے مماثل صورت اسلام کے علاوہ دوسرے کسی دین یا مذہب میں کہیں نہیں پائی جاتی۔ ان مذاہب میں تو طلاق دینا حرام کیا گیا ہے۔ جیسے یہ حرام ہے کہ آدمی کسی طلاق دی ہوئی عورت سے نکاح کرے، یا اپنی مطلقہ بیوی سے نکاح کرے۔

آج جن اوراق کے مجموعہ کو انجیل متی 5 / 32 کہا جاتا ہے اس میں لکھا ہوا ہے:
”جس نے طلاق یافتہ عورت سے نکاح کیا، وہ زنا کرے گا۔“

انجیل مرقس 10 / 11، 12 میں ہے ”جس نے بیوی کو طلاق دی اور دوسری خاتون سے نکاح کیا وہ اس سے زنا کرے گا۔ جو عورت اپنے شوہر سے طلاق پائے اور کسی اور سے نکاح کرے، وہ بھی زنا کی مرتکب ہوگی۔“

ان حالات میں میاں یا بیوی شادی کے بعد زنا نہ کریں، یا اپنے رفیق سفر کے ساتھ خیانت کے مرتکب نہ ہوں۔ اس کی معقول ترین وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ زمین میں

فساد برپا نہ ہو نہ ہی بگاڑ کی صورتیں پیدا ہوں۔

یہ وہ وجوہات تھیں جن کی بناء پر اسلام نے سنگسار کرنے کی سزا کو نافذ فرمایا۔ پھر اس سزا کا نفاذ اس وقت ہوتا ہے جب عام طور پر زانی اس کا از خود اقرار کرتا ہے۔ ورنہ اس کا نفاذ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کی شرائط پیچیدہ ہیں۔

جہنم کا عذاب:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ایک دن صبح کو (نماز کے بعد) پیغمبر علیہ السلام نے ہم سے فرمایا۔ آج کی رات میرے پاس دو آنے والے آئے اور انہوں نے مجھے جگا کر کہا، چلئے! میں اٹھ کر ان کے ساتھ ہو لیا۔ پھر ہم ایک تنور پر آئے، اس تنور میں ایک شور برپا تھا اور آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا، تو بہت سے مرد اور عورتیں ننگے دکھائی دیئے، جن کو نیچے سے آگ کی لپٹ لگتی تھی تو یہ لوگ چیخنے لگتے تھے۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ وہ مرد اور عورتیں جو ننگی تھیں اور تنور جیسی ایک چیز کے اندر تھیں، وہ زنا کار مرد اور عورتیں تھیں۔ (بخاری)

یہ حقیقت ہے جس میں ذرہ برابر شبہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کاروں کے لیے جہنم کے عذاب کی جس طرح وعید سنائی، اس کے نتیجے میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو اتنا خوف دامن گیر ہوتا ہے کہ اگر سوء اتفاق سے کسی پر خواہش کا غلبہ ہوتا اور شہوت کے ہاتھوں کوئی مغلوب ہو کر فعل بد کر بیٹھتا، تو حاکم وقت یا قاضی کے سامنے اس کا اقرار کرنے میں اسے ذرہ برابر پس و پیش نہیں ہوتا تھا کیونکہ انہیں یقین تھا کہ اسی صورت میں جہنم کے عذاب سے نجات ممکن ہے اور خالص سچی توبہ کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے۔

غربت کے خوف سے اپنی اولاد کو ضائع نہ کیجئے

اولاد یقیناً اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے مگر افسوس کہ انسانوں میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اولاد کی نعمت کو حاصل نہیں کرنا چاہتے اور اس کے لیے نت نئے حربوں سے کام لیتے ہیں خاندانی منصوبہ بندی کا سہارا لیتے ہیں اولاد کو پیدا ہونے سے پہلے ہی ضائع کر دینے کے درپے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ عذاب الٰہی کو دعوت دیتے ہیں۔ بعض ناعاقبت اندیش لوگ اس کا یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ کم بچے خوشحال گھرانہ۔ حالانکہ خوشحالی اور بدحالی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے وہ ایک کا روزی رساں ہے ہر ایک سے اس نے روزی کا وعدہ کر رکھا ہے جو اس دنیا میں آتا ہے وہ اپنا رزق ساتھ لے کر آتا ہے اس کا رزق جہاں پر بھی ہو گا اسے پہنچ کر رہے گا اور کوئی انسان اپنا رزق ختم کیے بغیر دنیا سے نہیں جائے گا۔ انسان کا اس ڈر سے اپنی اولاد کو پیدائش سے پہلے ہی ضائع کر دینا کہ اگر یہ دنیا میں آ گیا تو اس کی روزی کا سامان اسے کرنا پڑے گا نہایت بے وقوفی اور ناسمجھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ”اور اپنی اولاد کو فقر و فاقے کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم ان کو بھی رزق دیں گے اور ہم ہی تمہیں بھی رزق دے رہے ہیں بے شک اولاد کا قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔“

(بنی اسرائیل)

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

ترجمہ: ”وہ لوگ بڑے ہی خسارے میں ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو ناسمجھی میں اپنی حماقت سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔“ (الانعام)

قرآن حکیم ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ”اے پیغمبر! فرما دیجئے آؤ میں تم کو پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے پروردگار نے تم پر کیا حرام کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور مفلسی کے ڈر سے اپنے بچوں کو نہ مار ڈالو ہم تم کو اور ان کو دونوں کو روزی دیتے ہیں۔“

(الانعام)

ان آیات مبارکہ سے بخوبی طور پر معلو ہو جاتا ہے کہ اولاد تھوڑی ہو یا زیادہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کے اور ہم سب کے روزی کے اسباب پیدا فرماتا ہے وہی ہر ایک کا روزی رساں ہے اس لیے اس ڈر سے اپنی اولاد کو پیدائش سے پہلے ہی مار ڈالنا کہ وہ ہمارے رزق میں سے کھائے گی بہت بڑا گناہ ہے اور اس کی سخت وعید ہے۔

آج کل حمل کو روکنے کے لیے جو چیز کھلے عام چل رہی ہے اور آج ۸۰ فیصد لوگ اس میں مبتلا ہیں، یہ انتہائی غیر انسانی طریقہ ہے، ایسا کرنے والا نہ رحمٰن کا بندہ ہے نہ انسان' بلکہ شیطان کا چیلا ہے، بچہ کی پیدائش ایک قدرتی عمل ہے، اس قدرتی عمل میں اس ناپاک نطفے سے بنے ہوئے انسان کا دخل سراسر باغیانہ عمل ہے، جو بندگی کے بالکل خلاف ہے، اس قدرتی معاملے کو اگر کسی نے کنٹرول کرنے کی کوشش کی تو حساب روز الٰہی عذاب کو کنٹرول کرنا اس کے لیے ناممکن ہو جائے گا، اگر کسی نے یہاں اپنے کو خدا کی نافرمانی سے کنٹرول کر لیا تو عدالت خداوندی میں اس کے لیے کامیابی ممکن ہو جائے گی۔

آج کے ماڈرن دور کا وہ ہوس پرور ڈاکٹر جو پیسے کے لالچ میں یہ کام کرتا ہے، وہ شوہر جو اولاد کو بوجھ اور وبال سمجھ کر نسل انسانی کو بند کرنے والی تدبیروں پر عمل کرتا ہے، اور وہ خاتون جو خاموشی اور خوشی سے اس کام کے لیے خود کو پیش کرتی ہے، صرف شریعت کی نہیں بلکہ انسانیت کی بھی دشمن ہے۔

یاد رہے کہ بچے کی پیدائش انسان کی مرضی پر نہیں بلکہ مالک کائنات خدا تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے، وہ مالک و مختار ہے، جس کو چاہے دے اور جسے چاہے محروم کرے، جدید سائنسی ترقی و ایجادات اور سہولت کے نام پر انسان کو عقل و شعور اور مادی ہنر و طاقت، خدا کو

پہچاننے کے لیے دی ہے نہ کہ خدا سے دشمنی اور خدا تعالیٰ کے مقابلہ کے لیے۔

مسئلہ: واضح ہو کہ کوئی ایسی صورت اختیار کرنا اسلام میں جائز نہیں جس سے حمل قرار نہ پائے، جیسے کہ آج کل دنیا میں ضبط تولید کے نام سے اس کی سینکڑوں صورتیں رائج ہو گئیں ہیں، یہ بھی خفیہ طور پر بچہ کو زندہ در گور کر دینے کے حکم میں ہے اور اس کی بڑی سخت سزا ہوگی۔

(حوالہ تفسیر مظہری جلد ۱۴ص ۳۱۸ و تفسیر معارف القرآن جلد ۸ ص ۶۸۳)

۱۹ ویں صدی کے آغاز میں برطانوی ماہر معاشیات مالتھس نے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ غربت کے خوف سے حمل اور پیدائش کی شرح کو کنٹرول کرنا ضروری ہے افسوس کہ بعض مسلمانوں نے بھی اس کے اس نظریہ کی تائید میں اس کے نظریے کو پروان چڑھانا شروع کر رکھا ہے جبکہ قرآن حکیم جو کہ تمام انسانوں کے لیے ایک کتاب ہدایت ہے اس کتاب مبین نے صدیوں پہلے اس نظریے کو رد کر دیا ہوا ہے کہ:

"غربت کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔"

آج ہم تمام قرآنی احکامات کو فراموش کر چکے ہیں حالانکہ یہ کتاب عظیم ہمارے لیے ہر معاملے میں ایک رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کے فطری تقاضوں کو بہتر سمجھتا ہے آج معاشرے میں جہاں بھی کوئی خرابی دکھائی دیتی ہے تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ قرآن وسنت سے روگردانی اور اس کے کسی نہ کسی حکم کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اولاد کا پیدا ہونا یا نہ ہونا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے اختیار میں نہیں اس لیے ایک مثالی اور مسلمان خاوند کو چاہیے کہ وہ کسی بھی وجوہ کی بناء پر کبھی یہ کوشش نہ کرے کہ اپنی اولاد کو قبل از پیدائش ہی ختم کر دینے کے درپے ہو جائے ہر معاملے میں قرآن وسنت سے رہنمائی حاصل کرے اور زندگی کی تمام تر خوشیوں کو سمیٹتا رہے۔

اپنی بیوی کو قیدی نہ سمجھو

شوہر کو چاہیے کہ اپنی بیوی کو گھر کی چار دیواری کے اندر قید کر کے نہ رکھے بلکہ کبھی کبھی والدین اور رشتہ داروں کے یہاں آنے جانے کی اجازت دیتا رہے اور اس کی سہیلیوں اور رشتہ داری والی عورتوں اور پڑوسنوں سے بھی ملنے جلنے پر پابندی نہ لگائے بشرطیکہ ان عورتوں کے میل جول سے کسی فتنہ وفساد کا اندیشہ نہ ہو، اور اگر ان عورتوں کے میل ملاپ سے بیوی کے بدچلن ہو جانے کا خطرہ ہو تو ان عورتوں سے میل جول پر پابندی لگا دینا ضروری ہے اور یہ شوہر کا حق ہے۔

مسئلہ: عورت کے والدین ہفتہ میں ایک بار اپنی بیٹی کے یہاں آسکتے ہیں شوہر منع نہیں کر سکتا ہاں اگر رات میں وہاں رہنا چاہیں تو شوہر منع کر سکتا ہے اور والدین کے علاوہ اور محارم سال بھر میں ایک مرتبہ آسکتے ہیں یونہی عورت اپنے والدین کے یہاں ہر ہفتہ میں ایک بار اور دوسرے محارم کے یہاں سال میں ایک بار جا سکتی ہے مگر رات میں شوہر کی بلا اجازت وہاں نہیں رہ سکتی دن ہی دن میں واپس آئے اور والدین اور محارم فقط دیکھنا چاہیں تو اس سے کسی وقت منع نہیں کر سکتا ہاں غیروں کے یہاں جانے یا ان کی عیادت کرنے یا شادی وغیرہ کی تقریبات میں شرکت سے منع کر سکتا ہے۔ (درمختار و بہار)

خاوند ہر وقت اپنی بیوی پر غصہ نہ کیا کرے

بعض مردوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوتے ہیں گھر کے افراد پر اس طرح بلا وجہ اپنا غصہ نکالنا شروع ہوتے ہیں کہ ان کے اس رویے کی وجہ سے بیوی اور بچے بے چارے سہم کر رہ جاتے ہیں۔ گھر سے باہر تو وہ بالکل نارمل ہوتے ہیں ان کے کسی رویے سے تلخی اور غصہ کی کیفیت محسوس نہیں ہوتی مگر گھر کے اندر ان کا رویہ ٹھیک نہیں ہوتا اور گھر کے اندر داخل ہوتے ہی اس میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ بیوی کو اپنی شریک حیات سمجھ کر اس سے پیار و محبت کے ساتھ بات کرنے میں اپنا ہی فائدہ ہوتا ہے کہ بیوی بھی پیار کا جواب پیار سے ہی دے گی وہ خاوند کو حقیقی معنوں میں اپنا جیون ساتھی، ہمدرد اور محبت کرنے والا شوہر جانے گی۔ جو حضرات ہر وقت غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کے ساتھ پیش آتے ہیں وہ جان بوجھ کر اپنی گھریلو زندگی کو تلخ کرنے کے درپے ہوتے ہیں بیوی ان سے کوئی بھی اپنی دل کی بات کھل کر نہیں کرتی کہ مبادا کہیں خاوند صاحب غصہ ہی نہ جھاڑنا شروع کر دیں۔ بہت سی ایسی باتیں جو خاوند کے علم میں لانا ضروری ہوتی ہیں محض خاوند کی غصیلی طبیعت کے باعث اس کے علم میں نہیں لائی جاتیں جن کا بعض اوقات بعد میں بہت نقصان ہوتا ہے اس کی ذمہ داری سراسر ایسے خاوند پر ہے جن کے اندر غصہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ غصہ نہ کیا کرو اس ضمن میں ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک شخص نے سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔ اس شخص نے بار بار کہا کہ مجھے نصیحت فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر بار یہی فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔ (بخاری شریف)

ایمان کی بربادی کا باعث:

غصہ ایمان کو برباد کرنے کا باعث ہے اسی لیے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار یہ ارشاد فرمایا ہے کہ غصہ نہ کیا کرو۔ اس ضمن میں حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''غصہ ایمان کو ایسا برباد کرتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔'' (بیہقی)

غصہ پر قابو پانا سیکھئے:

جس خاوند کی طبیعت میں بہت زیادہ غصہ ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے غصے اور تلخی کو کم کرنے کی کوشش کرے کیونکہ غصے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اس سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ضرور موجود رہتا ہے لہٰذا کوشش کرنی چاہیے کہ بیوی کے ساتھ نرمی اور پیار سے گفتگو کی جائے انشاء اللہ تعالیٰ اسے اس کا فائدہ حاصل ہوگا خوش اخلاق آدمی کو ہر کوئی پسند کرتا ہے جو کوئی اپنے غصے پر قابو پانا سیکھ جاتا ہے وہ بہت سی پریشانیوں اور مصیبتوں سے محفوظ ہو جاتا ہے غصے پر قابو پانے کئی طریقے ہیں جو کہ احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں چنانچہ اسی حوالے سے ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عصر کی نماز کے بعد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نصیحتیں فرمائیں جن میں سے ایک یہ تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آدم کے بیٹے کئی طبقوں میں پیدا کیے گئے ہیں ان میں کوئی ایسا ہے جس کو دیر سے غصہ آتا ہے اور جلد دور ہو جاتا ہے اور کسی کو غصہ بھی جلد آتا ہے اور دُور بھی جلد ہو جاتا ہے تو ان دونوں میں ایک کی دوسری بات سے اصلاح ہو جاتی ہے اور کوئی ایسا ہے کہ

اس کو غصہ جلد آتا ہے اور بہت دیر سے دُور ہوتا ہے تو ہاں، ان سب میں اچھا وہ ہے جس کو دیر سے غصہ آئے اور جلد دور ہو جائے اور ان میں سب سے بُرا وہ ہے جو جلد غصہ میں آجاتا ہو اور بہت دیر سے اس کا غصہ دور ہوتا ہو۔ ہاں غصہ ابن آدم کے دل کی ایک چنگاری ہے دیکھتے نہیں کہ اس کی آنکھیں سرخ اور اس کی رگیں پھول جاتی ہیں تو جس کو غصہ آئے اسے چاہیے کہ وہ زمین سے لگ جائے (یعنی لیٹ جائے)۔"
(ترمذی شریف)

غصہ ختم کرنے والا کلمہ:

کتاب ہذا میں غصہ کے حوالے سے اس لیے بیان کیا ہے کہ غصہ کی بدولت اکثر گھر اُجڑ جاتے ہیں گھروں کی بربادی کا باعث بننے والا غصہ ایسا اثر دکھاتا ہے کہ منٹوں میں ہی سب کچھ ختم کر دیتا ہے غصہ ہی کی وجہ سے بعض اوقات نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے غصہ ہی کے باعث میاں بیوی کے مابین جھگڑے ہوتے ہیں مار کٹائی کی بنیادی وجہ بھی غصہ ہی ہے غرضیکہ میاں بیوی کے مابین ناچاقی غصہ کے باعث ہی پیدا ہوتی ہے لہٰذا ضروری تھا کہ غصہ کے موضوع پر بھی چند صفحات کتاب ہذا میں شامل کیے جاتے تاکہ جو شوہر بغیر سوچے سمجھے بلا وجہ غصے میں آکر اپنا ہنستا بستا گھر برباد کر کے رکھ دیتے ہیں وہ ان چند صفحات کے مطالعے سے شاید اپنی غصیلی طبیعت کو کنٹرول کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غصہ پر قابو پانے کے لیے بہت سے طریقے ارشاد فرمائے ہیں چنانچہ ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس پاک میں دو اشخاص کے مابین تلخی پیدا ہوگئی ان میں سے ایک شخص کو اس قدر غصہ آیا کہ چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور رگیں پھول گئیں تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نگاہ مبارک اُٹھا کر دیکھا اور ارشاد فرمایا، میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں اگر وہ اس کو کہہ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے اور وہ یہ ہے: **اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم**۔ (بخاری شریف)

غصہ پر قابو پانا ہی بہادری ہے:

غصے پر قابو پانا بڑی ہمت اور بہادری کا کام ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، بہادر وہ نہیں جو پہلوان ہو اور دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ شخص ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔
(بخاری۔ مسلم)

غصہ شیطانی اثر ہے:

حضرت عطیہ بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"غصہ شیطانی اثر کا نتیجہ ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا اور آگ صرف پانی سے بجھتی ہے تو جس کو غصہ آئے اسے چاہیے کہ وضو کرے۔" (ابوداؤد)

غصہ ختم کرنے کی تدبیر:

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"جب تم میں سے کسی کو کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آئے تو بیٹھ جائے اس تدبیر سے غصہ ختم ہو گیا تو ٹھیک ورنہ لیٹ جائے۔" (مشکوٰۃ شریف)

مومنانہ اخلاق کی باتیں:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک حدیث مبارکہ میں تین باتوں کی نصیحت فرمائی ہے کہ یہ مومنانہ اخلاق میں سے ہیں ان میں ایک غصہ پر قابو پانا بھی ہے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"تین چیزیں مومنانہ اخلاق میں سے ہیں ایک یہ کہ جب کسی شخص کو غصہ آئے

تو اس کا غصہ اس سے ناجائز کام نہ کرائے دوسری یہ کہ جب وہ خوش ہو تو اس کی خوشی اسے حق کے دائرے سے باہر نہ نکالے اور تیسری بات یہ کہ طاقت رکھنے کے باوجود دوسرے کی چیز نہ ہتھیائے جس کے لینے کا اسے حق نہیں ہے۔"
(مشکوٰۃ شریف)

غصہ پر قابو پانے کا اجر:

غصہ پر قابو پانے سے اللہ تعالیٰ بہت زیادہ اجر عطا فرماتا ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس بارے میں ایک فرمان اس حدیث مبارکہ میں ملتا ہے جو کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"جو اپنی زبان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب پر پردہ ڈالے گا اور جو اپنے غصہ پر قابو پائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے عذاب کو ہٹائے گا اور جو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا۔"
(مشکوٰۃ شریف)

غصہ ضبط کرنے کا انعام:

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص غصہ نکالنے پر قدرت رکھنے کے باوجود اسے ضبط کرلے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے بلا کر اسے اختیار دے گا کہ موٹی آنکھوں والی جس حور کو چاہے پسند کرلے۔" (ترمذی شریف)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی بیوی کو نصیحت:

ایک مرتبہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا۔ مجھے غصہ میں دیکھو تو میرے غصہ کو کم کرنے اور مجھے راضی کرنے کی کوشش کرنا۔ جب میں تمہیں غصہ میں دیکھوں گا، تو تمہارا غصہ کم کرنے اور تمہیں راضی کرنے کی کوشش کروں گا۔

خُذِ الْعَفُوَ مِنّی تَسْتَدِیْمِیْ مَوَدَّتِیْ
وَلَا تَنْطِقِیْ فِیْ سَوْرَتِیْ حِیْنَ اَغْضِب

مجھے معاف کرنا۔ اس سے میری تم سے محبت تادیر برقرار رہے گی۔ غصہ میں بھرے ہونے کی حالت میں مجھ سے کچھ نہ کہنا۔

وَلَا تَنْقُرِیْنِیْ نَقْرَکَ الدُّفَّ مَرَّةً
فَاِنَّکَ لَا تَدْرِیْنَ کَیْفَ الْمُعَتَب

جس طرح دف پر تھاپ پڑتے ہیں ایسے مجھے ٹھوکے نہ دینا۔ کیونکہ تمہاری پیٹھ پیچھے مجھ پر کیا گزرتی ہے تم نہیں جانتیں۔

وَلَا تُکْثِرِیْ الشَّکْوٰی فَتُذْهِبُ بِالْقُوٰے
وَ یَاْبَاکَ قَلْبِیْ وَالْقُلُوْبُ تُقَلِّب

ہر گھڑی شکوہ شکایت نہ کرنا، کہ اس سے توانائی چلی جاتی ہے، دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور دل بڑی جلدی الٹ پلٹ ہو جاتا ہے۔

فَاِنِّیْ رَاَیْتُ الْحُبَّ فِیْ الْقَلْبِ وَالْاَذٰی
اِذَا اجْتَمَعَا لَمْ یَلْبَثِ الْحُبَّ یَذْهَب

میں نے دیکھا ہے کہ دل میں محبت اور اذیت جب بھی اکٹھے ہوتے ہیں تو محبت فوری رخصت ہو جاتی ہے۔

❖❖❖

خاوند اپنی بیوی کی راز والی باتیں دوسروں سے نہ کہے

عورت کا اس کے شوہر پر ایک حق یہ بھی ہے کہ شوہر عورت کے بستر کی راز والی باتوں کو دوسروں کے سامنے نہ بیان کرے بلکہ اس کو راز بنا کر اپنے دل ہی میں رکھے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کے نزدیک بدترین شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس جائے پھر اس کے پردہ کی باتوں کو لوگوں پر ظاہر کرے اور اپنی بیوی کو دوسروں کی نگاہوں میں رسوا کرے۔ (مسلم جلد اول ص ۴۶۴)

معلوم ہوا کہ خاوند و بیوی کی آپس میں راز والی باتیں طشت از بام نہیں ہونی چاہئیں اس ضمن میں امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ عورت و مرد کے باہمی ملاپ کا تفصیلی تذکرہ کرنا حرام ہے۔ مثلاً یہ کہے کہ جماع کے باب میں یہ بات باہم پیش آئی اور پھر خاوند اور بیوی کے مابین جو راز کی باتیں ہیں اُن کو بیان کرے۔ حد یہ ہے کہ بلا فائدہ جماع کا اجمالی تذکرہ بھی کراہیت سے خالی نہیں، امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ میاں بیوی کے راز کی باتوں کا ظاہر کرنا جیسے لطف اندوزی اور اس کی تفصیل کہ باہم ایسے ایسے ہوا حرام ہے۔ اسی طرح عورت سے متعلق کوئی راز کی بات یا کوئی فعل یا اور کسی ایسی ہی چیز کا اظہار حرام ہے۔ (شرح مسلم جلد اول)

افسوس! کہ بعضوں کا یہ حال ہے کہ اپنی بیوی کا حسن بھی لوگوں کے سامنے عیاں کرتے ہیں، جس سے ان کے دلوں میں اس کا عشق کروٹیں لیتا ہے۔ لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں اور پھر میل ملاپ کے لیے طرح طرح سے ڈورے ڈالتے ہیں۔ اس بھیانک

غلطی کے نتیجہ میں بڑے بڑے المناک واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اس لیے ان سے کلی احتراز کرنا چاہیے۔ جس طرح ایک عورت کو دوسری عورت کی ہیت جسمانی وغیرہ کے بیان سے روکا گیا ہے اسی طرح مرد کو بھی روکا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کی پرائیویٹ باتوں کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے اس لیے کہ دوسروں کے جذبات کو برانگیختہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ انسانی شہوت کا یہ حال ہے کہ جہاں کہیں اس طرح کی کوئی بات ہوتی ہے فطرتاً اس میں تلاطم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور تھوڑی ہی دیر کے لیے سہی انسانی دماغ کہاں کہاں کے چکر لگانے لگتا ہے اس لیے عقل و شعور کا تقاضا یہ ہے کہ اس طرح کی بے ہودہ باتوں سے پرہیز کیا جائے اور شہوت انگیز باتوں سے مکمل اجتناب اختیار کیا جائے۔

بیوی کے ساتھ میانہ روی اختیار کرے

اپنے گھر کے ماحول کو سازگار رکھنے کے لیے خاوند کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ میانہ روی کا معاملہ رکھے موقع کی مناسبت کو مدنظر رکھتے ہوئے سمجھداری کے ساتھ پیش آئے اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرے ایسا طرز عمل اختیار کرے کہ بیوی کے ساتھ اس کے تعلقات خوشگوار رہیں اور بیوی اس کی تابعدار رہے لہٰذا مرد کو چاہیے کہ عورت کی غلطیوں پر اصلاح کے لیے روک ٹوک کرتا رہے کبھی سختی اور غصہ کے انداز میں اور کبھی محبت اور پیار اور جنسی خوشی کے ساتھ بھی بات چیت کرے۔ جو مرد ہر وقت غصہ میں منہ پھلائے پھرتے ہیں ماسوائے ڈانٹ پھٹکار اور مار پیٹ کے اپنی بیوی سے کبھی بات ہی نہیں کرتے تو ان کی بیویاں شوہروں کی محبت سے مایوس ہو کر ان سے نفرت کرنے لگتی ہیں اور جو لوگ ہر وقت بیویوں کا ناز اٹھاتے رہتے ہیں اور بیوی لاکھوں غلطیاں کرے مگر پھر بھی بھیگی بلی کی طرح اس کے سامنے میاؤں میاؤں کرتے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کی بیویاں گستاخ اور شوخ ہو کر شوہروں کو اپنی انگلیوں پر نچاتی رہتی ہیں اس لیے شوہروں کو چاہیے کہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے اس قول پر عمل کریں کہ۔

درشتی و نرمی بہم در بہ است　　　چو قاصد کہ جراح و مرہم نہ است

یعنی سختی اور نرمی دونوں اپنے اپنے موقع پر بہت اچھی چیز ہیں۔ جیسے فصد کھولنے والا کہ زخم بھی لگاتا ہے اور مرہم بھی رکھ دیتا ہے مطلب یہ ہے کہ شوہر کو چاہیے کہ نہ بہت ہی کڑوا بنے نہ بہت ہی میٹھا۔ بلکہ سختی اور نرمی موقعہ موقعہ سے دونوں پر عمل کرتا رہے۔

اعتدال قائم رکھے:

واضح ہو کہ مزاج و حسن اخلاق اور عورتوں کی خواہشات کے اتباع میں اس حد تک

آگے نہ بڑھ جائے کہ اہلیہ کے اخلاق متاثر ہوں، اور اس کی عظمت دل سے نکل جائے، یہ حسن معاشرت کے لیے بہت زیادہ مضر ہے، بلکہ ان امور میں اعتدال ضروری ہے، اس طرح کہ جب بھی کوئی غیر شرعی حرکت دیکھے تو ناراض ہو جائے، ورنہ منکرات پر اعانت کا دروازہ کھل جائے گا۔ شوہر کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ عورت کے مقابل ماں باپ کی زیادہ عزت کرے، اور ان کی عظمت و وقعت دل میں رکھے بالکل اہلیہ کا غلام نہ بن جائے، جس کا شکار آج کل کے اکثر مسلمان ہیں آخرت کی کامیابی و عذاب الٰہی سے نجات کے لیے اس غلط حرکت سے اجتناب کرنا واجب ہے۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تعس عبد الدینار و عبد الزوجة " یعنی دولت کے اور عورت کے غلام کے لیے سب سے زیادہ ہلاکت ہے۔ (بخاری و احیاء جلد ۲ ص ۱۱۱)

حضرت حسن بصریؒ ارشاد فرماتے ہیں، کہ جو شخص اپنی بیوی کا اس قدر مطیع ہو کہ اس کے چشم و ابرو کے اشاروں کا منتظر رہے۔ تو اللہ اسے دوزخ میں اوندھا گرا دیں گے۔

(احیاء جلد ۲ ص ۱۱۱)

یہ وعید بالخصوص ان لوگوں کے لیے ہے جو لوگ عورتوں سے دل لگی میں اپنا تمام وقت ضائع کر دیتے ہیں صبح سے شام اور شام سے صبح ہو جاتی ہے لیکن انہیں آخرت کی تیاری کے لیے فرصت ہی نہیں ملتی، تمام اوقات عورتوں کی غلامی میں کٹ جاتے ہیں، جیسا کہ آج کل کے کچھ گندم نما جو فروش مسلمانوں کا حال ہے ایسے ہی لوگوں کے متعلق حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ فرمایا کرتے تھے، کہ جو لوگ بیویوں کے گھٹنے سے لگ کر بیٹھے رہنے والے ہیں ان سے کسی خیر کی توقع نہ رکھو۔ (بحوالہ احیاء جلد ۲ ص ۸۴)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ مرد کا حق یہ تھا کہ اس کی اتباع کی جائے نہ یہ کہ وہ عورت کا تابع بنے، جو عورت کا تابع بنے وہ مرد نہیں بلکہ مریض ہے، اور اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم کیا ہے نہ کہ غلام۔ (بحوالہ احیاء العلوم۔ جلد ۲ ص ۱۱۱)

بیوی کی تعریف کرنے کی عادت بھی ڈالیئے

بیوی کی کسی بات پر خوشی ومسرت حاصل ہوجائے تو اس کی تعریف کرنے میں ہر گز مبالغہ نہ کیجئے آپ کی موقع کے مطابق ہروقت تعریف کرنے سے بیوی کے دل میں آپ کی محبت کا مزید اضافہ ہوجائے گا اور وہ خوش ہوجائے گی کہ اس کا خاوند بھی اس کے ساتھ محبت کرتا ہے تعریف کردینے سے دو دلوں کے مابین خوب محبت وانس بڑھتا ہے۔ یاد رکھیئے بیوی آپ کی شریک حیات ہے آپ کے گھر کی نگہبان اور مالکہ ہے اس کو اپنی ملازمہ یا گھر کی خدمت گار نہ سمجھئے اس کی خوبیوں کی قدر کیجئے جو مرد اپنی بیوی کی خانہ داری کے حوالے سے خوبیوں کی قدر کرتے ہیں اور گاہے بگاہے بیوی کے ساتھ اس کا اظہار اس کی تعریف کرتے ہیں اُن مردوں کی بیویاں اپنی خوبیوں میں مزید نکھار پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں تاکہ خاوند کے دل میں مزید محبت وقدر پیدا ہو۔

بیوی اپنے خاوند کی طرف سے پیار ومحبت کی خواہاں ہوتی ہے اگر کسی وقت خاوند اس کی تعریف کردے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتی۔ بیوی کی تعریف کرنے کے بہت سے مواقع ہوتے ہیں مگر بعض ان مواقع سے قطعی طور پر کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتے اکثر بیویوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے خاوندوں سے اس بات کی شاکی ہی رہتی ہیں کہ ان کے خاوند ان کی کسی بات پر کبھی تعریف اور حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔ بیوی اپنے طرزِ عمل سے اپنے خاوند کو کتنا ہی خوش رکھے گھر کے ماحول کو کتنا ہی خوشگوار رکھے خانہ داری کے معاملات کو کتنے ہی احسن طریقے سے نبھائے بعض مردوں کو اُن کی ان خوبیوں کی ذرہ بھر پرواہ نہیں ہوتی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنا ہر بیوی کا فرض اور حق ہے حالانکہ اگر دیکھا جائے تو شریعت مطہرہ کی

رُو سے بعض ایسی ذمہ داریاں ہیں جن کی ادائیگی کرنا عورت کے لیے لازم نہیں ہے لیکن پھر بھی نیک بیوی وفا شعاری، سلیقہ مندی، خاوند اور اپنے گھر سے محبت کے تقاضوں کو نبھاتے ہوئے اُن کاموں کو کرنا بھی اپنا فرض جانتی ہے۔

اپنی بیوی کو چند تعریفی جملے کہہ دینے سے خاوند کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا یاد رکھیئے جو خاوند اپنی بیوی کی گاہے بگاہے تعریف نہیں کرتا اسے یہ بھی حق نہیں کہ وہ معمولی معمولی باتوں پر بیوی سے بدسلوکی کرے اور فحش گوئی سے کام لے اگر کھانے میں نمک کم یا زیادہ ہے یا اس کے خیال میں کھانا اچھا نہیں بنا تو اس بات کو لڑائی کا جواز بنا کر بیوی سے بد کلامی اور گالی گلوچ سے پیش آئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی کے ساتھ بھی گالی گلوچ کرنے اور فحش گوئی کرنے کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے فحش گوئی کی مذمت وممانعت کے ضمن میں ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا ایک مرتبہ چند یہودیوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی، اور اس موقع پر (دبی زبان میں انہوں) نے کہا السام علیکم یعنی السلام کے بجائے اسام کہہ دیا، سلام سلامتی کو اور سام موت کو کہتے ہیں، انہوں نے بددعا دینے کی نیت سے یہ سمجھ کر ایسا کہا کہ سننے والوں کی سمجھ میں نہ آئے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سن لیا اور فوراً جواب دیا اور فرمایا بل علیکم السام و اللعنة بلکہ تم پر موت ہو اور لعنت ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! بے شک اللہ رحیم ہے، ہر کام میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ تم کو اس طرح جواب نہیں دینا چاہیے تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ آپ نے نہیں سنا، انہوں نے کیا کہا؟ آپؐ نے فرمایا میں نے اس کو جواب میں وعلیکم کہہ دیا (یعنی ان کو موت کی بددعا دے دی، پس میری بددعا ان کے حق میں قبول ہوگی، اور میرے حق میں ان کی بددعا قبول نہ ہوگی) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۹۸، از بخاری ومسلم)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ اس موقعہ پر آپ نے حضرت عائشہؓ

سے فرمایا کہ تو فحش گومت بن، کیونکہ اللہ تعالیٰ فحش کو اور فحش اختیار کرنے کو پسند نہیں فرماتا۔

یہودی بڑے شریر تھے، ان کی شرارتیں آج تک کام کر رہی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کا نبی جانتے تھے اور واضح نشانیوں سے پہچانتے تھے لیکن مانتے نہیں تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں جو یہودی رہتے تھے وہ آپؐ کے سخت دشمن ہو گئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیا کرتے تھے، آپ کی مجلس میں بھی آتے تھے، باتیں بھی پوچھتے تھے، لیکن اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے تھے، انہی شرارتوں میں سے ایک یہ تھی کہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو بجائے السلام علیکم کے دبی زبان سے السام علیکم کہتے تھے، درمیان سے لام قصداً کھا جاتے تھے سلام بمعنی سلامتی ہے اور السام بمعنی موت ہے یہودی اپنی خباثت اور شرارت سے بظاہر سلام کرتے تھے لیکن دبی زبان اور دل کے ارادہ سے موت کی بددعا دیتے تھے، ایک مرتبہ جو آئے اور ایسی ہی شرارت کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سن لیا اور فوراً سخت الفاظ میں ان کو جواب دیا، اور انہوں نے جو کچھ کہا تھا اس سے بڑھ کر بددعا دی، یہودیوں نے تو صرف موت کی بددعا کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو آڑے ہاتھوں لیا اور موت کی بددعا کے ساتھ ان پر لعنت بھیجی، اور اللہ پاک کا غضب نازل ہونے کی بددعا دی۔ ایک روایت میں حضرت عائشہؓ کے یہ الفاظ ہیں۔ **السام علیکم ولعنکم اللہ وغضب علیکم۔** **(کمافی المشکوٰۃ ۳۹۸)**

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ اے عائشہ! ٹھہر، اور نرمی اختیار کر، سختی اور فحش کلامی سے پرہیز کر، کیونکہ اللہ تعالیٰ بدکلامی اختیار کرنے کو پسند نہیں فرماتا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا آپ نے ان کی حرکتوں کی طرف توجہ نہیں فرمائی، آپ نے فرمایا ہاں مجھے پتہ ہے انہوں نے کیا کہا، میں نے بھی تو وعلیکم السلام نہیں کہا بلکہ وعلیکم کہہ کر جواب دیا، جو کچھ انہوں نے میرے لیے کہا وہ میں نے ان پر الٹ دیا، ان کی بددعا میرے حق میں قبول نہ ہوگی، اور میری بددعا ان کو لگ کر رہے گی مطلب یہ ہے کہ جو انہوں نے کہا وہ ان پر الٹ دیا گیا، اور مزید سخت

کلامی کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ کو نرمی پسند ہے سختی اور سخت کلامی اور فحش کلامی پسند نہیں ہے دیکھو اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیسی مبارک نصیحت فرمائی، یہودی جو دشمن خدا اور دشمن دین تھے ان کو جواب دینے میں بھی یہ پسند نہ فرمایا کہ سختی کی جائے، اور بدکلامی اختیار کی جائے، جب دشمنوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو آپس میں مسلمانوں کو سخت کلامی اور بدکلامی اختیار کرنے کی کہاں گنجائش ہو سکتی ہے۔ اور پھر اپنی شریک حیات بیوی کے ساتھ فحش گوئی کرنا کسی بھی طرح اچھی بات نہیں ہے جو مرد اپنی بیوی کے ساتھ بدکلامی اور فحش گوئی کرتے ہیں اُن کو اس حدیث مبارکہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی ہرگز ہرگز نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔ جن مردوں کو اپنی بیویوں کے ساتھ بدکلامی کرنے کی عادت پڑی ہوتی ہے وہ اپنی بیویوں کو فضول طعنے مارنے سے بھی گریز نہیں کرتے اور معمولی معمولی بات پر طعنوں کے تیر چلاتے رہتے ہیں بیوی کو گالی دینے کے ساتھ ساتھ اس کے ماں باپ اور بھائی بہنوں کو بھی گالی دینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے بعض اوقات وہ بیوی کے فوت شدہ والدین کو گالی دیتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ جیسے ماں باپ ویسی بیٹی۔ ان مردوں کی ایسی طعنہ زنی اور گالی گلوچ سے بیوی بے چاری کا بہت دل دُکھتا ہے ایسے میں اگر وہ کوئی جوابی حملہ کرے تو میاں صاحب مزید آگ بگولا ہو جاتے ہیں اور مزید طعنہ زنی کرنے لگتے ہیں حالانکہ یہ ایک مومن کی نشانی نہیں ہے ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مومن طعنہ زنی کرنے والا اور لعنت بکنے والا اور فحش باتیں کرنے والا اور بے حیا نہیں ہوتا۔ **(ترمذی)**

بہت سے مردوں کو گالی دینے کی عادت ہوتی ہے اور بعضے تو اس کو بڑا کمال سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ جہالت اور جاہلیت کی بات ہے اور اس میں سخت گناہ بھی ہے اور اس کی وجہ سے آپس میں تعلقات بھی خراب ہوتے ہیں اور گالی گلوچ کرتے کرتے مردوں تک پہنچ جاتے ہیں، ایک نے کسی کو گالی دی دوسرے نے اس کے باپ کو گالی دی، پھر پہلے والے

نے جواب میں دوسرے والے کے باپ کے ساتھ باپ دادا کو بھی لپیٹ لیا، اس طرح اس سے اپنے ماں باپ کو گالیاں دلوانے کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے، صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں! کوئی کسی آدمی کے باپ کو گالی دے تو وہ الٹ کر اس کے باپ کو گالی دے دے گا، اور کسی کی ماں کو گالی دے گا تو وہ الٹ کر اس کی ماں کو گالی دے دے گا۔ (بخاری و مسلم)

یعنی خود گالی نہ دی دوسرے سے گالی دلوادی، اور اس کا سبب بن گیا تو وہ ایسا ہی ہوا جیسے خود گالی دے دی اور یہ بھی اس زمانے کی بات ہے کہ صحابہؓ کو تعجب ہوا کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو کیسے گالی دے گا، آج کل تو بہت سے لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو ماں باپ کو بالکل سیدھی صاف ستھری گالی دے دیتے ہیں، گالی یوں بھی کبیرہ گناہ ہے، لیکن ماں باپ کو گالی دینا اور بھی شدید ہے، اللہ تعالیٰ جہالت سے بچائے۔

اگر کوئی شخص کسی کو گالی دے دے تو اچھی بات یہ ہے کہ جس کو گالی دی ہے وہ خاموش ہو جائے اور صبر کرے، اور گالی دینے کا وبال اسی پر رہنے دے لیکن اگر صبر نہ کرے اور جواب دینا چاہے تو صرف اسی قدر جواب دے سکتا ہے جتنا دوسرے نے کہا ہے، اگر آگے بڑھ گیا تو یہ ظالم ہو جائے گا، حالانکہ اس سے پہلے مظلوم تھا، اسی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا کہ جب دو آدمی گالی گلوچ کر رہے ہوں تو سب کا گناہ پہل کرنے والے پر ہوگا، اور اگر مظلوم نے زیادتی کر دی (جسے اولاً گالی دی تھی) تو پھر دونوں گناہ میں شریک ہو گئے۔

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا، وہاں میں نے دیکھا کہ ایک بڑی شخصیت ہے کہ سب لوگ ان کی رائے پر عمل کرتے ہیں، جو بھی کچھ فرمایا جھٹ لوگوں نے عمل کر لیا، میں نے لوگوں سے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ لوگوں

نے بتایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں، میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا علیک السلام یارسول اللہؐ! دو مرتبہ ایسا ہی کہا، آپ نے فرمایا علیک السلام مت کہو کیونکہ علیک السلام (زمانہ جاہلیت میں) میت کے لیے کہا جاتا تھا، تم السلام علیک کہو، میں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، وہ اللہ ایسا صاحب قدرت ہے کہ اگر تم کو کوئی تکلیف پہنچ جائے پھر تم اس سے دعا کرو تو تمہاری تکلیف رفع کر دے اور اگر تم کو قحط سالی پہنچ جائے اور تم اس سے دعا مانگو تو وہ تمہارے لیے (ضرورت کی چیزیں زمین سے) اگا دے، اور جب تم کسی چٹیل میدان میں ہو، جہاں گھاس، پانی اور آبادی نہ ہو، اور ایسے موقع پر تمہاری سواری گم ہو جائے، پھر تم اس سے دعا کرو تو تمہاری سواری تمہارے پاس لوٹا دے، میں نے عرض کیا مجھے کچھ نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا ہرگز کسی کو گالی مت دینا، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بعد کبھی میں نے کسی آزاد کو یا غلام کو یا اونٹ کو یا بکری کو گالی نہیں دی (پھر تین نصیحتوں کے بعد فرمایا کہ) اگر کوئی شخص تم کو گالی دے اور تم کو اس چیز کا عیب لگائے جو تمہارے اندر ہے تو تم اسے اس چیز کا عیب نہ لگاؤ جو عیب اس کا تم اس کے اندر جانتے ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح عن ابی داؤد)

ان احادیث مبارکہ سے بخوبی طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ ایک مسلمان کے لیے ہرگز یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ فحش گوئی اور گالی گلوچ سے کام لے لہٰذا مسلمان خاوند کو چاہیے کہ اگر وہ بیوی کے دل میں اپنی عزت و محبت پیدا کرنا چاہتا ہے تو بیوی کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اس پر طعنوں کے تیر نہ چلائے۔

بیوی نے کھانا پکایا ہے وہ آپ کو بہت پسند آیا ہے تو اس کھانے کی تعریف ضرور کیجئے۔ تعریف و توصیف ہر ایک کی کمزوری و خواہش ہوتی ہے اور پھر بیوی کی تعریف اس کا خاوند کر دے تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا اگر بالفرض کھانا اچھا نہیں بنا تو بد تعریفی نہ کیجئے اور اس بات کو بہانہ بنا کر آسمان سر پر نہ اُٹھا لیجئے۔ یاد رکھیے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی بھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا تھا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا (یعنی بُرا نہیں کہا) اگر خواہش ہوتی تو کھالیتے اور خواہش نہ ہوتی تو چھوڑ دیتے۔ (بخاری شریف)

سگھڑ اور سلیقہ شعار بیوی کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے گھر کو سنوارتی رہتی ہے اور کوئی نہ کوئی چیز اپنے ہاتھوں سے بنا کر گھر میں اس طرح سے سجاتی ہے کہ جس سے گھر کی خوبصورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے اپنی بیوی کی اس بات کی بھی قدر کیجئے اور اس کی تعریف کر کے اس کی حوصلہ افزائی کیجئے۔ اگر آپ کے دل میں اپنی بیوی کے لیے محبت بھرے جذبات ہیں تو یقیناً بیوی کی تعریف اور حوصلہ افزائی کر کے آپ کو بھی خوشی حاصل ہوگی اور آپ محسوس کریں گے کہ چند تعریفی جملوں کی ادائیگی سے کس قدر پُر مسرت ماحول پیدا ہو گیا ہے۔ آپ کی بیوی تعریف کے یہ چند جملے سن کر یہ سمجھے گی کہ اس گھر میں اس کی اہمیت ہے۔ خاص طور پر اُن گھروں میں جہاں پر عورت اپنی ساس، سسر، دیوروں اور نندوں کے ساتھ رہ رہی ہے اور اسے کسی نہ کسی کی کٹیلی باتوں کا نشانہ بننا پڑتا ہے نندوں کی باتیں سُننی پڑتی ہیں ساس کے طعنے برداشت کرنا پڑتے ہیں ایسی صورت حال میں خاوند کو اپنے ماں باپ اور بھائی بہنوں کے ساتھ محبت اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے وہاں پر شدت سے اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لیے بھی کسی نہ کسی بات پر کوئی تعریفی کلمات اُسے کہہ دیا کرے جو بلا شبہ اس کے لیے شدید گرمی میں ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا ثابت ہوگا اور اس کی بیوی اس کو اپنا سچا ہمدرد اور پُر خلوص محبت کرنے والا شوہر سمجھے گی۔ خاوند کے تعریفی جملے سے اس میں گویا ایک طرح کی توانائی عود کر آئے گی اور وہ اپنے اندر ایک قوت محسوس کرے گی غرضیکہ بیوی کے ساتھ محبت اور پیار کی یہ نشانی ہے کہ گاہے بگاہے بیوی کی تعریف بھی کر لی جائے گھر کی خوشیوں کو قائم رکھنے کا یہ ایک کامیاب ترین نسخہ ہے۔

اپنی بیوی کو منا لیجئے

گھر میں کسی معمولی سی بات پر میاں سے بیوی کا ناراض ہو جانا ایک عام سی بات ہے بیوی کی اس ناراضی کو اپنی انا کا مسئلہ نہ بنا لیجئے جب ذرا غصہ اُتر جائے تو بیوی کو پیار سے سمجھاتے ہوئے منا لیجئے اس سے آپ کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑے گا بیوی آپ کے گھر کی نگران، آپ کی وزیر اور مشیر ہے زیادہ دیر تک اس کے ناراض رہنے سے گھر کے ماحول پر اچھا اثر نہیں پڑے گا اور خواہ مخواہ کی ذہنی پریشانی پیدا ہو جاتی ہے تحمل سے غور کیجئے کہ آپ کی بیوی کس بات سے ناراض ہوئی ہے اگر تو کوئی ایسی بات ہے جس کے کرنے کی شریعت مطہرہ میں کوئی ممانعت نہیں ہے اور آپ نے اپنے مزاج اور موقع کی مناسب کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی بات کی مخالفت کی ہے اور اسے اس بات کی اجازت نہیں دی جس سے وہ ناراض ہو گئی ہے یا گھر میں اس کا اپنی ساس یا نند سے جھگڑا ہو گیا ہے اور وہ خواہ مخواہ میں آپ سے بھی ناراض ہو گئی ہے یا اس نے کسی چیز کو اگر پیار اور محبت سے نرم لہجے کے ساتھ بات کر کے سمجھایا جائے سمجھاتے وقت اپنے دماغ کو ٹھنڈا رکھا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ کی بیوی آپ کی بات ماننے سے انکار کرے اور اپنا غصہ ختم نہ کرے۔ اگر بالفرض بیوی کی ناراضی کی وجہ ایسی بات ہے جس کی شریعت مطہرہ نے اجازت نہیں دی اور وہ اپنی ناسمجھی کی بناء پر اپنی بات پر اڑی ہوئی ہے تو ایسی صورت میں بھی بیوی کو شریعت مطہرہ کی روشنی میں دلائل کے ساتھ نرمی اختیار کرتے ہوئے سمجھائیے یقیناً ایک مسلمان ہونے کے ناطے وہ سمجھ جائے گی اور اپنی ناراضی ختم کر دے گی۔

گھر میں اگر بیوی ناراض ہو اور اپنی ناراضی کا اظہار اس شدت سے کرتی ہو کہ

گھر کا کام کاج جان بوجھ کر دیر سے کرتی ہو کھانا پکانے اور دیگر امور خانہ داری میں تعطل پیدا کر کے صرف اس وجہ سے تنگ کرتی ہو کہ خاوند اس کو منانے کی کوشش کرے تو وہ اس کی اس معمولی سی کوشش اور توجہ سے مان جائے اس کے برعکس خاوند اگر بیوی کی ناراضی کو کوئی اہمیت نہ دے اور اسے منانے کی کوشش نہ کرے تو پھر رفتہ رفتہ بیوی کی یہ ناراضی اس حد تک پختہ ہو جاتی ہے کہ مرد کا گھریلو سکون برباد ہو کر رہ جاتا ہے اگر مرد اپنی انا کو پس پشت ڈال کر چند لمحوں کے لیے سوچے کہ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے کہ بیوی کو منالیا جائے تو اس کی زندگی چین اور سکون سے گزر سکتی ہے۔ یاد رکھیے آپ کی بیوی آپ سے ناراض ہے تو یہ یقیناً آپ کے لیے بہت بڑی پریشانی اور الجھن والی بات ہے۔ جو مرد یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے اپنی بیوی کو اپنے قابو میں رکھا ہوا ہے اس کی جراءت نہیں کہ وہ ہمارے سامنے کوئی بات بھی کر سکے اور ہماری کسی بات میں حکم عدولی بھی کر سکے۔ ایسے لوگ اپنے دعویٰ میں ہرگز سچے نہیں ہوتے وہ جھوٹ بولتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے اپنی بیوی کی ناراضی اور ضد دیکھی ہی نہیں ہوتی وہ تو بیوی کی تابعداری اور مرضی ومنشاء ہے کہ وہ اپنی کسی بات پر ضد نہیں کرتی ورنہ اگر وہ اپنی کسی بات پر اڑ جائے اور ضد پکڑ لے تو میں یہ بات دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مرد اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا سوائے اس ایک بات کے کہ اسے طلاق دے کر فارغ کر دے۔ ایسی صورت میں ان مردوں کا دعویٰ ایک دیوانے کی بڑ ہے۔ میں نے بڑے بڑے رعب دار اور معزز لوگوں کو قریب سے دیکھا ہے جن کی ایک زمانہ عزت کرتا ہے ان کے رعب و دبدبہ سے خائف رہتا ہے لیکن گھر میں بیوی کے ساتھ وہ بھی اس طرح کا رویہ رکھتے ہیں کہ بیوی کی ضد اور ناراضی کی وجہ سے کہیں ان کا بھرم نہ ٹوٹ جائے۔

میرے ایک دوست ایک دن میرے پاس آئے باتوں باتوں میں گھر کا تذکرہ چھڑ گیا محلے میں اچھی خاصی ان کی عزت ہے رعب و دبدبہ والے آدمی ہیں کہنے لگے میری بیوی اپنی اس ضد پر اڑی ہوئی ہے کہ گرمیوں کی چھٹیوں میں وہ بچوں کے ساتھ میکے میں چند دن رہنے کے لیے جائے گی جبکہ میں اس کو اس بات کی اجازت نہیں دے رہا اس وجہ سے گھر میں پریشانی اور تناؤ کی کیفیت چھائی ہوئی ہے اب اگر بیوی ناراض ہو کر اکیلی میکے چلی

جاتی ہے تو میرے ذمے بچوں کی دیکھ بھال کا بوجھ چھوڑ جائے گی جو کہ صاف بات ہے مجھ سے یہ کام نہ ہو سکے گا میں گھر کے باہر کا کام کروں کہ گھر میں بچوں کی دیکھ بھال کے لیے گھر میں بیٹھا رہوں اس طرح تو گھر کا نظام نہیں چلے گا۔ میں نے اسے پوچھا کہ تم نے اپنی بیوی کو پیار سے سمجھاتے ہوئے انکار کیا ہے یا ڈانٹ کر منع کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے حسب عادت ڈانٹ کر اسے منع کیا ہے پہلے وہ میری ہر بات مان جاتی تھی اور میں جس بھی لہجے میں بات کروں وہ اس کا اثر قبول کرتی تھی اور ہرگز اپنی مرضی نہیں کرتی تھی مگر اب تو وہ اپنی بات پر اڑ گئی ہے میں نے بھی اپنا موقف سخت رکھا ہے مگر بچوں کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ میں نے اپنے دوست سے کہا کہ اس میں سراسر غلطی تمہاری ہے اگر تمہاری بیوی نے تمہاری ڈانٹ برداشت نہیں کی اور تم نے بھی غصے میں اس سے بات کرنا بند کر دی ہے تو پھر گھر کا کشیدہ ماحول کیسے ٹھیک ہو گا۔ تم پیار سے اور مناسب دلیل کے ساتھ اس کو سمجھاؤ تو وہ ضرور ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری بات مان جائے گی اور تمہاری پریشانی ختم ہو جائے گی چنانچہ اس دوست نے میری اس بات پر عمل کیا اور کسی نہ کسی طرح اپنے مزاج پر ضبط و جبر کرتے ہوئے پیار محبت کے ساتھ اپنا معاملہ حل کر لیا۔

ہم اپنی زندگی میں اکثر دیکھتے ہیں کہ عام طور پر بیشتر عورتیں ضدی، اپنی بات پر اڑ جانے والی اور درشت خو ہوتی ہیں پھر ان کو کسی حالت پر بھی قرار نہیں اگر خوش رہیں تو سراپا امتنان وتشکر اور اگر ناراض ہو جائیں تو ناشکری کی انتہائی سرحد سے بھی آگے گزر جائیں گی اس ضمن میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ:

"عورتیں شوہروں کی ناشکر گزار ہوتی ہیں اور ان کے احسان کی منکر تم اگر ان کے ساتھ زندگی بھر احسان کرو پھر اگر کوئی بات تمہاری طرف سے ان کے خلاف طبیعت ہو گئی تو کہہ دیں گی کہ میں نے تو کبھی بھی تم سے کوئی بہتری نہیں دیکھی۔" (بخاری شریف)

اگر خاوند اپنی بیوی کی معمولی معمولی باتوں سے خود بھی اس سے خفا ہو جائے تو پھر نباہ کرنا مشکل ہو جائے مرد میں ضبط وتحمل کا مادہ نسبتاً زیادہ ہوتا ہے اس لیے اس پر یہ ذمہ داری

عائد ہوتی ہے کہ اگر کوئی باہمی زندگی میں نازک موقع آجائے یعنی بیوی ناراض ہوکر اپنی ضد پر اڑ جائے تو وہ صبر وتحمل کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

عورت کے جذبات کی نوعیت:

عورت کے مزاج اور طبیعت کے متعلق بات کرتے ہوئے فرید وجدی آفندی اپنی تصنیف "**المرأة المسلمه**" میں تحریر کرتے ہیں کہ دراصل عورت کی جسمانی ترکیب قریب قریب بچے کی جسمانی ترکیب کے واقع ہوئی ہے اسی لیے تم دیکھتے ہو کہ بچے کی طرح عورت کا حاسہ ہر قسم کے اثر سے بہت جلد اور بہت متاثر ہوجاتا ہے۔ بچے کا قاعدہ ہے کہ اگر کوئی رنج اور افسوس کا واقعہ پیش آئے تو فوراً رونے لگتا ہے اور اگر کوئی خوشی کی بات ہو تو بے اختیار ہوکر اچھلنے کودنے لگتا ہے تقریباً یہی حال عورتوں کا ہے کہ بہ نسبت مرد کے بہت زیادہ اس قسم کے جذبات سے متاثر ہوتی ہیں کیونکہ یہ مؤثرات اس کے تصور پر اس طرح اثر ڈالتے ہیں کہ عقل کا ان سے لگاؤ نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ ان میں استقلال نہیں ہوتا۔

عورت کی خوبیوں کی مدنظر رکھو:

اللہ رب العزت نے عورت میں بہت سی خوبیاں بھی پیدا کی ہیں جو مرد کو بہت بھاتی ہیں اور جن سے مرد کو قلبی سکون واطمینان میسر ہوتا ہے اس لیے عورت کی کسی ایک پہلو کی کمزوری کو سامنے رکھ کر اس کو مطعون نہیں کرنا چاہیے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عورتیں عموماً جفاکش، قناعت پسند، خاوند پر جان چھڑکنے والی بچوں کی پرورش پر نثار، گھریلو معاملات کی بہتر منتظم اور وفا واخلاص کی پیکر ہوتی ہیں۔ یہ بات بخوبی کہی جاسکتی ہے کہ کمزوری سے زیادہ پہلو خیر اور بھلائی کے عورت میں پائے جاتے ہیں۔ عورت کی جفاکشی کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب گردش زمانہ کے باعث مصائب حملہ آور ہوتے ہیں اور اس کا خاوند کسی وجہ سے مصیبت، پریشانی اور تکلیف میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بعض ایسے مواقع ہیں جہاں پر عورت کی جفاکشی کا پہلو سامنے آتا ہے اسی حوالے سے علامہ لومبروز تحریر کرتے ہیں کہ حمل اور وضع حمل کی شدید تکلیف پر نظر کرو اور دیکھو کہ عورت دنیا

میں کیسے کیسے مصائب وآلام کی متحمل ہوسکتی ہے اگر مرد کی طرح اس کا احساس قوی ہوتا تو ان تمام سختیوں کی کیونکر متحمل ہوسکتی۔ دراصل نوعِ انسانی کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ قدرت نے اس کو قوی احساس سے محروم کررکھا ہے ورنہ بنی نوع انسان کے نازک اور تکلیف دہ فرائض کی انجام دہی ایک غیر ممکن بات ہوجاتی۔

بلاشبہ اس بات میں کوئی دورائے نہیں ہوسکتیں کہ عورتیں صنفِ نازک ہوتی ہیں ان کے دل چھوٹے اور نازک ہوتے ہیں عشوہ وادا ان کی فطرت ہے۔ بات بات پر ہنسنے اور خوش ہونے والی بھی ہے اور معمولی سی خلاف طبیعت بات پر خفا ہونا بھی جانتی ہے اس لیے مرد کو عورت کی مجموعی حیثیت کا پاس کرتے ہوئے اپنی بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے۔ بیوی کی ناراضی کو معمولی بات نہیں سمجھنی چاہیے بلکہ اعلیٰ ظرف کا مظاہرہ کرتے ہوئے نرمی و محبت کے ساتھ بیوی کو منالینا چاہیے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ بیوی آپ کی شریک حیات، آپ کے دکھ سکھ کی ساتھی، زندگی کی ہمسفر اور آپ کی وفادار اور گھر کی نگہبان ہے اس لیے اس معاملے میں شرم محسوس نہیں کرنی چاہیے اپنی زندگی کو پرمسرت اور خوشگوار بنانے کے لیے یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جسے انا کا مسئلہ بنالیا جائے۔ اس پرفتن دور میں آئے دن یہ بات سننے میں آتی ہے کہ مالدار گھرانوں میں میاں بیوی کے مابین معمولی سی بات پر اختلاف پیدا ہوجاتا ہے بیوی ناراض ہوکر میکے چلی جاتی ہے خاوند اسے منانے نہیں جاتا بیوی بھی اپنی ضد پر رہتی ہے دونوں علیحدہ ہوکر زندگی گزارتے ہیں برسوں دونوں میں جدائی رہتی ہے شوہر بیوی کو منانے میں اپنی ہتک سمجھتا ہے لہٰذا معمولی سی بات پر گھریلو زندگی تباہ و برباد ہوکر رہ جاتی ہے اس لیے ایک اچھے اور مسلمان خاوند کے لیے لازم ہے کہ وہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا دھیان رکھا کرے اور اپنے گھریلو ماحول کو تلخی سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے۔

بیوی کی بیماری میں اس کا ساتھ نہ چھوڑا جائے

بیماری اور صحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے بیماری کا حملہ کسی پر بھی ہوسکتا ہے اور کوئی بھی مصیبت کسی پر بھی آسکتی ہے اس لیے خاوند کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ وفاداری اور خوش اخلاقی کا سلوک کرے بیوی کو یہ محسوس نہ ہونے دے کہ اس کی بیماری یا مصیبت کی وجہ سے اس سے بے رُخی کا برتاؤ کیا جارہا ہے اگر حوادث زمانہ کی وجہ سے عورت پر کوئی ناگہانی مصیبت آجائے تو محبت اور لطف وکرم میں کمی نہ کرے بلکہ پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اخلاق ومروت سے پیش آئے بیماری کی صورت میں اس کا علاج کرا کے اس کی غم خواری اور تیمارداری میں ہرگز ہرگز کوئی کوتاہی نہ کرے بلکہ اپنی دلداری ودل جوئی اور بھاگ دوڑ سے بیوی کے دل پر نقش بٹھادے کہ میرے خاوند کو مجھ سے بے حد محبت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عورت اپنے خاوند کے اس احسان کو یاد رکھے گی اور وہ بھی خاوند کی خدمت گزاری میں اپنی جان لڑا دے گی۔

اگر کسی بیماری کی وجہ سے اس کی شکل وصورت میں فرق آجائے تو عورت کو بد صورت دیکھ کر بے مروتی اور بد اخلاقی کا سلوک نہ کرے بلکہ اس کی دلجوئی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے۔ اگر خاوند ایسا نہ کرے گا تو بیوی کا دل ٹوٹ جائے گا اس کی خوشی حزن وملال میں تبدیل ہوجائے گی اور عورت مرد کی بے وفائی پر گھٹ گھٹ کر اپنی جان دے دے گی۔ ذرا ٹھنڈے دل ودماغ سے سوچئے کل ایک خوبصورت اور پری پیکر عورت کو بیاہ کر لائے اس پر اپنی محبت کے تحفے نثار کیے اس کی خوشنودی کے لیے ہر ممکن کوشش کی قیمتی سے قیمتی زیور اور کپڑے لا کر دیے سب کی ناراضگی برداشت کی، آج وہی خوش شکل بیوی بیمار ہوگئی بیماری کے باعث اس کی صورت بگڑ گئی چہرہ بد صورت ہوگیا یا آنکھوں کی بینائی چھن گئی یا کوئی ایسی بیماری میں مبتلا ہوگئی ہے جو اس کی زندگی کا روگ بن گئی ہے آئینہ دیکھتی ہے تو اس کی آنکھوں

میں آنسو آجاتے ہیں اگر آنکھوں کی بینائی جاتی رہی ہے تو پھر گویا ساری دنیا اندھیر ہوگئی ہے۔ بے چاری عورت ان مصیبتوں کی تاب نہ لا کر دن رات روتی ہے اس پر ظلم یہ کہ خاوند کی آنکھیں پھر گئیں بات بات پر اس کو جھڑکا جارہا ہے اس کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی جارہی گھر میں اس کو ایک بوجھ تصور کیا جارہا ہے گھر سے نکال دینے کی دھمکی دی جارہی ہے طعنے اور کوسنے دیے جارہے ہیں۔ افسوس کہ یہ محبت کی بساط کیوں اُلٹ گئی اور بہار کیسے خزاں میں تبدیل ہوگئی حالانکہ اس میں عورت بے چاری کا کوئی قصور نہیں ہوتا یہ مصیبت وبیماری اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے وہی اس کو شفا عطا کرے مصیبت سے نجات عطا فرمائے تو وہ پھر دوبارہ پہلے کی طرح صحت وحسن کے ساتھ اپنی زندگی بھرپور طریقے سے خوشی ومسرت کے ساتھ گزارے مرد کو تو اس کے ساتھ بے وفائی وبے اعتنائی کا سوچنا بھی نہیں چاہیے اور اپنے کسی رویے سے اس کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہیے۔

خدا کے لیے ذرا سوچیے کیا انسانیت کا یہی تقاضہ ہے، محبت ووفا کا یہی صلہ ہے، اخلاق کی عدالت کا یہی فیصلہ ہے پھر یہ بھی پیش نظر رکھا جائے کہ مصیبت وبیماری میں مبتلا بے بس عورت اپنے خاوند کے علاوہ اور کسی کو اپنا غمگسار اور ہمدرد نہیں سمجھتی جو بات وہ اپنے خاوند سے کرسکتی ہے اور کسی سے نہیں کہہ سکتی اس لیے اس موقع پر عورت کو خاوند کے سہارے اور اس کی ہمدردی کی اشد ضرورت ہوتی ہے بلاشبہ اسلام بے مروتی اور کج خلقی کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی سنگدلی کو برداشت کرتا ہے بلکہ اعلان کرتا ہے کہ اس پر رحم نہیں کیا جاتا جو رحم نہیں کرتا۔

خاوند کو چاہیے کہ بیوی کی بیماری کی صورت میں اُس کے علاج کے لیے کسی بھی مرحلہ پر کوتاہی نہ کرے اس کی بیوی جتنی جلدی بیماری سے چھٹکارا حاصل کرے گی اس کی پریشانی ومشکل بھی اسی قدر جلد ختم ہوگی کیونکہ بیوی کی بیماری کے باعث گھر کا اچھا بھلا چلتا ہوا نظام درہم برہم ہوکر رہ جاتا ہے، اس میں بھی خاوند کا فائدہ ہے کہ بیوی جلد صحت یاب ہو کر دوبارہ پہلے کی طرح اپنے خانہ داری کے امور سنبھال لیتی ہے لہٰذا بیوی کی بیماری میں بھرپور طریقے سے اس کا ساتھ نبھانے سے بیوی کے دل میں خاوند کی محبت مزید بڑھ جاتی ہے اور زندگی کی خوشیوں اور مسرتوں میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

اپنی بیوی سے دوستی رکھیئے

میاں بیوی کے مابین ایسا تعلق ہوتا ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون ومحبت اور ہم آہنگی پیدا کر کے اپنی زندگی کو خوشگوار اور پر مسرت بنا کر گزارنا ہوتا ہے تو تبھی ازدواجی زندگی کی گاڑی خوش اسلوبی اور کامیابی سے چلتی ہے اس محبت میں اگر دوستانہ رنگ بھی شامل ہو جائے تو زندگی اور بھی خوبصورت ہو جاتی ہے۔

بعض لوگ اس طرح گمراہ ہوتے ہیں کہ اپنی اہلیہ کو صرف بیوی سمجھ بیٹھتے ہیں اور اس سے جنسی ملاپ کی حد تک سلوک کرتے ہیں۔ اس طرح اپنی اور اہلیہ کی زندگی کو ویران، بے نتیجہ اور تنگ وتاریک بنا ڈالتے ہیں۔

خوش قسمت اور باسعادت وہ شوہر ہوتے ہیں جو اپنی بیوی کے ساتھ رفیق زندگی اور دوست کا سا برتاؤ بھی کرتے اور دوستی کا پورا حق بھی ادا کرتے ہیں۔

عورت کی محبت اس وقت سے مرد کے نہاں خانہ دل میں بسی ہوتی ہے، جب وہ اس سے منگنی کرتا ہے، تب سے وہ اس کا احترام کرتا ہے اور جب زندگی میں وہ اس کی رفیق سفر اور شریک حیات بن جائے تو پھر کس طرح اس سے محبت کم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہی عورت اس کی آئندہ نسلوں کی تخلیق میں اس کی شریک ہوتی ہے۔

کسی مرد کے لیے زیادہ خوش قسمتی اور خود اس کی اہلیہ کے لیے خیر وخوبی کا باعث اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا، کہ وہ یہ جان لے کر ازدواجی سعادت کے اثرات حواس سے ہو کر قلوب کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور جذبات کا باہم تبادلہ ہوتا ہے۔ مرد کو چاہیے کہ اپنی

اہلیہ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ، شائستگی اور میل محبت کا برتاؤ کروتا کہ اس کا اعتماد زیادہ سے زیادہ حاصل ہو۔ اس میں شک نہیں کہ ہمدرد، دوست اور غمگسار میاں بیوی کی زندگی نہایت بہتر اور شاداب ہوتی ہے۔ جبکہ زندگی کے اسٹیج پر جانوروں کی طرح زندگی گزارنے والے زن وشوہر کی زندگی بدترین اور بے کیف گزرتی ہے۔

ایک فلاسفر کا نظریہ:

ایک فلاسفر کا کہنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہوتا کہ میاں بیوی کی اجتماعی زندگی کی صدارت عورت کے حصے میں آئے تو عورت کو مرد کے سر والے حصہ سے پیدا کرتا اور اگر عورت کو خادمہ کے درجہ میں رکھنا ہوتا تو اللہ رب العزت عورت کو مرد کے پاؤں والے حصہ سے وجود عطا کرتا لیکن چونکہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی مقصد نہ تھا بلکہ ان دونوں سے بلند ایک جداگانہ مقصد تھا اور وہ یہ کہ عورت ومرد مساوات کی زندگی گزاریں دوستانہ برتاؤ آپس میں قائم رکھیں اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی عزت اور محبت کو اپنے دل میں جگہ دے اس لیے اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کے پہلو سے پیدا کیا۔

ہر دکھ سکھ کی ساتھی:

بیوی خاوند کے ہر دکھ اور سکھ میں ساتھ نبھاتی ہے اور یہی خوبی ایک مخلص اور سچے دوست میں بھی ہوتی ہے خاوند اگر بیمار ہو جائے تو جس طرح سے بیوی خاوند کی خدمت کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتی اور ہر حالت میں خوشی کے ساتھ اپنے آپ کو خاوند کی خدمت کے لیے وقف کرتی ہے وہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ بات سونے پر سہاگہ والی ہو جاتی ہے کہ جس خاوند نے اپنی بیوی کے ساتھ دوستانہ انداز بھی اختیار رکھا ہوتا ہے تو اس کی بیوی ایسی حالت میں اس پر اپنی جان تک نچھاور کر دیتی ہے اور خاوند کی دیکھ بھال اس انداز سے کرتی ہے کہ خاوند جلد سے جلد صحت یاب ہو جاتا ہے۔ بیوی کا رویہ خاوند کے ساتھ ایسا پیار ومحبت والا ہو تو خاوند کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی بیوی سے اچھا رویہ اختیار کرے اور اس سے دوستانہ تعلق بھی رکھے اس سے بیوی اپنے آپ میں پر اعتمادی محسوس کرے گی جس طرح

ایک مخلص دوست کے ساتھ کسی معاملے میں مشورہ کیا جاتا ہے بالکل اُسی طرح بیوی کو بھی ایک اچھا اور مخلص دوست سمجھتے ہوئے اُس سے بھی کبھی کبھار کوئی مشورہ لے لیا کریں اور اس کی رائے کو اہمیت دے دیا کیجیے اس طرح سے گھریلو ماحول میں کبھی تلخی پیدا نہیں ہوتی اور اگر کبھی بالفرض کسی وجہ سے ماحول تلخ ہو بھی جائے تو جلد خوشگوار کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، یاد رکھیئے بیوی سے زیادہ مخلص آپ کا دوست کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ اگر بیوی آپ سے محبت کرتی ہے آپ کی تابعدار ہے تو پھر اس کی دوستی میں بھی صرف اور صرف اخلاص اور وفا کا جذبہ ہی موجزن ہوتا ہے۔

آج کل اکثر دیکھا گیا ہے کہ مردوں کی اکثریت اپنی بیوی کے ساتھ حاکمانہ انداز اور رویہ اختیار کرتی ہے بیوی کے ساتھ ہر معاملہ حکم اور ڈانٹ ڈپٹ کے انداز سے کیا جاتا ہے اس رویے سے دوستی اور محبت پیدا نہیں ہوتی اگر بیوی اچھے اخلاق والی اور نیک ہے تو وہ پھر اس طرح کے حالات سے سمجھوتہ کر لیتی ہے اور خاوند کے حکم کے مطابق جس طرح وہ رکھے اور جس طرح وہ چاہے اپنی زندگی گزار دیتی ہے اور اگر بیوی اکھڑ مزاج اور جھگڑالو ہو تو پھر ساتھ نبھانا مشکل ہو جاتا ہے زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور اس میں بھی سراسر قصور مرد کا اپنا ہوتا ہے کہ وہ بیوی کو اپنا دوست اور جیون ساتھی خیال نہیں کرتا وہ سمجھتا ہے کہ وہ ایک لڑکی کو بیاہ کر اپنے گھر لے آیا ہے وہ اس کا حاکم ہے اس پر جس طرح چاہے اپنا حکم چلائے۔ ایسے خاوند کی نگاہ میں بیوی کی کوئی وقعت نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ بیوی کو اہمیت دینے کے لیے تیار ہوتا ہے خود بھی اپنی زندگی کو تلخ بناتا ہے اور بیوی کی زندگی کو بھی اجیرن بنا کر رکھ دیتا ہے۔ اپنی بیوی کے ساتھ ملازموں جیسا رویہ اور سلوک اختیار کرتے ہوئے اسے ذرا بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ وہ جو رویہ اپنی بیوی کے ساتھ اختیار کر رہا ہے اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی شاید وہ قرآن حکیم کی اس آیت مبارکہ سے غلط استدلال کرتے ہیں کہ جس میں مرد کو عورتوں کا نگران اور حاکم کہا گیا ہے قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ. (نساء:34)

ترجمہ: ''مرد عورتوں کے نگران اور حاکم ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صنف (قوی) کو دوسری صنف (ضعیف) پر بڑائی دی ہے اور اس لیے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''

کس قدر افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ اس نگرانی کا مفہوم بعض مردوں نے تسلط، قبضہ، تکبر، غلام بنا لینا اور اپنی رائے کو زبردستی عورتوں پر مسلط کر لینا، سمجھ رکھا ہے۔ اس غلط ذہنیت کی وجہ سے انہوں نے عورتوں کے ساتھ بدترین رویہ اختیار کیا۔ نگرانی کے اس لفظ کو بعض عورتوں نے بھی غلط سمجھا، چنانچہ انہوں نے مردوں کو کسی شمار قطار میں نہیں رکھا اور خود سرکشی، لڑائی اور علیحدگی کا راستہ اختیار کیا۔ حالانکہ میاں، بیوی دونوں ہی آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کو سمجھ لیں، تو دونوں سعادت مندی، سلامتی اور خیر و برکت کے ساتھ خود بھی زندہ رہیں۔ ایک ماہر سماجیات لکھتا ہے: آج ازدواجی زندگی میں وہ نہیں ہوتا، جس کو ہم ''دوستی اور رفاقت'' کا نام دے سکتے ہیں۔ درحقیقت ازدواجی زندگی کی حیثیت موٹر کار کی سی ہوتی ہے، جس پر دو آدمی سوار ہوتے ہیں۔ ہر چند کہ دونوں کی منزل ایک ہوتی ہے، لیکن اسٹیرنگ وہیل پر ایک ہی آدمی بیٹھ سکتا ہے۔ کیونکہ بیک وقت دونوں آدمی کار ڈرائیو نہیں کر سکتے۔ اسی طرح مرد جب اس کشتی کا کھیون ہار ہوتا ہے اور فطری طور پر ایسا ہی ہونا چاہیے، تو عورت کو بھی اپنا فطری پارٹ ادا کرنا ہوگا۔ یعنی یہ کہ وہ مرد پر اعتماد کرے، اس کی ہمت بندھائے، اسے تسلی دے اور سامان سفر کی تیاری اور درستی میں مرد کا ہاتھ بٹائے اور اگر عورت زمام کار سنبھالے تو مرد کا فرض ہے، کہ ایک مبصر اور سیاحت کرنے والے کا پارٹ انجام دے اور عورت کے دماغ کو خواہ مخواہ کے بوجھ سے متاثر نہ کرے، جس سے وہ بے چاری تنہا پریشان ہوتی ہے اور اس کا حوصلہ بڑھانے کے بجائے اس کی دل شکنی کی کوشش نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت:

مذکورہ آیت کریمہ رب کریم کے ایک مقررہ ازلی دستور، یعنی مرد کی نگرانی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ آیت اپنے اندر مشتمل حکمت الٰہی کو دو رخ سے پیش کرتی ہے۔

اول یہ کہ مرد کی نظر عورت کی فطرت کے برعکس ہے۔ عورت مرد سے اس معنی میں

افضل ہے کہ اس سے بہتر طریقہ پر گھریلو ذمہ داریوں کو منظم طریقہ سے انجام دے سکتی ہے۔ بچوں کی تربیت اور اپنے شوہر کی ذمہ داریوں کو پوری کرسکتی ہے۔اس لیے کہ اس کی فطرت میں اللہ نے شفقت، لوچ اور نرمی پیدا کر رکھی ہے۔نیز اس کے جسمانی اعضاء کی ساخت کچھ ایسی بنائی ہے جو اپنی ان ذمہ داریوں کو حسن وخوبی سے انجام دینے میں اس کی مددگار ہے۔اس کا اعصابی نظام کچھ ایسا بنا ہے جو حمل اور وضع حمل کی تکلیف کو کم سے کم محسوس کرتا ہے۔البتہ دیگر امراض و بیماریوں سے وہ فوری متاثر ہوسکتی ہے اور فوراً بھڑک اٹھتی ہے۔ اس کے احساس، ادراک اور نظم کی صلاحیت جلد متاثر ہوتی ہے۔تکالیف، مشکلات، اذیتوں اور پریشانیوں کے عالم میں مرد کی نسبت خود صبر وثبات کا دامن بہت جلد ہاتھ سے چھوڑ دیتی ہے۔

رہا مرد، تو سابقہ بیان کردہ اسباب کے تحت جسمانی، فکری، انتظامی اور تدبیر امور میں عورت پر اس کو فوقیت حاصل ہے۔مختلف دباؤ اور توازن کو وہ عورت سے زیادہ برداشت کرسکتا ہے۔جنگ وجدال اور اذیت وتکلیف کو زیادہ سے زیادہ برداشت سکتا ہے۔خاندان کے معاش کے لیے کوشاں اور سرگرم عمل رہ سکتا ہے۔اپنے تشخص اپنے وقار اور امتیازی شان کو برقرار رکھنے اور خطرات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔نیز مرد کی نگرانی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کو انفاق اور خرچ کا اختیار حاصل ہے۔

کیونکہ اپنی فطری صلاحیت کے مطابق مال کما سکتا ہے۔اس لیے عدل وانصاف کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ جو فرد یا جماعت تکلیف اٹھا کر مال اکٹھا کرے، اسے خرچ کرنے کی نگرانی کرنے، یا تصرف کرنے کے ہر قسم کے اختیار سے محروم کردیا جائے۔آج کے دور کی پارلیمانی اور جمہوری حکومتیں اس نہج پر کام کررہی ہیں اور موجودہ ترقی یافتہ دستور سازی کی بھی یہ اہم اسپرٹ ہے۔

قابل غور بات:

اب اگر ہم نے عورت کو گھر کے ماحول سے باہر نکال دیا، جس طرح کہ مرد گھر

کے باہر جا کر محنت مشقت کرتا ہے، اس کے دوش بدوش عورت بھی محنت کرنے اور دولت بٹورنے کا کام کرے، تو اس میں شک نہیں کہ اس سماجی قانون سازی کی روح کے بالکل برعکس ہوگا۔اس طرح گویا ہم عورت کو اس کے اس مقام سے ہٹا دیں گے، جس مقام پر قرآن کریم نے اس کو لا کھڑا کیا ہے اور اس طرح مرد کی نگرانی کسی صورت اس پر قائم نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ مرد کی نگرانی ان دو بنیادوں پر استوار ہے ایک یہ کہ گھر کے باہر کی ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لیے عورت سے زیادہ مرد کو صلاحیت اور لیاقت حاصل ہے۔دوسرے خاندان پر خرچ کرنے اور ان کی ضروریات کی کفالت کی ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہے۔

نیز اسی کے ساتھ ساتھ عورت پر مرد کی نگرانی کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ مرد دین یا دنیا کے لحاظ سے عورت سے افضل ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ. (آل عمران:195)

ترجمہ: ”تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کرلی (اور فرمایا) بے شک میں تم میں سے کسی نیک عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے کی جنس سے ہو۔“

بلکہ یہ نگرانی درحقیقت ایک اصولی تنظیمی صلاحیت ہے، جس کے سماجی تعمیری ضوابط اور دنیا کی زندگی میں اعلیٰ قدروں کی بحالی ضروری ہے اور اسی کے التزام سے زندگی مجموعی طور پر سلامت ہوتی ہے۔غرض مرد کی نگرانی روٴسا اور سرداران قوم کی نگرانی کی طرح ہے۔اگر کوئی سردار ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سارے ہی ماتحتوں سے وہ اعلیٰ اور افضل ہے اس کے باوجود ان کی نگرانی تمام انسانی سماج پر قائم ہوتی ہے اور ان کے خلاف یورش یا بغاوت کرنے سے گنہگار ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے کیونکہ ماتحت سے سردار فضل و کمال، علم ومعرفت اور دینداری میں بڑھ سکتا ہے۔

(ماخوذ از: ہمارے قلعوں کو درپیش اندرونی خطرات، کا خلاصہ: ص 139-142)

یہی نگرانی مساوات کا اولین اور بنیادی مفہوم ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر یہ سوال پیدا ہو کہ قرآن کریم اپنے اس ارشاد (اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ) میں خاندان کی نگرانی مرد کے حوالہ کیوں کرتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے اس سلسلے کا یہ کوئی نیا، انوکھا یا نامانوس قدم نہیں اٹھایا۔ اس لیے کہ تاریخ کی ابتداء سے عورت نے مرد کے بازو میں رہ کر ہی چین کا سانس لیا ہے۔ اپنے اور اپنے بچوں کے بارے میں وہ صرف اپنے شوہر پر ہی اعتماد کرتی ہے اور محنت کرنا اور حالات سے نبرد آزما ہونا، اس قسم کے تمام تر بوجھ کو وہ صرف مرد کے کاندھوں پر ڈالتی ہے اور آج بھی جبکہ زمانے نے اتنی ترقی کی ہے، عورت یہی سب مرد سے چاہتی ہے۔ کیونکہ یہ عین فطرت کے مطابق ہے۔

آخر اللہ نے مرد کو توانا اور طاقتور جسم دیا، اس کے اعصاب اور پٹھے ایسے بنائے جو ناگوار حالات اور مشکلات کا بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ اس کے بالمقابل عورت نازک بدن ہوتی ہے اس کے جذبات بڑے حساس ہوتے ہیں، اس کے اندر تحمل اور برداشت کا مادہ بھی کم ہوتا ہے۔ اب اگر اسلام نے حقائق کو واقعہ کے عین مطابق پیش کیا تو اس نے کون سا ایسا گناہ کیا، یہ تو اسلام کی حقیقی صورتگری ہے اور اس کے مطابق اس کا یہ فیصلہ ہے کہ مرد عورتوں کے نگران اور حاکم ہیں۔

کیا آج عورت یہ چاہتی ہے کہ نگرانی اور حاکمیت کا سہرا وہ اپنے سر باندھے؟ نہیں! نگرانی جوابدہی کا نام ہے، نگرانی مشکلات اور پریشانیوں کے مردانہ وار مقابلہ کا نام ہے، نگرانی ذمہ داریوں کے سنبھالنے کا نام ہے، نگرانی زبردست پابندی کا نام ہے۔ نگرانی پھولوں کی سیج نہیں، کانٹوں کا ہار ہے اور نگرانی کے اسی پھیلے ہوئے مفہوم کے ساتھ ایک نگران کار کسی ہیبت یا خود غرضی کے بغیر اپنی ذمہ داریوں کو ٹھیک انجام دینے کی کوشش کرتا ہے۔

تحریک نسواں کا شور مچانے والے اب تک یہ سمجھتے رہے ہیں کہ مرد کی نگرانی اور

حاکمیت اس وقت تک برقرار تھی جب تک وہ خود تنہا کماتا تھا اور پیداوار کے کل ذرائع اس کے زیر نگیں ہوتے تھے، لیکن آج حالات بدل چکے ہیں آج عورت بھی کماتی ہے اور پیداوار کے ذرائع پر اس کا بھی تسلط ہے۔ اس لیے عورت پر مرد کی نگرانی اب نہیں چلنی چاہیے؟

لیکن اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ مغربی دنیا کے اتار چڑھاؤ نے اس مفروضہ کو قطعی غلط ثابت کر دیا۔ یہ صحیح ہے کہ عورت نے کمایا اور اپنے پیروں پر کھڑی بھی ہوئی، لیکن اس کے باوجود مرد کی نگرانی، بالادستی اور حاکمیت کو وہ آج بھی دل سے چاہتی ہے اور اپنے اسی نگران کار کی ماتحتی میں اپنے آپ کو رکھنا چاہتی ہے۔ آج مرد کے سائے سے ہٹ کر کہیں اسے چین اور سکون نصیب نہیں ہوتا۔

اس لیے یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے سچ کہا اور اس کے خلاف ڈھنڈورا پیٹنے والے جھوٹے ہیں۔ (اسلام اور جنسی مسائل 196-198)

اس میں شک نہیں کہ اللہ نے جو نگرانی مردوں کو سپرد فرمائی، اس کی شان جو بھی ہو لیکن جہاں تک عقل سلیم اور فطرت مستقیم رکھنے والی خواتین کا تعلق ہے، وہ یہ چاہتی ہیں کہ ان کے شوہر میں نگرانی کا مادہ ہو، اس کے اندر توانائی اور قوت فیصلہ موجود ہو، ان کے شوہر ان کے آقا اور مختار کل ہوں اور ان کے اندر زنانہ پن، لوچ اور کمزوری کے آثار نمودار نہ ہوں۔

یاد رکھیے نگرانی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عورت کو اپنا غلام اور نوکر سمجھ لیا جائے اور جس طرح بعض لوگ نوکروں کے ساتھ اپنا غصیلا اور بد مزاجی والا رویہ رکھتے ہیں بیوی کے ساتھ بھی اسی طرح کا رویہ رکھا جائے اگر آپ بیوی کو اپنا مخلص دوست سمجھتے ہیں تو پھر اس کے ساتھ اپنا رویہ بھی دوستانہ رکھیں۔ وہ آپ کی ڈانٹ ڈپٹ تو اس لیے برداشت کر لیتی ہے اور ہنس کر سب زیادتی بھلا دیتی ہے کہ اس نے آپ کے ساتھ زندگی کا طویل سفر طے کرنا ہوتا ہے اور آپ کے ساتھ وہ ایک بندھن میں بندھی ہوئی ہے ورنہ اگر کسی دوست کے ساتھ اس طرح کا رویہ آپ رکھیں گے تو وہ آپ کے اس رویے کو زیادہ دنوں تک برداشت نہیں کرے گا۔ تجربہ اس بات کا شاہد ہے کہ بیوی زندگی کے آخری سانس تک ساتھ نبھانے کی

کوشش کرتی ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں دوست رشتہ دار تو کیا اپنی اولاد بھی بعض اوقات بے رُخی پر اُتر آتی ہے اور ساتھ چھوڑ دیتی ہے پرواہ نہیں کرتی ایسی حالت میں ایک بیوی کا ساتھ ہی ہوتا ہے جو مرد کی ہمت بڑھاتا ہے بیوی خدمت کرنے میں پیش پیش رہتی ہے وہ آپ کے ساتھ صلے کی تمنا سے بے پرواہ و بے نیاز ہو کر ایک مخلص اور سچے دوست کی طرح آپ کا ساتھ دیتی ہے اس لیے اخلاق کا تقاضہ یہی ہے کہ آپ بھی اپنی بیوی کے ساتھ ایک مخلص دوست والا رویہ رکھیں اس کا فائدہ یقیناً آپ کو حاصل ہوگا۔

حمیدی

بیوی کی خدمات کی قدر کیجئے

اس حوالے سے ایک عالم دین اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ کیا تم نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ تمہاری بیوی انمول ہے کسی دن کاغذ قلم لے کر حساب لگاؤ اور دیکھو کہ تمہاری بیوی ماہانہ تم سے اپنے اوپر کس قدر خرچ کراتی ہے اور روزانہ کتنے کا کام کرتی ہے۔ اگر تم انصاف سے کام لو گے تو عورتوں کے حقوق کا انکار نہیں کر سکو گے۔

رہا پہلا سوال کہ: بیوی ماہانہ کس قدر خرچ کراتی ہے؟ تو اگر تمہاری بیوی سگھڑ، باشعور اور صاحب ایمان ہے۔ دیوانی، کپڑوں اور جوڑوں کی اندھا دھند خرید کرنے والی اور یورپین عورتوں کی طرح فیشن پرست نہیں ہے۔ تو اس سوال کو اپنی صوابدید اور اپنے ضمیر پر چھوڑ دو کسی شک کے بغیر تمہیں خود محسوس ہوگا کہ اس کا خرچ ایسا زیادہ نہیں، بلکہ بے حد معمولی اور کم ہے۔

اب ہم دوسرے سوال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ ماہانہ کتنے کا کام کرتی ہے اور اگر شوہر کی حیثیت سے تم کسی کو اجرت پر بیوی کے تمام کام جیسے پکانے، ریندھنے اور اپنے بچوں کی خدمت کے لیے رکھ چھوڑو تو انہیں کس قدر اجرت تمہیں دینی ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ اپنے ملک کی کرنسی کے لحاظ سے حساب کتاب کر کے اندازہ کر سکتے ہیں کہ ماہانہ کتنی رقم آپ کو گھریلو کام کاج کے لیے خرچ کرنا پڑتی ہے۔ جبکہ پاکستانی کرنسی کے لحاظ سے کم از کم پانچ ہزار روپے ماہانہ کی حقدار بنتی ہے۔ پھر اس میں شک نہیں کہ اس بظاہر بھاری بھر کم رقم کی حق دار ہونے کے باوجود یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ

صنف نازک ہمارے گھر کے اکثر ایسے چھوٹے بڑے کاموں کو انجام دیتی ہے جیسے آیا، باورچن یا پرسنل سکریٹری انجام نہیں دے سکتی۔ اس پر مستزاد بیشتر حالات میں وہ تیمارداری، علاج معالجہ، بیماروں کی خدمت اور میزبانی کے فرائض انجام دیتی ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ وہ بچوں کی تربیت کرتی ہے اور یہ وہ ذات ہے جس کے بارے میں بعض مفکرین نے کہا ہے کہ اس کے دائیں ہاتھ پر تخت اور بائیں ہاتھ سے ایک دنیا زیروزبر ہو سکتی ہے۔

تم شام کو تھکے ماندے گھر واپس آتے تو۔ طبیعت اتنی گری ہوئی ہوتی ہے جس کی وجہ تمہیں بھی معلوم نہیں ہوتی، تو اپنی بیوی سے تکان کی شکایت کرتے ہو، وہ تمہارے سامنے تفریحی اور نشاط پیدا کرنے والی چیزوں پر مشتمل ایک چارٹ پیش کرتی ہے جیسے ساتھ ساتھ حمام میں غسل کا عمل۔ جس میں دونوں ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے اڑاؤ۔ یا ٹب میں اپنے چھوٹے بچے کو تیرانے کی مشق کراؤ، اپنے مخصوص کمرے میں لیٹ جاؤ، شیریں یادوں اور دلچسپ باتوں سے ایک دوسرے کا دل بہلاؤ، ہنسو، کھیلو، تاکہ تکان اور رنج والم دور ہو سکے۔ قریب کے پارک باغیچہ میں ساتھ ساتھ جاؤ ٹیپ ریکارڈ میں کوئی لطیفہ یا طربیہ ڈرامہ سنو، اپنے یا اس کے خویش واقارب کے یہاں گھڑی دو گھڑی کے لیے چلے جاؤ۔ انبیاء کرام (علیہم السلام) اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہ کی زندگی کے سچے واقعات اور ان کی مشکلات اور پریشانیوں کے حالات سنو، اور یہ معلوم کرو کہ انہوں نے کیسے صبر کیا اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔ پھر اللہ نے ان کے لیے جنت میں کیسی کیسی نعمتیں تیار کیں، جس کی نفس اور دل خواہش کرے گا، جس سے آنکھیں شادکام ہوں گی اور وہ چیزیں ہوں گی جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا، نہ کانوں نے سنا ہوگا، نہ کسی کے وہم وگمان میں اس کا گزر ہوا ہوگا۔ اس چارٹ میں درج ایک ایک چیز سے مشکلات اور دنیا کی مصیبتوں کا اندازہ ہوگا۔

اس اثناء میں وہ وفاشعار بیوی شربت یا پھلوں کا جوس تیار کر کے لائے گی جس سے اعصاب کو سکون ہوتا ہے اس کے علاوہ ذرا غور کیجئے کبھی وہ تمہیں کوئی دلچسپ قصہ، عجیب وغریب نکتہ یا چٹکلہ اور لطیفہ سنا رہی ہوگی۔ ان تمام حالتوں میں یا اس چارٹ کی جو چیز تمہیں پسند ہو ان سے تمہیں روحانی فرحت اور اندرونی سکون بیش از بیش محسوس ہوگا۔ تمہاری تکان

اور تمہارا رنج وغم کافور ہوگا اور اس کا تمام تر سہرا تمہاری رفیقہ حیات کے سر جائے گا، جو اچھی طرح جانتی ہے کہ تمہارے اس درد کا درماں کیا ہو سکتا ہے؟

اب مجھے بتاؤ! اگر تم نے اس وقت کسی طبیب سے مشورہ لیا ہوتا اور وہ اس سے بھی معمولی مشقت میں کم سے کم فائدہ پہنچانے کی ادنیٰ کوشش کرتا، تو تم اس کی کس قدر فیس اپنی جیب سے ادا کرتے؟

اور اگر تم یقین کرو تو تمہاری اہلیہ اول درجہ کے وکیل کا پارٹ بھی ادا کرتی ہے مثلاً تم نے ایک پرانی گھسی پٹی کار خریدی۔ پہلے دن تم اس پر بیٹھے تو خوشی سے پھولے نہیں سمائے۔ لیکن جلد ہی تمہیں معلوم ہوا کہ گاڑی میں سینکڑوں عیب اور بے شمار خامیاں ہیں۔ اب تم حیران ہو کہ کیا کروں؟ کسی شک کے بغیر بیوپاری یا اس کے ایجنٹ نے تمہیں دھوکہ میں رکھا۔ لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا ہے، تم نے قیمت ادا کردی اور گاڑی تمہارے نام رجسٹرڈ ہو چکی ہے۔ ایسے وقت میں تمہاری اہلیہ حرکت میں آتی ہے اور تمہیں لے کر اس دوکان کا رخ کرتی ہے جہاں سے تم نے گاڑی خریدی تھی۔ بیوپاری سے مڈبھیڑ ہوتے ہی وہ برس پڑتی ہے اور کہتی ہے:

دیکھو میرے شوہر کے ہاتھوں تم نے جو گاڑی بیچی ہے، یہ صرف ایکسیڈنٹ کے کام آسکتی ہے۔ اس کا انجن جب اسٹارٹ ہوتا ہے تو اس سے ایسا شور پیدا ہوتا ہے جس سے پورا محلہ جاگ جاتا ہے۔ یہ بھی جب اس کی مہربانی سے اسٹارٹ ہو جائے ورنہ اس کے علاوہ اس میں ہزاروں عیب ہیں۔ اب تمہارے سامنے دو صورتیں ہیں، یا تو فوراً گاڑی واپس لو، اور کل رقم واپس کرو۔ ورنہ کورٹ کا راستہ میرے سامنے کھلا ہے۔ میں ابھی اس کا رخ کرتی ہوں اور تمہاری اس فرم کے خلاف کیس دائر کرتی ہوں، جس سے تمہارے گاہکوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ تمہاری اوقات کیا ہے اور لوگوں کے ساتھ تم کیسا برتاؤ کرتے ہو۔ یہ سن کر بیوپاری فطری طور پر ڈرے گا، اور تمہاری غصہ میں بھری بیوی کا جوش کم کرنے کے لیے تم سے نرمی سے کہے گا، جناب! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری فرم کو بدنام نہ ہونے دیں۔ گاڑی لائیے اور اپنی رقم گن کر لے جائیے۔ بھلا بتائیے! یہ مشکل مرحلہ کیا آپ سے

حل ہوسکتا تھا؟

اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں، تمہاری بیگم اس قسم کا معرکہ سرانجام دینے کے بعد کسی وکیل کی طرح کافی رقم کی حقدار ہوسکتی ہے۔

اس کے علاوہ بیوی کبھی مشیر مالیات کا نازک فرض بھی تمہارے لیے انجام دیتی ہے۔ چنانچہ جب تم کسی بھاری خسارے میں پڑ کر سخت پریشان ہوجاتے ہو اور گلوخلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو بیوی بڑھ کر تم سے کہتی ہے: ٹھیک ہے، کتنا روپیہ کم پڑ رہا ہے؟ میں گھر کے اخراجات سے بچا بچا کر یہ خسارہ پورا کردوں گی اور دیکھو، تم ہنسو مت! تمہاری بیگم کبھی ایک انجینئر کا فرض بھی تمہارے لیے انجام دیتی ہے۔ آخر یہ اسی کی تجویز تھی کہ پیچھے کی بالکنی یا گیلری پر ایک الگ کمرہ بنادیا جائے اور آگے کی طرف لوہے اور شیشہ کی جالیاں لگوائی جائیں۔ اس طرح کافی رقم کی بچت ہوجائے گی۔

مردوں کو اپنے ضمیر پر ہاتھ رکھ کر اس کا اعتراف کرلینا چاہیے کہ صالح اور مخلص بیوی انمول ہوتی ہے۔ اس کی کوئی قیمت نہیں لگائی جاسکتی اور ہزاروں بار ہم سے اس بات کی خواہاں ہے کہ ہم اس کے حقوق کے مطابق اس سے برتاؤ کریں، اس کی ایک ایک کارکردگی کو یاد رکھیں اور ان سب کے بدلے میں اسے محبت، شفقت پیار اور شکرگزاری کی سوغات دیں۔

نیز گھر کے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹانے کے لیے بھی ہمہ وقت کمربستہ ہوں۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ مطہرہ سے حضور کی گھریلو زندگی کی بات سوال ہوا تو انہوں نے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کی مشقت میں برابر کا حصہ لیتے تھے۔ کبھی اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے اور بکری کا دودھ بھی خود دوہتے تھے۔

بیوی کے دل میں بدگمانی پیدا نہ کیجئے

مرد کو چاہیے کہ خبردار کبھی بھی اپنی عورت کے سامنے کسی دوسری عورت کے حسن و جمال یا اس کی خوبیوں کا ذکر نہ کرے ورنہ بیوی کو فوراً ہی بدگمانی اور یہ شبہ ہوجائے گا کہ شاید میرے شوہر کا اس عورت کے ساتھ کوئی سانٹھ گانٹھ ہے یا کم سے کم قلبی لگاؤ ہے اور یہ خیال عورت کے دل کا ایک ایسا کانٹا ہے کہ عورت کو ایک لمحہ کے لیے بھی صبر وقرار نصیب نہیں ہوسکتا۔ یادرکھو! کہ جس طرح کوئی شوہر اس کو برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کی بیوی کا کسی دوسرے مرد سے ساز باز ہو اسی طرح کوئی عورت بھی ہرگز ہرگز کبھی اس بات کی تاب نہیں لاسکتی کہ اس کے شوہر کا کسی دوسری عورت سے تعلق ہو۔ بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ اس معاملہ میں عورت کے جذبات مرد کے جذبات سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر ہوا کرتے ہیں لہٰذا اس معاملہ میں شوہر کو لازم ہے کہ بہت احتیاط رکھے ورنہ بدگمانیوں کا طوفان میاں بیوی کی خوشگوار زندگی تباہ و برباد کردے گا۔

بعض عورتیں اپنے خاوند کی اس حرکت کو کبھی معاف نہیں کرتیں اور انتہائی قدم اُٹھالیتی ہیں چاہے اس میں کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو ''طبقاتِ ناصری'' میں تحریر ہے کہ والئی قفچاق قدرخان کی بیٹی ملکہ ترکان خاتون جو کہ والئی خیوا سلطان تو کش کی بیوی تھی بڑی روشن دماغ، مدبر اور قوی دل خاتون تھی اپنے خاوند سے بہت محبت رکھتی تھی ایک مرتبہ اسے معلوم ہوا کہ اس کے خاوند نے کسی لونڈی سے تعلق پیدا کرلیا ہے اس پر وہ سخت غضبناک ہوئی اور اپنے خاص ملازموں کے ذریعے سلطان کو ایک گرم حمام میں بند کرادیا وہاں اس قدر حرارت تھی کہ سلطان کی جان پر آبنی۔ دربار کے کچھ بڑے بڑے امیروں کو اس صورت حال کا علم

ہواتو انہوں نے حمام کا دروازہ توڑ کر سلطان کو باہر نکالا اس وقت سلطان کا سارا جسم پلپلا ہو چکا تھا اور ایک آنکھ ضائع ہوگئی تھی یہ سلطان ۵۹۶ء میں فوت ہوا مشہور حکمران علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ اس کا بیٹا تھا۔

غور کیجئے کوئی بھی عورت ہو اسے ہرگز یہ گوارا نہیں ہوتا کہ کوئی دوسری عورت اس کے خاوند کی زندگی میں آئے اور اس کی محبت تقسیم ہو جائے خاوند کی توجہ بٹ جائے وہ اپنے خاوند کی پوری توجہ اور پوری محبت کی خواہاں ہوتی ہے۔

حمیدی

اپنی بیوی کے جذبات کا خیال رکھیئے

خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنے کسی ایسے رویے کے باعث بیوی کے جذبات کو ہرگز ٹھیس نہ پہنچائے کہ جس سے بیوی کے دل میں اس کے خلاف نفرت پیدا ہونی شروع ہو جائے میاں بیوی کی خوش گوار زندگی بسر ہونے کے لیے جس طرح عورتوں کو مردوں کے جذبات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اسی طرح مردوں کو بھی لازم ہے کہ عورتوں کے جذبات کا خیال رکھیں۔ ورنہ جس طرح مرد کی ناراضگی سے عورت کی زندگی جہنم بن جاتی ہے اسی طرح عورت کی ناراضگی بھی مردوں کے لیے وبالِ جان ہو جاتی ہے۔ اس لیے مرد کو لازم ہے کہ عورت کی سیرت وصورت پر طعنہ نہ مارے اور عورت کے میکہ والوں پر بھی طعنہ زنی اور نکتہ چینی نہ کرے۔ نہ عورت کے ماں باپ اور عزیز واقارب کو عورت کے سامنے بُرا بھلا کہے کیونکہ ان باتوں سے عورت کے دل میں مرد کی طرف سے نفرت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان ناچاقی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر دونوں کی زندگی دن رات کی جلن اور گھٹن سے تلخ بلکہ عذابِ جان بن جاتی ہے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض مرد اپنے سسرال کے بعض رشتہ داروں سے بلاوجہ نالاں رہتے ہیں اور اپنی بیوی کو چڑانے کی غرض سے اُن پر نکتہ چینی کرتے ہیں بیوی اُن کی اس عادت کو اچھا نہیں سمجھتی کیونکہ وہ یہ چاہتی ہے کہ اگر اُس کے کسی رشتہ دار میں کوئی بُرائی ہے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے اسے کیوں طعنے دے کر پریشان کیا جاتا ہے اور خواہ مخواہ اپنے گھر میں لڑائی کی فضا پیدا کی جاتی ہے اس لیے وہ کوشش کرتی ہے کہ خاوند اپنی اس عادت سے باز آجائے جو مرد اپنی یہ عادت نہیں چھوڑتے اُن کی بیویاں اُن سے زیادہ خوش نہیں رہتیں۔

اچھے اور نیک مرد کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک رکھے اپنے گھر کی فضا کو خوشگوار رکھنے کی کوشش کرے اور کوئی ایسی بات جو طعنے کی شکل میں یا دوسرے گئے جذبات کو بھڑکا دینے والی ہو ہرگز نہ کرے۔

بیوی کے رشتہ داروں کی بھی عزت کرے:

بیوی کے رشتہ دار مرد کے بھی رشتہ دار ہوتے ہیں جس طرح اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے اسی طرح مرد کو اپنی بیوی کے رشتہ داروں کے ساتھ بھی اچھا رویہ رکھنا چاہیے یہ نہ کرے کہ گھر میں اپنا کوئی رشتہ دار آجائے تو اس کی خوب اچھی طرح آؤ بھگت کرے لیکن اگر بیوی کا کوئی عزیز رشتہ دار گھر میں آجائے تو ناک بھوں چڑھائے اور ایسا رویہ رکھے کہ جس سے بیوی کے جذبات کو ٹھیس پہنچے اور اسے دکھ ہو کہ اس کا رشتہ دار آیا ہے اور اس کے خاوند نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ اگر بالفرض کسی رشتہ دار کے بارے میں کوئی بدگمانی ہے یا کسی غلط فہمی کی بناء پر اس کو اچھا نہیں سمجھتا یا اس کے ساتھ کسی وجہ سے کبھی تلخ کلامی ہوئی تھی بعد میں صلح ہو گئی لیکن اس کے باوجود مرد اپنے دل میں اس کے خلاف عناد رکھتا ہے تو چاہیے کہ درگزر سے کام لے اور قطع تعلقی اور قطع رحمی نہ کرے اس لیے کہ احادیث مبارکہ میں اس کی شدید ممانعت آئی ہے۔

''حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا موجود ہو۔''

یعنی جس طرح صلہ رحمی سے اللہ پاک کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں اسی طرح قطع رحمی کی وجہ سے اللہ پاک جل شانہ، اپنی رحمت روک لیتے ہیں، اور یہی نہیں کہ صرف قطع رحمی کرنے والے سے بلکہ اس کی پوری قوم سے رحمت روک لی جاتی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص قطع رحمی کرتا ہے تو دوسرے لوگ اس کو صلہ رحمی پر آمادہ نہیں کرتے بلکہ خود بھی اس کے جواب میں قطع رحمی کا برتاؤ کرنے لگتے ہیں۔

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لفظ رحم لیا گیا لفظ رحمٰن سے (جو اللہ جل شانہ، کا نام ہے) پس اللہ جل شانہ، نے فرمایا کہ (اے رحم) جس نے تجھے جوڑے رکھا (یعنی تیرے حقوق ادا کیے) میں اس کو رحمت کے ساتھ اپنے سے ملالوں گا اور جس نے تجھے کاٹ دیا میں اس کو (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں گا (یعنی رحمت کے دائرے سے الگ کر دوں گا)۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۹، از بخاری)

معلوم ہوا کہ قطع رحمی کی سزا دنیا و آخرت دونوں میں بھگتنی پڑتی ہے، بہت سے خاندانوں میں برسہا برس گزر جاتے ہیں، اور آپس کے تعلقات ٹھیک نہیں ہوتے آپس میں قتل و خون تک ہو جاتے ہیں، اور مقدمہ بازی تو روزانہ کا مشغلہ بن جاتا ہے بھائی بھائی کچہری میں دشمن بنے کھڑے ہوتے ہیں، کہیں چچا بھتیجے دست و گریبان ہو رہے ہیں، کہیں بھائی بھائی میں نفاق ہے ایک نے سکنائی جائیداد دبالی ہے دوسرے نے زرعی زمین پر قبضہ کر لیا ہے، لڑ رہے ہیں، مر رہے ہیں، نہ سلام ہے نہ کلام ہے، آمنا سامنا ہوتا ہے تو ایک دوسرے سے منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔ بھلا ان چیزوں کا اسلام میں کہاں گزر ہے؟ اگر صلہ رحمی کے اصول پر چلیں تو خاندانوں کی ہر لڑائی فوراً ختم ہو جائے جو لوگ قطع رحمی کو اپنا لیتے ہیں، ان کی آنے والی نسلوں کو قطع رحمی کے نتائج برس ہا برس بھگتنے پڑتے ہیں۔

رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں بار بار رشتہ داروں کے ساتھ احسان اور اچھے برتاؤ کا حکم فرمایا ہے لہٰذا ان لوگوں کے حقوق کو بھی ادا کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر لازم اور ضروری ہے۔ خاص طور پر ان چند باتوں پر عمل کرنا تو لازمی ہے۔

۱۔ اگر اپنے عزیز و اقرباء مفلس و محتاج ہوں اور کھانے کمانے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو

اپنی طاقت بھر اور اپنی گنجائش کے مطابق ان کی مالی امداد کرتے ہیں۔

۲۔ کبھی کبھی اپنے رشتہ داروں کے یہاں آتے جاتے بھی رہیں اور ان کی خوشی اور غمی میں ہمیشہ شریک رہیں۔

۳۔ خبردار خبردار ہرگز ہرگز کبھی رشتہ داروں سے قطع تعلق کر کے رشتہ کو نہ کاٹیں، رشتہ داری کاٹ ڈالنے کا بہت بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۴۱۹ مجتبائی)

یعنی اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں نہیں داخل ہوگا۔

اگر رشتہ داروں کی طرف سے کوئی تکلیف بھی پہنچ جائے تو اس پر صبر کرنا اور پھر بھی ان سے میل جول اور تعلق کو برقرار رکھنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے میل ملاپ رکھو اور جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کر دو اور جو تمہارے ساتھ بدسلوکی کرے تم اس کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہو۔

اور ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے آدمی اپنے اہل و عیال کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کی مالداری بڑھ جاتی ہے اور اس کی عمر میں درازی اور برکت ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۴۲۰ مجتبائی)

ان حدیثوں سے سبق ملتا ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا کتنا بڑا اجر و ثواب ہے اور دنیا و آخرت میں اس کے فوائد و منافع کس قدر زیادہ ہیں اور رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی اور ان سے تعلق کاٹ لینے کا گناہ کتنا بھیانک اور خوفناک ہے اور دونوں جہان میں اس کا نقصان اور وبال کس قدر زیادہ خطرناک ہے اس لیے ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ اور نیک سلوک کرنے کا خاص طور پر دھیان رکھے یاد رکھو کہ شریعت کے احکام پر عمل کرنا ہی مسلمان کے لیے دونوں جہان میں صلاح و فلاح کا سامان ہے۔ شریعت کو چھوڑ کر کبھی بھی کوئی مسلمان

دونوں جہان میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

جو لوگ ذرا ذرا سی باتوں پر اپنی بہنوں، بیٹیوں، پھوپھیوں، خالاؤں، ماموؤں، چچاؤں، بھتیجوں، بھانجوں وغیرہ سے یہ کہہ کر قطع تعلق کر لیتے ہیں کہ آج سے میں تیرا رشتہ دار نہیں اور تو بھی میرا رشتہ دار نہیں اور پھر سلام کلام، ملنا جلنا بند کر دیتے ہیں یہاں تک کہ رشتہ داروں کی شادی و غمی کی تقریبات کا بائیکاٹ کر دیتے ہیں۔ حد ہو گئی کہ بعض بدنصیب اپنے قریبی رشتہ داروں کے جنازہ اور کفن دفن میں بھی شریک نہیں ہوتے تو ان حدیثوں کی روشنی میں تم خود ہی فیصلہ کرو کہ یہ لوگ کتنے بڑے بدبخت حرماں نصیب اور گنہگار ہیں۔

رشتہ داروں سے بھلائی کرو:

جو کوئی اپنے رشتہ دار کی زیادتیوں پر صبر کرتا ہے اور اس کے باوجود اس کے ساتھ بھلائی کرتا ہے اور حسن سلوک سے پیش آتا ہے تو اللہ رب العزت اسے اجر عظیم عطا فرماتا ہے حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن سے میں تعلق قائم کرتا ہوں مگر وہ بے تعلقی کا برتاؤ برتتے ہیں میں ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہوں مگر وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں میں ان کی حرکتوں کو برداشت کرتا ہوں مگر وہ جہالت پر اتر آتے ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے بیان کیا تو گویا تم انہیں گرم راکھ پھنکا رہے ہو اور تمہارے ساتھ جب تک تم ایسا کرتے رہو گے ان کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ رہے گا۔ (مسلم شریف)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے (میں اس کا کیا کروں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اپنے اوپر خرچ کرو۔ اس نے کہا

کہ ایک دینار اور بھی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد پر خرچ کرو۔ سائل نے کہا کہ دو دینار کے علاوہ بھی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، رشتہ داروں پر خرچ کرو۔ وہ کہنے لگا کہ تین سے ایک اور زیادہ بھی ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو یہ سن کر اس نے کہا کہ ایک اور بھی ہے۔ تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اب تمہیں اختیار ہے اور تم بہتر جان سکتے ہو۔ (ابوداؤد۔نسائی)

رشتہ دار اپنے ہوں یا بیوی کے ہر ایک کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے احادیث مبارکہ میں اس کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ بیوی کے لیے ایک مثالی خاوند وہی ہوتا ہے جس کے مزاج میں خوش اخلاقی اور مروت ہو جو دلوں کو توڑنے کی بجائے جوڑتا ہو۔ صلہ رحمی اور درگزر کرنے والا ہو۔ بیوی کے جذبات کا خاص طور پر خیال رکھتا ہو اپنے کسی بھی رویے سے کوئی ایسا تاثر قائم نہ کرتا ہو کہ جس سے بیوی پریشان ہو جائے یا وہ اپنی سبکی محسوس کرے۔ عورت کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے خاوند میں تمام اخلاقی خوبیاں موجود ہوں وہ گھر میں ہر وقت نوک جھونک کی فضا پیدا نہ کرے اس لیے مرد کو چاہیے کہ وہ اپنے گھریلو سکون کی خاطر اپنی بیوی کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچایا کرے بلکہ ہر جائز معاملہ میں اس کی حوصلہ افزائی کیا کرے اگر کوئی خلاف مزاج بات ہو جائے تو غصے کا اظہار کرنے اور گالی گلوچ سے پرہیز کرے علیحدگی میں بیوی کو پیار سے سمجھائے تو یقیناً یہ انداز زیادہ مفید اس کے لیے ثابت ہو گا اور گھریلو سکون کو قائم رکھنے میں بھی معاون ہو گا۔

بیوی کے دیے ہوئے تحفہ کو حقیر نہ جانے

کبھی کبھار کسی موقع کی مناسبت سے اگر میاں بیوی ایک دوسرے کو کوئی تحفہ دے دیا کریں تو اس سے دونوں کے مابین محبت و پیار میں خوب اضافہ ہو گا ضروری نہیں کہ تحفہ بہت زیادہ قیمتی ہی دیا جائے معمولی سی قیمت کا بھی تحفہ دیا جا سکتا ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ تحفے کی قیمت نہیں بلکہ تحفہ دینے والے کا خلوص اور محبت دیکھی جاتی ہے اس لیے کسی بھی صورت تحفے کو کمتر نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ خلوص سے دیے گئے تحفہ کی قدر کرنی چاہیے اس سے تحفہ دینے

والے کا دل خوش ہو جاتا ہے اور اس کی محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے خاص طور پر بیوی اگر اپنے خاوند کو کوئی تحفہ پیش کرے تو وہ ضرور اس بات کی توقع رکھتی ہے کہ اس کا خاوند اس کے اس فعل کو سراہے اور چند تعریفی کلمات اس کے بارے میں کہے پیار سے شکریہ ہی ادا کر دے تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ اس طرح کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو سمیٹ کر ہی اپنے گھر کو جنت نظیر بنایا جا سکتا ہے۔ وہ گھرانے جہاں پر چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو بھی بھرپور طریقے سے انجوائے کیا جاتا ہے اُن گھروں میں بہت کم تلخی کی فضا پیدا ہوتی ہے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ہو تو پھر معمولی معمولی خلاف مزاج باتوں سے درگزر کرنے کا سلیقہ بھی آ جاتا ہے۔ خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے دیے ہوئے تحفے کی قدر کرے اور تحفہ وصول کرتے ہوئے اسے یہ باور کرائے کہ اس کا دیا ہوا تحفہ اس کی پسند کے عین مطابق ہے اگر بالفرض تحفہ پسند نہ بھی آئے تو پھر بھی اس کا دل رکھنے کے لیے اچھے الفاظ استعمال کرے یاد رکھیے بیوی اگر اپنے میکہ سے کوئی چیز لا کر خود بنا کر پیش کرے تو مرد کو چاہیے کہ اگرچہ وہ چیز بالکل ہی گھٹیا درجے کی ہو مگر اس پر خوشی کا اظہار کرے اور نہایت ہی تپاک اور انتہائی چاہ کے ساتھ اس کو قبول کرے اور چند الفاظ تعریف کے بھی بیوی کے سامنے کہہ دے تاکہ بیوی کا دل بڑھ جائے اور اس کا حوصلہ بلند ہو جائے۔ خبردار خبردار بیوی کے پیش کیے ہوئے تحفوں کو کبھی ہرگز ہرگز نہ ٹھکرائے نہ ان کو حقیر بتائے نہ ان میں عیب نکالے ورنہ بیوی کا دل ٹوٹ جائے گا اور اس کا حوصلہ پست ہو جائے گا۔ یاد رکھو کہ ٹوٹا ہوا شیشہ جوڑا جا سکتا ہے مگر ٹوٹا ہوا دل بڑی مشکل سے جڑتا ہے اور جس طرح شیشہ جڑ جانے کے بعد بھی اس کا داغ نہیں مٹتا اسی طرح دل جڑ جائے پھر بھی دل میں داغ دھبہ باقی رہ جاتا ہے۔

اپنی بیوی کو بے پردگی سے بچائیے

خاوند کے لیے لازم ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھے کہ اس کی بیوی شریعت مطہرہ کے احکام کے مطابق پردے کا اہتمام کرتی ہے یا نہیں اگر وہ پردہ نہیں کرتی تو اسے پیار کے ساتھ پردے کے شرعی احکام کے بارے میں بتائے اور اس ضمن میں مکمل طور پر اپنی ذمہ داری کو پورا کرے۔ عورت کے بے پردہ پھرنے سے شیطان کے لیے بہت سی آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ جلد اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لیتا ہے اس لیے شیطان کی چالوں کو ناکام بنانے کے لیے عورت کا پردے میں رہنا بہت ضروری ہے اور پھر دین اسلام نے بھی اس کی تاکید کی ہے کہ عورت بے پردہ ہو کر گھر سے نہ نکلے تاکہ بد نظری کے فتنہ کا آغاز نہ ہو۔ اسلام حیاء اور شرم، عفت وعصمت، غیرت وحمیت والا دین ہے، اس نے انسانیت کو اونچا مقام دیا ہے، انسان اور حیوان میں جو امتیازی فرق ہے وہ اسلام کے احکام پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے، اسلام یہ ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ انسانوں میں حیوانیت آجائے، اور چوپایوں کی طرح زندگی گزاریں، مردوں اور عورتوں کے اندر جو ایک دوسرے کی طرف مائل ہونے کا فطری تقاضا ہے، شریعت اسلامیہ نے ان کی حدود مقرر فرمائی ہیں، حقوق نفس اور حظوظ نفس سب کا خیال رکھا ہے، لیکن انسان کو شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑا کہ جو چاہے کھائے اور جو چاہے پہنے اور جہاں چاہے نظر ڈالے اور جس سے چاہے لذت حاصل کرے، بہت سے لوگ جو نام نہاد مسلمان ہیں اگرچہ علوم عصریہ میں ماہر ہیں اور دنیاوی معاملات سے اچھی طرح واقف ہیں، یورپ وامریکہ کے یہود ونصاریٰ اور بد دین ملحدوں اور زندیقوں کی دیکھا دیکھی بلکہ ان کی ترغیب اور تحریر سے متاثر ہو کر مسلمانوں کو بھی بہیمیت کے سیلاب میں بہا دینا چاہتے ہیں، جب ان لوگوں کے سامنے پردہ کے احکام ومسائل پیش کیے جاتے ہیں

تو قرآن وحدیث کے واضح دلائل سامنے ہوتے ہوئے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب باتیں مولویوں نے نکالی ہیں، عورتوں کو بے پردہ پھرانے بلکہ کلبوں میں نچوانے کو یہ لوگ ترقی سے تعبیر کرتے ہیں۔

عورت صنف نازک تو ہے ہی، کم سمجھ بھی ہے، جب اس کو بہکایا جاتا ہے کہ پردہ ترقی کے لیے آڑ ہے اور ملا کی ایجاد ہے تو یہ اپنی نادانی سے اس بات کو باور کر لیتی ہیں اور میلوں اور جلسوں اور پارکوں، بازاروں اور تفریح گاہوں میں پردہ شکن ہو کر بے محابا مردوں کے سامنے گھومتی پھرتی ہیں، اور بے حیائی اور عفت وعصمت کے داغدار کرنے والے عمل کو ترقی سمجھتی ہیں، دشمنان اسلام نے بس ترقی کا لفظ یاد کر لیا ہے، اور یہ بھی نہیں جانتے کہ کس چیز کی ترقی محمود ہے اور کون سی ترقی مذموم ہے، اگر قوم کی بہو بیٹیاں بے پردہ ہو کر گھروں سے نکلیں اور بازاروں، پارکوں میں مردوں کے ساتھ مل جل کر گھومتی پھریں تو اس میں کس چیز کی ترقی ہے؟ کیا اس میں انسانیت بام ترقی تک پہنچ گئی؟ یا غیرت اور شرافت میں کچھ اضافہ ہو گیا؟ نہیں نہیں، اس سے تو عصمت وعفت کے لٹ جانے کی راہیں ہموار ہو گئیں، انسان کی شرافت اور کرامت برباد ہونے کے انتظامات ہو گئے، برائی کی ترقی بھی کیا کوئی ترقی ہے، ایسی ترقی تو شیطان اور اس کے دوستوں کو پسند ہوتی ہے، برائی کی ترقی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور مخلصین ومومنین ومومنات کو پسند نہیں ہوتی۔

پردہ کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے:

پردے کے سلسلے میں سب سے پہلے یہ بات یاد رہے کہ پردہ اللہ کی جانب سے فرض کیا گیا ہے، اس میں عورت کی عصمت وعفت ہی کا خیال رکھا گیا ہے، پردہ عورت کو غیر مردوں کی نگاہ سے بچاتا ہے، اس کی حفاظت کرتا ہے، بے شک مغرب میں پردہ نہیں اور وہاں کی عورتیں آزاد اور بے حجاب ہیں، مگر کیا اس آزادی سے وہاں کی عورتیں محفوظ ہو گئی ہیں، کون نہیں جانتا کہ بے پردگی نے مغرب کی عورت کو سخت نقصان پہنچایا، دنیا میں سب سے زیادہ ناجائز بچے مغرب ہی نے پیدا کیے، مغرب ہی کی لاکھوں عورتوں نے شادی کے بغیر ماں بن کر اپنی قیمتی ہستی تباہ کی، اس بے راہ روی، بداخلاقی اور بے عزتی اور سماج کی تباہی کو دیکھ کر

وہاں کی حکومتوں کو کاروائی کرنی پڑ رہی ہے، مغرب والے برسوں کی بداعمالی کی سزا اب بھگت رہے ہیں، اور اعتراف کررہے ہیں کہ ہم نے خدائی احکامات کو چھوڑ کر غلطی کی، مرد فطرتاً عورت کا پرستار ہوتا ہے، وہ عورت کی طرف بے اختیار کھنچتا ہے، عورت کے لیے مذہب، رسوم ورواج، خاندان، عقیدے، حد یہ کہ تخت وتاج اور بادشاہی کو بھی چھوڑ دینے کی روایتیں عام ہیں، عورت کے لیے لوگوں نے جنگیں لڑی ہیں، خون کیا ہے، اس کی چاہت کے لیے جان تک قربان کی ہے، جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں ہے اور اخبارات میں آپ پڑھتے ہیں، اور لوگوں سے زبانی سنتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ عورت کوئی معمولی چیز نہیں، ایک عظیم شئے ہے، جس کی حفاظت لازمی وضروری ہے، وہ لوگ جو عورت کو بے پردہ رکھنے کی باتیں کرتے ہیں، وہ حقیقت میں عورت کے دوست نہیں دشمن ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زوجہ مطہرہ کو پردہ کرایا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب پردہ نسواں کی آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مردوں کے سامنے ایک چادر وغیرہ کا پردہ ڈال کر حضرت زینبؓ کو اندر مستور کردیا، اس کے بعد تمام ازواج مطہراتؓ کا معمول یہ ہوگیا تھا کہ گھروں میں رہ کر پردہ کرتی تھیں، اور پردہ کے معاملہ میں بڑی احتیاط رکھتی تھیں۔

(بحوالہ معارف جلد ۷ ص ۲۱۴)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل:

پردے کا حکم نافذ ہونے کے بعد ہی ایک دفعہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہیں جارہے تھے۔ حضور انور اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت صفیہ بنت حیؓ بھی آپؐ کے پیچھے سوار تھیں اتفاقاً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا پاؤں پھسل گیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فوراً اپنی سواری پر سے کود کر عرض کرنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جان آپ پر قربان ہو آپؐ کو کوئی چوٹ تو نہیں لگی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں تم سب سے پہلے حضرت صفیہؓ کو دیکھو۔ یہ سن کر حضرت ابوطلحہؓ نے پہلے تو اپنے چہرہ پر کپڑا ڈالا۔ پھر حضرت صفیہؓ کے پاس پہنچے اور ان کے قریب پہنچ کر ان کے

اوپر کپڑا ڈال کر ان کو چھپادیا، اس کے بعد حضرت صفیہؓ کھڑی ہوگئیں، پھر اسی طرح مستور کر کے ان کو سواری پر سوار کیا دونوں حضرات سوار ہوکر مدینہ کی طرف تشریف لے چلے، ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد چل رہے تھے۔

(بحوالہ صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۲۱۹)

عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے اور بلاشبہ جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان تکنے لگتا ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ عورت اس وقت سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے۔

(الترغیب والترہیب للمنذری ص ۲۲۶ جلد ۱، از طبرانی)

اس حدیث میں اول تو عورت کا مقام بتایا ہے، یعنی یہ کہ وہ چھپا کر رکھنے کی چیز ہے، عورت کو بحیثیت عورت گھر کے اندر رہنا لازم ہے جو عورت پردہ سے باہر پھرنے لگے وہ حدودِ نسوانیت سے باہر ہوگئی۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب عورت گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف نظریں اٹھا اٹھا کر تاکنا شروع کردیتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جب عورت باہر نکلے گی تو شیطان کی یہ کوشش ہوگی کہ لوگ اس کے خدوخال اور حسن وجمال اور لباس و پوشاک پر نظر ڈال ڈال کر لطف اندوز ہوں۔

اس کے بعد فرمایا کہ عورت اس وقت سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے، جن عورتوں کو اللہ کی نزدیکی کی طلب اور رغبت ہے وہ گھر کے ہی اندر رہنے کو پسند کرتی ہیں، اور حتی الامکان گھر سے باہر نکلنے سے گریز کرتی ہیں۔

اسلام نے عورتوں کو ہدایت دی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے گھر کے اندر ہی رہیں، کسی مجبوری سے باہر نکلنے کی جو اجازت دی گئی ہے اس میں متعدد پابندیاں لگائی گئی

ہیں، مثلاً یہ کہ خوشبو لگا کر نہ نکلیں، اور یہ بھی حکم فرمایا ہے کہ عورت راستہ کے درمیان نہ چلے، اگر اسے باہر جانا ہی پڑے تو پورے بدن پر موٹی چادر لپیٹ کر چلے۔

نیز فرمایا کہ مرد کی نظر کسی نامحرم عورت پر یا عورت کی نظر کسی نامحرم مرد پر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹا لے، اگر عورت کو کسی نامحرم مرد سے بدرجہ مجبوری بات کرنی پڑے تو نرم گفتاری سے بات نہ کرے، اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے محرم بھی وہ ہو جس پر بھروسہ ہو، فاسق محرم جس پر اطمینان نہ ہو اس کے ساتھ سفر کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح شوہر یا محرم کے علاوہ کسی نامحرم مرد کے ساتھ تنہائی میں رہنے یا رات گذارنے کی بالکل اجازت نہیں ہے اور محرم بھی وہ ہو جس پر اطمینان ہو، یہ سب احکام درحقیقت عفت وعصمت محفوظ رکھنے کے لیے دیئے گئے ہیں۔

عورت کا پردہ کوئی نئی بات نہیں ہے:

یہ یاد رہے، کہ عورتوں کا اجنبی مردوں سے پردہ کرنا اور اجنبی مردوں کے ساتھ عورتوں کا بے تکلف ملاقات واختلاط نہ کرنا یہ کوئی آج نئی بات نہیں، بلکہ تمام انبیاء وصلحاء شرفاء میں ہمیشہ سے رہی ہے، کیونکہ یہ حیا وغیرت فطری وقدرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب جنت میں حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام نے شجر ممنوعہ کھا لیا تو فوراً ہی جنتی لباس اتر گیا اور ستر کھل گیا، تو قدرتی لحاظ سے وہاں بھی حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام نے اپنے ستر ڈھانپنے کے لیے پتے باندھ لیے اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں کا قصہ ہے، جو قرآن کریم میں آیا ہے کہ اس میں لڑکیاں اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لیے بستی کے کنویں پر گئیں، جہاں لوگوں کا ہجوم تھا، اور وہ سب اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے تو قرآن کریم میں ہے کہ یہ لڑکیاں ایک طرف الگ کھڑی ہو گئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کا اس وقت اتفاقی، طور پر مسافرانہ انداز میں وہاں گزر ہوا تو ان لڑکیوں کو علیحدہ کھڑے دیکھ کر دریافت کیا جواب میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیوں نے صرف دو باتیں بتلائیں۔

۱۔ پہلی بات یہ کہ اس وقت یہاں مردوں کا ہجوم ہے ہم اپنے جانوروں کو اس وقت پانی

پلائیں گے جب یہ لوگ فارغ ہو کر چلے جائیں گے۔

۲۔ دوسری بات یہ بتائی کہ ہمارے باپ بوڑھے ضعیف ہیں، جس کی وجہ سے ہمیں یہ کام بطور مجبوری کرنا پڑ گیا ورنہ گھر سے باہر کا کام تو صرف مردوں کا ہے۔

اس کے بعد ان دونوں لڑکیوں نے جب گھر میں جا کر اپنے والد محترم کو صورت حال بتائی، تو حضرت شعیبؑ نے اپنی صاحبزادیوں کو حکم دیا کہ جاؤ ان کو بلا کے لاؤ، جب وہ بلانے گئیں تو عورت سمجھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نگاہیں نیچے کر لیں، پھر جب چلنے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم میرے پیچھے پیچھے چلو! اور اپنے گھر کا راستہ پیچھے بتلاتی رہو، اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے پہلے زمانے میں اور ان کی شریعت میں بھی عورتوں مردوں کا دوش بدوش ہو کر چلنا اور بے تکلف میل ملاپ قابل مذمت تھا۔ یہ مردوں کے دوش بدوش کام کرنے کے دعوے اور بازاروں اور سڑکوں پر پریڈ کرنے اور تعلیم سے لے کر ہر شعبہ زندگی میں مردوں کے بے تکلف اختلاط، ضیافتوں اور کلبوں میں بے تکلف ملاقاتوں کا سلسلہ، صرف یورپین اقوام کی بے حیائی اور فحاشی کی پیداوار ہے، ورنہ صرف اہل شرائع ہی نہیں دنیا کے عام شریف خاندانوں میں بھی ایسا اختلاط نہیں تھا، عرب کی پوری تاریخ اس پر شاہد ہے۔

عورت کے پردے کے بارے میں قرآن واحادیث میں واضح احکامات موجود ہیں اس حوالے سے سطور بالا میں مختصر طور پر اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان خاوند ان سے آگاہ ہو کر اپنی بیوی کو پردے کی ضرورت، اہمیت اور فرضیت کے بارے میں بتائے اور بیوی سے پردے کی پابندی کرائے جو کہ یقیناً خاوند اور بیوی دونوں کے مفاد میں ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی کے حصول کا باعث ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اے لوگو کیا تمہاری غیرت یہ گوارا کرتی ہے کہ تمہاری بیویاں بازاروں میں سڑکوں پر کافر عورتوں کے ساتھ گھومتی پھریں اور اپنا جسم مردوں کے جسم کے ساتھ رگڑ کر چلیں، خدا اس کا بہت برا کرے جس کے پاس غیرت نہ ہو۔

(بحوالہ احیاء جلد ۲ ص ۔۱۱۶)

سسرال والوں کو تنگ نہ کرے

دنیا کی چکا چوند سے متاثر ہو کر بعض مرد جن کی آمدنی محدود ہوتی ہے یا جن کے اوپر لالچ اور حرص کا بھوت سوار ہوتا ہے جو دولت کے حصول میں اس قدر خود غرض اور لالچی ہوتے ہیں کہ اگر ان کی بیوی کا تعلق کھاتے پیتے گھرانے سے ہو یعنی سسرال والے دولت مند ہوں تو اپنے رشتے کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے سسرال والوں کو اس حد تک تنگ کرتے ہیں کہ ان کی زندگی جہنم بنا کر رکھ دیتے ہیں طرح طرح کے مطالبے کرتے ہیں مطالبے پورے نہ ہوں تو اُن کی بیٹی کو طلاق کی دھمکیاں دے کر پریشان کرتے ہیں داماد کے مطالبوں سے تنگ آ کر لڑکی کے گھر والے مجبوراً اپنے داماد کا مطالبہ پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ہر وقت اسی خوف اور پریشانی میں رہتے ہیں کہ کہیں اُن کی بیٹی کو طلاق نہ ہو جائے اپنی بیٹی کے گھر کو آباد رکھنے کی خاطر داماد کے مطالبے پورے کرتے جاتے ہیں۔

بعض داماد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے سسرال والے سفید پوش لوگ ہوتے ہیں ان کے ہاں مال و دولت کی فراوانی نہیں ہوتی مگر اس کے باوجود وہ لالچی داماد کے مطالبے پورے کرنے کے لیے اپنی بھرپور کوشش کرتے ہیں ان کو ہر وقت یہ خدشہ لگا رہتا ہے کہ کہیں ان کی بیٹی کا گھر نہ اُجڑ جائے۔ ہر مسلمان کو قناعت کی دولت حاصل کرنی چاہیے اور لالچ سے پرہیز کرنا چاہیے لالچ بُری بلا ہے جو انسان کا کسی بھی وقت پیچھا نہیں چھوڑتی۔ لالچی خاوند سے اس کی بیوی بھی ناخوش رہتی ہے اور مجبوری کے ساتھ اپنے تعلق اور ذمہ داری کو نبھاتی ہے کیونکہ وہ یہ نہیں چاہتی کہ اس کے میکے والوں کو اس کا خاوند ناجائز تنگ کرے۔

لالچ ایک یہ بہت ہی بُری خصلت ہے اور نہایت خراب عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کو جو رزق و نعمت اور مال و دولت یا جاہ و مرتبہ ملا ہے اس پر راضی ہو کر قناعت کر لینا چاہیے۔ دوسروں کی دولت اور نعمتوں کو دیکھ دیکھ کر خود بھی اس کو حاصل کرنے کے چکر میں پریشان حال رہنا اور غلط و صحیح ہر قسم کی تدبیروں میں دن رات لگے رہنا۔ یہی جذبہ حرص و لالچ کہلاتا ہے اور حرص و طمع درحقیقت انسان کی ایک پیدائشی خصلت ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر آدمی کے پاس دو میدان بھر سونا ہو جائے تو پھر وہ ایک تیسرے میدان کو طلب کرے گا کہ وہ بھی سونے سے بھر جائے اور ابن آدم کے پیٹ کو قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور جو شخص اس سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا۔ (مشکوۃ جلد۲ص ۴۵۰ مجتبائی)

اور ایک حدیث میں ہے کہ ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں ایک امید دوسری مال کی محبت۔ (احیاء العلوم جلد۳ص ۲۳۸ وغیرہ)

لالچ اور حرص کا جذبہ خوراک لباس مکان، سامان، دولت، عزت، شہرت غرض ہر نعمت میں ہوا کرتا ہے اگر لالچ کا جذبہ کسی انسان میں بڑھ جاتا ہے تو وہ انسان طرح طرح کی بداخلاقیوں اور بے مروتی کے کاموں میں پڑ جاتا ہے اور بڑے سے بڑے گناہوں سے بھی نہیں چوکتا۔ بلکہ سچ پوچھیے تو حرص و طمع اور لالچ درحقیقت ہزاروں گناہوں کا سرچشمہ ہے اس سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیے۔

لالچ کا علاج:

اس قلبی مرض کا علاج صبر و قناعت ہے یعنی جو کچھ خدا کی طرف سے بندے کو مل جائے اس پر راضی ہو کر خدا کا شکر بجالائے اور اس عقیدہ پر جم جائے کہ انسان جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اسی وقت فرشتہ خدا کے حکم سے انسان کی چار چیزیں لکھ دیتا ہے۔ انسان کی عمر، انسان کی روزی، انسان کی نیک نصیبی، انسان کی بدنصیبی۔ یہی انسان کا نوشتہ تقدیر ہے۔ لاکھ سر مارو مگر وہی ملے گا جو تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے اس کے بعد یہ سمجھ لو کہ خدا کی رضا اور اس

کی عطا پر راضی ہو جاؤ اور یہ کہہ کر لالچ کے قلعے کو ڈھا دو کہ جو میری تقدیر میں تھا وہ مجھے ملا اور جو میری تقدیر میں ہو گا وہ آئندہ ملے گا اور اگر کچھ کمی کی وجہ سے قلب میں تکلیف ہو اور نفس اِدھر اُدھر لپکے تو صبر کر کے نفس کی لگام کھینچ لو۔ اسی طرح رفتہ رفتہ قلب میں قناعت کا نور چمک اٹھے گا اور حرص و لالچ کا اندھیرا دل چھٹ جائے گا۔ یاد رکھو ۔

حرص ذلت بھری فقیری ہے　　　جو قناعت کرے تونگر ہے

انسان کو جو کچھ خدا کی طرف سے مل جائے اس پر راضی ہو کر زندگی بسر کرتے ہوئے حرص اور لالچ کو چھوڑ دینا اس کو قناعت کہتے ہیں۔ قناعت کی عادت انسان کے لیے خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ قناعت پسند انسان سکون واطمینان کی دولت سے مالا مال رہتا ہے اور حریص اور لالچی انسان ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔

بچوں کے سامنے بیوی سے جھگڑا نہ کرے

گھر میں میاں بیوی کے مابین کسی بات پر اختلاف ہو جانا کوئی بُری بات نہیں ہے مگر اس اختلاف کو جھگڑے کی بنیاد نہیں بننا چاہیے اگر بالفرض ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ صبر وتحمل سے کام لینا چاہیے اس کا بہترین علاج خاموشی ہے اگر دونوں چند منٹوں کے لیے خاموشی اختیار کر لیں تو پھر وقت کے ساتھ غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور جھگڑے کی نوبت نہیں آتی۔ گھر میں بچے موجود ہوں تو پھر خاص طور پر اس بات کا خیال رکھا جائے کہ بچوں کے سامنے جھگڑے کی کیفیت پیدا نہ ہو سمجھدار خاوند کو چاہیے کہ وہ بچوں کے سامنے بیوی کے ساتھ نہ جھگڑے اور فحش گوئی سے پرہیز کرے کیونکہ بچے باپ کے رویے کا اثر بہت جلد قبول کرتے ہیں اپنے باپ کو جھگڑتا ہوا دیکھنے سے بچوں کے ذہنوں پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں جو یقیناً ان کے لیے کوئی مفید بات نہیں ہے۔ لڑائی جھگڑا تو ویسی ہی بُری بات ہے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جھگڑالو آدمی کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اس لیے اگر مزاج کے خلاف کوئی بات ہو جائے تو سہولیت اور معقول گفتگو کے ساتھ معاملے کو طے کر لینا نہایت ہی عمدہ اور بہترین عادت ہے۔ جھگڑے تکرار کی عادت کمینوں اور بدتہذیب لوگوں کا طریقہ ہے اور یہ عادت انسان کے لیے ایک بہت مصیبت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

گھر میں بیوی کے ساتھ جھگڑے کی نوبت آ جائے تو اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھے کوئی بُرے الفاظ منہ سے نہ نکالے کہ جس سے بچوں کے اخلاق پر منفی اثرات پڑیں۔ اپنی زبان کی اچھی طرح حفاظت کرے کہ فحش گالیاں نہ منہ سے نکلیں زبان ہی کی وجہ سے بہت سی لڑائیاں جنم لیتی ہیں اگر زبان کو قابو میں نہ رکھا جائے تو پھر اس کا خمیازہ ضرور بھگتنا

پڑتا ہے ایک حدیث پاک میں آتا ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو جسم کے تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزانہ یہ کہتے ہیں کہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈر کہ ہم سب تیرے ساتھ وابستہ ہیں اگر تو سیدھی رہی تو ہم سب سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ (ترمذی شریف)

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے، حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! سب سے زیادہ کس چیز کا مجھ پر خوف ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان اطہر پکڑ کر ارشاد فرمایا یہ ہے۔ (ترمذی شریف)

زبان کی حفاظت کے ضمن میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص میرے لیے اس چیز کا ضامن ہو جائے جو اس کے جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور اس کا جو اس کے دونوں پاؤں کے درمیان میں ہے (یعنی شرمگاہ) تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

(بخاری شریف)

بیوی کے ساتھ تلخی کی صورت پیدا ہو جائے تو مسلمان خاوند کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھے بچے ماں باپ کے کردار کا اثر جلد قبول کر لیتے ہیں اپنے بچوں کی کردار سازی کرتے ہوئے اس بات کا خصوصی طور خیال رکھا جائے کہ گھر میں اُن کے سامنے جھگڑے کی فضا قائم نہ ہو بچے ماں باپ کو جھگڑتا ہوا دیکھتے ہیں تو وہ پریشان ہو جاتے ہیں اُن کی نگاہ میں دونوں کا احترام موجود ہوتا ہے اس لیے اُن کا پریشان ہو جانا بجا ہے وہ لڑائی میں کسی ایک کی طرفداری کا خطرہ مول نہیں لیتے اس لیے اپنے بچوں کو آزمائش میں نہ ڈالیے صبر و تحمل کو اپنی عادت کا حصہ بنایئے گھر کی فضا کو خوشگوار رکھتے ہوئے زندگی کو پر مسرت بنانے کی کوشش کریں۔

بیوی سے ہمبستری کی ممانعت کے ایام کا لحاظ رکھے

عورت اللہ رب العزت کی ان گنت نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کسی اور مٹی سے نہیں بلکہ خود مرد کے بدن سے بنایا کہ یہ اس کی خدمت گزار بن کر نہیں بلکہ اس کی شریک حیات بن کر ساتھ ساتھ زندگی کے دن گزارے شادی ہو جانے کے بعد اسلام نے پورا موقع اور مکمل اجازت دی ہے کہ خاوند بیوی سے اور بیوی خاوند سے دستور کے مطابق پوری طرح متمتع ہوں۔ اس ضمن میں کوئی قدغن نہیں لگائی گئی اور کوئی رکاوٹ باقی نہیں رکھی گئی ہے نہ ہی دوسروں کی رکاوٹ برداشت کی گئی ہے باہمی تعلق کو قائم کرنے کے لیے دن اور رات کی کوئی قید نہیں رکھی البتہ بعض ایسے ایام اور مواقع ہیں جن میں خاوند کو بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنے کی ممانعت کی گئی ہے لہٰذا خاوند کو چاہیے کہ اس شرعی ممانعت کا لحاظ رکھے۔

روزہ کی حالت میں:

سال میں ایک مہینہ رمضان المبارک کا آتا ہے جس میں ہر مسلمان مرد و عورت پر روزہ فرض ہے اور حالت روزہ میں مقاربت کی اجازت نہیں ہے مگر پھر بھی باہم گفتگو اور دلچسپی کی باتوں کی ممانعت نہیں کی گئی ہے ممانعت کا تعلق صرف روزے کی حد تک ہے افطار کے بعد اور ان وقتوں کے علاوہ جیسا کہ معلوم ہے رمضان میں بھی آزادی عطا کی گئی ہے چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''روزوں کی راتوں میں تمہارے لیے اپنی عورتوں کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔'' (سورۃ البقرہ)

امام طبری نے اس آیت کے تحت نکتہ کے طور پر کیا (ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ) میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے حق میں بمنزلہ پوشاک کے ہیں۔ کیونکہ ہمخوابی کے وقت ان کی پوشاک اتر جاتی ہے اور دونوں ایک لباس میں ملتے ہیں اور باہم اس طرح ہم آغوش ہوتے ہیں جیسے بدن کا لباس بدن سے ملا ہوتا ہے۔ جب دو آدمی ایک دوسرے سے اس طرح گھل مل جاتے ہیں، تو کہا جاتا ہے کہ وہ ایک قالب ایک پوشاک کی طرح ہم آہنگ ہیں۔ یا ایک دوسرے کے لیے پوشاک کا درجہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ پوشاک بھی (پردہ پوشی اور) سکون کا باعث ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا. (فرقان:47)

وہی تو ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ (کا وقت) بنایا۔

یعنی تسلی کا باعث بنایا جس سے تم سکون پاتے ہو۔ ہر آدمی کے حق میں اس کی بیوی کا یہی حال ہوتا ہے۔ اس کے سہارے اسے سکھ چین اور سکون قلب نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا. (اعراف:189)

اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس سے سکون (خاطر) حاصل کرے۔

اس طرح گویا ساتھ رہائش اور سکونت ہونے کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے لیے آڑ اور بمنزلہ پوشاک کے بن جاتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے ایک اور آیت مبارکہ میں اس بات کی اجازت دی ہے کہ غروب آفتاب کے بعد سے میاں بیوی سے بیوی خاوند سے ہر طرح لطف اندوز ہوسکتی ہے اس طرح جس طرح کھانے پینے کی عام اجازت ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

ترجمہ: ”سو تم ان سے ملو ملاؤ اور جو تمہارے لیے تجویز کر دیا ہے اس کا سامان کرو اور کھاؤ پیئو اس وقت تک کہ تم کو سفید خط صبح کا متمیز ہو جائے سیاہ خط سے۔“ (سورۃ البقرہ)

حیض ونفاس کے دنوں میں ممانعت:

یہ دو مواقع ایسے ہیں جن میں عورت قدرتی طور پر گندگی میں مبتلا رہتی ہے ایک حیض کا وقت ہے جو خون غیر حاملہ کو ہر مہینہ آیا کرتا ہے۔ جس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے اور کم سے کم تین دن، دوسرا نفاس کا زمانہ ہے کہ عورت کے ہاں جب ولادت ہوتی ہے اس کے بعد اس کو مسلسل کئی ہفتے خون آتا رہتا ہے اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس یوم ہے اور کم کے لیے کوئی خاص مدت متعین نہیں ہے حیض ونفاس کے ان دنوں میں بھی مقاربت سے پرہیز کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے یہ گندگی کا زمانہ ہوتا ہے طبعًا ایسے وقت میں عورت کے پاس جانے سے نفرت ہوتی ہے دوسرے مہلک امراض کے پیدا ہونے کا بھی خدشہ رہتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ”لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے وہ گندی چیز ہے پس تم حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان سے قربت نہ کیا کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں، پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ جاؤ جس جگہ سے اللہ تعالیٰ نے تم کو اجازت دی ہے۔“ (سورۂ بقرہ۔ آیت ۲۸)

ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت زید بن اسلمؒ (تابعی) کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ جب میری بیوی کے ماہواری کے دن ہوں اس وقت میرے لیے ازدواجی سلسلہ کے تعلقات کی کس حد تک اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کے جسم پر تہبند باندھ دو، پھر اس کے اوپر کے حصہ میں مشغول ہو سکتے ہو (مثلاً بوسہ لے سکتے ہو)۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۵۶، از موطا ومسند دارمی)

ماہواری کے زمانہ کے متعلق جو احکام ہیں ان میں ایک یہ حکم بھی ہے کہ عورت کا شوہر اس سے لذت حاصل نہ کرے، لیکن لذت حاصل کرنے کی کئی صورتیں ہیں، اور حکم بھی الگ الگ ہے، میاں بیوی کا جو ایک خاص کام ہے جس میں شرم کی سب حدیں ٹوٹ جاتی ہیں یہ زمانہ حیض میں بالکل حرام ہے، اگر کبھی ایسا ہو جائے تو توبہ کریں۔

باقی رہا ایام ماہواری میں حیض والی عورت کے سات اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، تو یہ سب جائز ہے، مگر اس بات کا خیال لازم ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک عورت کے جسم کا جو حصہ ہے ایام ماہواری میں شوہر اس حصہ کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ کوئی دوسرا اعضو اس سے چھوائے، ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے عورت کے جسم کا جو حصہ ہے ایام ماہواری میں شوہر اس کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور بوسہ دے سکتا ہے، حدیث بالا میں جو یہ فرمایا کہ ''حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو تہبند بندھوا کر اس کے اوپر والے حصہ میں مشغول ہو سکتا ہے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ بوسہ لے سکتا ہے، سر، سینہ، کمر چھو سکتا ہے۔

مسئلہ: جو تفصیل ابھی بیان ہوئی ہے عورت پر لازم ہے کہ مرد کو اس کی خلاف ورزی نہ کرنے دے اور مقاربت تو بالکل ہی نہ ہونے دے، اگر عورت کی رضامندی سے گناہ کا کام ہوگا تو وہ بھی گنہگار ہوگی، جہاں تک ممکن ہو مرد کو گناہ سے باز رکھے۔

مسئلہ: نفاس کے زمانہ میں بھی میاں بیوی مقاربت نہ کریں، اس زمانہ میں وہ شرعاً حرام ہے، البتہ نفاس والی عورت کے ساتھ اس کا شوہر یا اولاد یا دوسرے محرم کھا پی سکتے ہیں اور اٹھ بیٹھ سکتے ہیں۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کا حیض دس دن دس رات پورے ہو جانے پر ختم ہوا ہے اور اس عورت نے سستی کاہلی کی وجہ سے غسل نہیں کیا تو اس کا شوہر غسل کرنے سے پہلے بھی اس سے مقاربت کر سکتا ہے مگر بہتر اور افضل یہی ہے کہ غسل سے پہلے پرہیز کرے۔

مسئلہ: اور اگر دس دن کے اندر اندر عادت کے مطابق کسی عورت کا حیض ختم ہو گیا (جیسے کسی کو پانچ یا چھ دن کی عادت تھی) اور عورت نے ابھی غسل نہیں کیا ہے اور نہ کسی نماز کا آخری وقت اس قدر گزرا ہے کہ جس میں غسل کرنے اور تکبیر تحریمہ کہنے کی گنجائش باقی ہو تو اس صورت میں اس کا شوہر اس سے مقاربت نہیں کر سکتا ہاں اگر عورت غسل کر چکی ہے یا ایک نماز کا وقت گزر گیا کہ جس میں غسل کر کے تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہہ سکتی تھی، تو میاں بیوی کی مقاربت جائز ہے۔

مسئلہ: جتنے دن حیض آنے کی عادت ہے اگر اس سے کم دن حیض آ کر رہ گیا۔ مثلاً سات دن

کی عادت تھی، کسی مہینہ پانچ دن آ کر خون بند ہو گیا تو عورت کو چاہیے کہ غسل کر کے نماز اور فرض روزہ شروع کر دے، لیکن اس کے شوہر کو مقاربت کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ غسل کر چکی ہو، ایام عادت پورے ہونے کا انتظار کرے۔

حیض و نفاس سے فراغت کے بعد خاوند کے لیے کسی طرح کی کوئی رکاوٹ اور قدغن نہیں ہے ان چند دنوں میں عورت آرام کر کے تازہ دم ہو جاتی ہے اور حیض کے بعد اس میں حمل کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ یہی وہ مواقع ہیں جن میں خاوند کو بیوی سے ہمبستری کرنے کی ممانعت کی گئی ہے ان مواقع کے علاوہ اگر کوئی شرعی قباحت پیش نہ آ گئی ہو تو ہر وقت خاوند اور بیوی باہم مل سکتے ہیں اور تسکین نفس حاصل کر سکتے ہیں۔

بیٹا پیدا نہ کرنے پر بیوی کو تنقید کا نشانہ نہ بنایئے

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد سے قبل بچیوں کو زمین میں گاڑ دنیا ایک رواج بن چکا تھا جانوروں کی طرح ان کا بھی بیوپار ہوتا لوگ بیٹیوں، بہنوں اور بیویوں کو جوتوں کے ہار پہنا کر ان کی تذلیل کرتے ایسے ظلمت کے دور میں ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کو مقام اور حقوق عطا کیے اور اپنے گھر سے اس عظیم احسان کا آغاز کرتے ہوئے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اپنی پیاری صاحبزادیوں خصوصاً سب سے چھوٹی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احترام کی مثالیں قائم کیں اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور خلفائے راشدین نے بھی اس پیغام کو آگے بڑھایا۔ کس قدر افسوس کی بات ہے آج جبکہ ہم سب مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں ہمارے معاشرے میں بہت سے گھرانے ایسے بھی ہیں۔ جہاں بات بات پر بیٹا نہ ہونے پر خاوند اور سسرال والوں کی طرف سے عورت کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے گھر سے نکال دینے کی دھمکیاں، لڑائی جھگڑوں میں گالی گلوچ اور مار پیٹ سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ یہ وہ تکلیف دہ عوامل ہیں کہ جن سے اکثر عورتوں کو گزرنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ عورت ایک کمزور صنف نازک ہے جس طرح خاوند اسے گھر میں رکھنا چاہے اُسے رہنا پڑتا ہے۔

اس افسوس ناک حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ہمارے معاشرے میں مردوں کو عورتوں کی زندگی کا حاکم سمجھا جاتا ہے جسمانی طور پر عورت کا کمزور ہونا بچے کی ولادت کی ذمہ داریاں ادا کرنا اور معاشی لحاظ سے مردوں پر انحصار کرنا یہ تمام عوامل مل کر مردوں کو عورتوں کا محافظ اور کفیل بناتے ہیں جس کی وجہ سے عورتوں پر مرد کا درجہ برتر ہو جاتا ہے اور عورتوں کے اوپر حکمرانی اور تشدد کا ماحول وجود میں آتا ہے انہی وجوہات کی بناء پر بیٹا پیدا نہ کرنے کی

پاداش میں عورتوں کے خلاف گھریلو تشدد میں برابر اور مستقل اضافہ ہو رہا ہے۔

یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بیٹا پیدا ہونے کی اُمید میں ہر مرتبہ لڑکی کی پیدائش مرد کی لڑکے کی خواہش اور آرزو میں اور زیادہ شدت پیدا کر دیتی ہے کیونکہ زیادہ تر مرد بیٹے کے ہی خواہش مند ہوتے ہیں۔ اگر کوئی عورت ایک سے زیادہ بچیوں کو جنم دیتی ہے تو سسرال میں اس کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے ہمارے معاشرے میں آج بھی لوگ یہ نہیں سمجھ پائے کہ بچہ کی جنس کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ نے مرد کو بنایا ہے۔ خواتین کی اکثریت اپنے اوپر ہونے والے مظالم پر خاموشی اختیار کر لیتی ہے جس کا اثر ان کی آئندہ زندگی پر یوں پڑتا ہے کہ ایک عورت کی خود اعتمادی اور عزت نفس مجروح ہو جاتی ہے۔

ایک مسلمان خاوند کو ان تمام باتوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ دینی چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے بیٹا نہ ہونے کی صورت میں اس کا الزام عورت کے سر نہ تھوپے اور اس بناء پر اس کے ساتھ تشدد آمیز رویہ اختیار نہ کرے اپنی بیوی کی عزت نفس کا خیال رکھے اگر اس کے گھر والے یعنی اس کی والدہ یا بہنیں اس بات کو بنیاد بنا کر اس کی بیوی کے ساتھ فضول جھگڑا کریں یا طعنے دیں تو اُن کو پیار سے سمجھائے اور ان کو بتائے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جس کو چاہے بیٹا عطا کرے جسے چاہے بیٹی سے نوازے اس میں اس عورت کا کوئی قصور نہیں ہے جو اولاد کو پیدا کرتی ہے۔ گھر میں بیوی کے ساتھ اگر خاوند کا رویہ ٹھیک ہو تو بیوی کو ایک طرح کا حوصلہ مل جاتا ہے وہ اپنے سسرال والوں کی تمام تلخ باتیں سن کر بھلا دیتی ہے صرف اور صرف یہ خیال کر کے کہ اس کا خاوند تو اس کے ساتھ ہے اس کا ہمدرد اور اس سے پیار کرنے والا ہے اس کے برعکس اگر خاوند بھی بیوی کو طعنے دے اور تنقید کا نشانہ بنائے تو پھر اُس کا دل ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے خاوند کے لیے ہی تو سسرال والوں کے طعنے برداشت کرتی ہے اگر خاوند بھی اپنی ماں اور بہنوں کے کہنے میں آ کر اس سے اچھا سلوک نہ کرے تو وہ بے چاری سوائے رونے اور کڑھنے کے اور کیا کر سکتی ہے اس لیے بیوی کی مجبوری کا ناجائز فائدہ نہ اٹھایئے اور اپنی شریک حیات کو خوش رکھنے کی کوشش کیجئے۔

لڑائی کی صورت میں صلح کر لینی چاہیے

اگر کسی وجہ سے میاں بیوی کے مابین تلخی پیدا ہو جائے اور نوبت جھگڑے تک پہنچ جائے تو اس صورت حال کو طول نہیں دینا چاہیے اور صلح کر لینی چاہیے تا کہ جھگڑے کی وجہ سے اس کے بُرے اثرات بچوں پر نہ پڑیں اور گھر ٹوٹنے سے بچ جائے اگر بیوی نے کوئی ایسی بات کر دی ہے جس سے جھگڑا پیدا ہوا ہے یا بیوی کے مزاج میں سرکشی پیدا ہو گئی ہے جس کی وجہ سے میاں بیوی کے مابین ہر وقت جھگڑا ہوتا رہتا ہے تو خاوند کو چاہیے کہ وہ بیوی کو نرمی سے سمجھانے کی کوشش کرے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''اور جن بیویوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو انہیں پہلے بخوبی سمجھا دو (اگر نہ سمجھیں تو) ان کے ساتھ سونا ترک کر دو۔ (اگر پھر بھی نہ سمجھیں تو) انہیں مارو پھر اگر وہ فرماں بردار ہو جائیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو۔ بے شک اللہ تعالیٰ عالی شان اور بلند مرتبہ ہے۔ (سورۃ النساء)

یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کی نافرمانی کرے تو خاوند کو چاہیے نرمی اور پیار سے اس کی تربیت اور درستی کی کوشش کرے۔ مثلاً سب سے پہلے شوہر اسے وعظ و نصیحت کرے، احکام الٰہی اسے یاد دلائے، اطاعت پر اجر و ثواب اور نافرمانی کرنے والی عورتوں کے لیے دوزخ کی آگ سے جس طرح ڈرایا دھمکایا گیا ہے، اس سے اس کو آگاہ کرے۔ اگر نصیحت کارآمد نہ ہو، تو شوہر اسے خوابگاہ میں اس طرح چھوڑ دے کہ اس سے صحبت نہ کرے، لیکن شرط یہ ہے کہ اپنے اور اس کے مشترکہ بستر سے علیحدہ نہ ہو، بلکہ دوسری طرف ہو کر سو جائے، بشرطیکہ مرد مضبوط ارادے کا مالک ہو، تا کہ نافرمان

عورت پر یہ حقیقت عیاں ہو جائے کہ جب تک خاوند کی فرمانبرداری نہ ہو گی خاوند اس کے حسن کے جلووں سے متاثر اور ناز و انداز کے تیروں سے گھائل نہیں ہو سکتا اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ عورت اپنی روش سے باز آئے گی۔ اس کے غرور اور تکبر کا سر نیچا ہو گا اور وہ دوبارہ شائستہ اور نیک اطوار ہو جائے گی۔ لیکن اگر یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو تو خاندان کی بھلائی اور اس کے آئندہ مفاد کے لیے مرد کو یہ اجازت ہے کہ اپنی بیوی کو مناسب طریقہ سے جسمانی اذیت پہنچائے، اسے مارے اور احادیث مقدسہ میں اس مار کا بھی معقول طریقہ بتایا گیا ہے۔ لیکن کسی شوہر کے لیے یہ مناسب نہیں ہو گا کہ وہ ان تمام سزاؤں کو ایک ساتھ یکجا کرے۔ اس کے بجائے اسے تدریج اور تدبیر سے کام لینا چاہیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝ (نساء:34)

بیشک اللہ عالی شان اور بلند مرتبہ ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں اس آیت میں مردوں کو تنبیہہ کی گئی ہے کہ ''اگر انہوں نے عورتوں پر کسی معقول وجوہات کے بغیر جبر و زیادتی کی، تو یہ ان کے حق میں برا ہو گا کیونکہ اللہ بڑا بلند و بالا، بڑا زبردست ہے۔'' مار پیٹ اور زجر و توبیخ کے اس نظام پر بعض لوگوں کو بڑا اعتراض ہے۔ لیکن مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہے کہ اصلاح و تربیت کی بعض ناگزیر صورتوں میں اس کی بڑی ضرورت ہے۔ جیسے نافرمانی اور سرکشی کا عام ہو جانا وغیرہ۔ دور کیوں جایئے آج تربیت اور اصلاح کے یورپین ماہرین بھی طلباء کی نافرمانی اور سرکشی کی صورتوں میں لوٹ کر اسی جسمانی اذیت اور مار پیٹ کو سودمند اور مؤثر سمجھنے لگے ہیں۔ جبکہ اس تدبیر اور علاج کو اختیار اور ایجاد کرنے کا عظیم سہرا اسلام کے سر جاتا ہے۔ جس نے جدید تربیتی نظریوں کے مطابق عورتوں کی نفسیات کا خصوصی خیال رکھا اور مختلف نفسیاتی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے سزاؤں میں بھی تنوع اور فرق کو ملحوظ رکھا ہے۔ مثال کے طور پر بستر پر چھوڑ دینے کی اس تلقین میں عظمت اور سحر آفرینی کا زبردست راز مضمر ہے۔ کیونکہ ایک بستر پر اپنے پیچھے بیوی کو سلائے رکھنے لیکن اس کی طرف ملتفت نہ ہونے میں خاوند کی جادو بھری زبردست شخصیت کا ثبوت ملتا ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت اپنی تمامتر فتنہ سامانی اور عشوہ و ناز سے

تیروں سے آراستہ ہونے کے باوجود بھی مرد کی قد آور شخصیت کے آگے بے بس ہے، اس کا ضعف اور کمزوری عیاں ہے اور بالآخر جلد ہی مجبور ہو کر اسے خاوند کی تابعداری اور اطاعت کے لیے سرِ تسلیم خم کرنا ہوگا۔ آداب و اخلاق سے مزین ہو کر آئندہ ہر قسم کی نافرمانی سے گریز کرنا ہوگا۔ اس لیے خاوند کی سحر آفریں شخصیت کے آگے اس کی ایک بھی نہیں چل سکے گی۔ یہ تمام اقدامات ایک خاوند کی طرف سے بیوی کے ساتھ صلح اور اسے راہ راست پر لانے کے لیے ہیں اس لیے خاوند کو بجائے بیوی کے ساتھ جھگڑا کرنے کے اسلامی اصولوں کے مطابق بیوی کے ساتھ نباہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

میاں بیوی کو سمجھداری سے کام لینا چاہیے:

بعض اوقات بیوی سمجھداری سے کام لیتی ہے اور اپنے گھر کو قائم رکھنے کے لیے خاوند کے ساتھ اس طرح سمجھوتہ کر لیتی ہے کہ جھگڑا پیدا ہی نہیں ہوتا اس صورت میں خاوند کو بھی چاہیے کہ وہ بیوی کی سمجھداری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے بیوی سے صلح کرنے میں پس و پیش نہ کرے اس طرح دونوں کی صلح سے گھر ٹوٹنے سے بچ جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں (کسی قرارداد پر) صلح کر لیں اور صلح بہر حال بہتر ہے اور مال کی حرص تو سب ہی میں ہوتی ہے اور اگر تم ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو، اللہ تعالیٰ اعمال کی پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

(نساء:128)

بیوی کی سمجھداری اور خاوند کی دانشمندی سے گھر میں سکون رہتا ہے احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جب اُم المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بڑھاپے نے غلبہ کیا تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا ایک رات جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیت اطہر میں تشریف لے جا

رہے تھے تو سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گزرگاہ میں آکر بیٹھ گئیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سامنا ہوا تو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ میری یہ درخواست قبول فرمالیں کہ مجھے طلاق دینے کا ارادہ فسخ کر دیں کیونکہ اب دنیا میں میری کوئی خواہش نہیں ہے اور صرف ایک خواہش یہ ہے کہ آخرت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے زمرے میں میرا بھی حشر ہو اور میں نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں چھوڑ دی۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ ختم فرمادیا۔

میاں بیوی کو باہمی افہام و تفہیم سے کوئی ایسا حل تلاش کر لینا چاہیے کہ جس سے دونوں کے مابین رشتہ قائم رہے اور تنازعہ پیدا نہ ہو۔ کوئی بھی نیک عورت اس بات کی خواہاں نہیں ہوتی کہ اس کا گھر ٹوٹ جائے وہ حتی الوسع کوشش کرتی ہے کہ اس کا گھر آباد رہے اس لیے خاوند کا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کی اس کوشش کی قدر کرے اور اس کے ساتھ مصالحت کرلے جھگڑے کی مدت کو دراز نہ کرے۔

❖❖❖

ثالث مقرر کرنا

اگر میاں بیوی اپنے مابین ہونے والے جھگڑے کو ختم نہ کر سکیں اور مصالحت کی کوئی صورت نہ نکل سکے تو چاہیے کہ ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے کسی ثالث کا تقرر کر لیا جائے اور ثالث کو چاہیے کہ وہ میاں بیوی کی آپس میں صلح کرانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے تا کہ دونوں کا گھر آباد رہے دونوں کے درمیان نیک نیتی سے صلح کرائے، اس لیے کہ اس کی فضیلت بہت زیادہ ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جو درجے میں روزے، صدقہ اور نماز سے بھی افضل ہو۔ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں۔ فرمایا کہ دو اشخاص کے درمیان صلح کروا دینا اور دو شخصوں کے درمیان فساد ڈالنا مونڈنے والی حرکت ہے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

صلح کرانے والے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے:

اللہ رب العزت اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ دو ناراض اشخاص کے درمیان صلح کرا دی جائے پروردگار عالم قیامت کے دن جبکہ یوم حساب قائم ہوگا مومنین کے مابین صلح کرا کر اُن کو ایک دوسرے سے راضی فرما دے گا اور ان کو جنت میں داخل فرمائے گا اس ضمن میں امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف میں ایک حدیث پاک نقل فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور نبی کریم علیہ

الصلوٰۃ والسلام (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان) تشریف فرما تھے کہ اچانک ہنسی فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس ہنسی کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ قیامت کا میدان ہے میری اُمت کے لوگ وہاں آئے ہیں اور زانوؤں کے بل کھڑے ہو گئے ہیں۔ ایک کہہ رہا ہے اے اللہ! میرا انصاف اس (دوسرے) سے طلب فرما کہ اس نے مجھ پر ظلم ڈھایا ہے اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے ''اس کا حق ادا کر دو'' وہ کہتا ہے کہ اے پروردگار! میرے پاس دینے کو کیا رہا ہے؟ میری ساری نیکیاں تو مدعی لے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دادخواہ سے کہتا ہے کہ کہو اب کیا کہتے ہو اس کے پاس تو ایک بھی نیکی نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اے اللہ! میرے گناہ اس کے ذمے کر دے اور لو، اس کے گناہ اس کے حوالے کر دیے گئے ہیں لیکن اسے رہائی پھر بھی حاصل نہیں ہوئی۔ (وہ بدستور جواب دہ ہے) اور یہ کہتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا، کتنا عظیم دن ہے یہ کہ ہر شخص اپنے گناہوں کے بوجھ سے گرانبار ہو رہا ہے اور اسے کسی جگہ ڈال دینے کا آرزومند ہے، اور پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے دادخواہ سے کہا ہے کہ فلاں چیز میں جھانک کر دیکھو تو بھلا کیا ہے؟ اب وہ شخص (دادخواہ) کہہ رہا ہے کہ یہ تو بڑے پیارے پیارے شہر ہیں جن میں سونے چاندی کے محلات بنے ہوئے ہیں جو ہیرے جواہرات سے مزین و آراستہ ہیں (اور پھر ساتھ ہی کہتا ہے کہ) اے پروردگار! یہ کن پیغمبروں یا شہیدوں یا صدیقوں کے لیے بنائے گئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا جواب ہے کہ یہ اس شخص کے ہیں جو ان کی قیمت ادا کر دے۔ وہ عرض کرتا ہے کہ اے پروردگار! کون ہے جو ان کی قیمت ادا کر سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو بھی ادا کر سکتا ہے۔ وہ کہتا ہے یا اللہ! میری کیا مجال ہے میں اتنی قیمت کہاں سے ادا کر سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سن اس کی قیمت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ تو اپنے بھائی کو معاف کر دے۔ اب وہ شخص (خوشی سے اچھل کر) کہہ رہا ہے کہ یا اللہ! میں اسے معاف کرتا ہوں۔ میں نے معاف کر دیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے کہنے پر اس نے دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا ہے اور لو۔ وہ دونوں جنت میں چلے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح صفائی کے ساتھ رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ

قیامت کے دن مومنوں میں صلح کرائے گا۔ (کیمیائے سعادت)

دو ثالثوں کی تقرری:

اگر میاں بیوی کے درمیان جھگڑے کی صورت میں مفاہمت کا کوئی طریقہ کارگر نہ ہو سکے یعنی دونوں مفاہمت کے لیے آمادہ نہ ہوتے ہوں اور ہر ایک نے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہو تو چاہیے کہ مفاہمت کی ایک آخری کوشش کرتے ہوئے ثالثوں کے ذریعے مصالحت کی کوشش کی جائے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

اور اگر تمہیں میاں بیوی کی باہمی مخالفت کا اندیشہ ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کرو۔ اگر وہ (دونوں منصف) صلح کرانی چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔ بلاشبہ اللہ (سب کچھ) جاننے والا (اور) خبر رکھنے والا ہے۔ (نساء:۳۵)

میاں بیوی میں اختلاف واقع ہو جانے کے بعد ان (خاوند اور بیوی) کے باہم انتخاب سے صالح اور نیک ثالثوں کا چناؤ عمل میں آئے گا۔ پھر فریقین کے ثالث یکجا ہوں گے اور اختلاف کی وجہ کو تلاش کریں گے اور جہاں تک ان سے بن سکے گا صلح صفائی اور میل ملاپ کی کوشش کریں گے اگر مفاہمت کی دولت ہاتھ آ گئی تو یہ سب سے بہتر اور تحسین کے لائق ہو گا اور اگر کوئی صورت اس قسم کی نہ نکلے، تب دونوں کو علیحدہ کر دیا جائے گا۔ پھر اگر قصور شوہر کا ہے تو اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ پورا مہر عورت کے حوالہ کرے، بشرطیکہ نفقہ کی طرح اس کی ادائیگی نہ ہوئی ہو اور اگر بیوی کا قصور ہے اور علیحدگی کا مطالبہ اس نے خود کیا ہے تو اسے پورا مہر شوہر کے حوالہ کرنا ہو گا۔ جیسا کہ ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ثابت بن قیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اخلاق و دین کی نسبت مجھے کچھ کلام نہیں (یعنی ان کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور دیندار بھی ہیں) مگر میں

اسلام میں کفرانِ نعمت کو پسند نہیں کرتی (یعنی وہ خوبصورت نہیں ہیں اس لیے میری طبیعت ان کی طرف مائل نہیں ہوتی) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، اس کا باغ (جو کہ حق مہر کے طور پر تجھے دیا گیا تھا) تو واپس کر دے گی؟ عرض کیا، ہاں۔ چنانچہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ باغ لے لو اور طلاق دے دو۔ (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ کا خوف:

میاں اور بیوی کو اپنے جھگڑے کے دوران اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ ان کے درمیان مصالحت و مفاہمت نہ ہونے کی صورت میں جو نتیجہ نکلے گا وہ اُن کی آئندہ آنے والی زندگی پر منفی اثرات مرتب کرے گا خاص طور پر ایسے میاں بیوی جن کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے نوازا ہے اُن کو ضرور سوچ بچار سے کام لینا چاہیے اور اللہ رب العزت کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اُن پر عمل کریں اور اپنا سر تسلیم خم کر دیں کیونکہ اسی میں فلاح اور کامیابی کا راز مضمر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

"بلاشبہ ایمان والوں کی بات تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور اس کے (رسول) کی طرف بلائے جاتے ہیں، تا کہ رسول ان میں فیصلہ کر دیں، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے (حکم) سنا اور مانا! اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (سورۂ نور)

اس ضمن میں ضروری ہے کہ میاں بیوی اپنی انا کو چھوڑ دیں اپنے دل میں خوف خدا پیدا کریں اور دونوں میں سے جو بھی مفاہمت و مصالحت کی طرف زیادہ مائل ہو وہ یہ کہتے ہوئے اپنی گفتگو کا آغاز کرے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور تم بھی اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرو کہ ہمارے کسی غلط فیصلے سے گھر ٹوٹ جائے گا برسوں کی رفاقت پل بھر میں ختم ہو جائے گی بچوں کا مستقبل تاریک ہو جائے گا اس لیے بچوں کی خاطر سب کچھ بھلا دیتے ہیں اور گھر کی خوشیوں کو واپس لے آتے ہیں تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے درگزر کرتے ہیں نہ تم کوئی شکوہ کرو نہ میں کوئی شکایت کرتا ہوں

اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام صلح کو پسند کرتے ہیں اس لیے ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کو مانتے ہوئے آپس کے اختلافات کو بھلا دیتے ہیں اور صلح کر لیتے ہیں۔

اگر میاں بیوی آپس میں اس طرح کی گفتگو کرنے کے اہل نہ ہوں تو پھر مصالحت کرانے والے کو چاہیے کہ وہ دونوں کو خوف خدا یاد دلائے اور اسی طرح کی باتیں یا موقع کی مناسبت سے وہ جو بھی مناسب سمجھے اپنی باتوں سے اُن کو سمجھانے کی کوشش کرے۔ میاں بیوی کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے لیے اپنے اختلاف اور جھگڑوں کو نمٹانے کے لیے احکام الٰہی کو قبول کرنا ہی وہ تیر بہدف علاج اور منفرد تدبیر ہے جس کے سہارے ازدواجی زندگی استوار اور برقرار رہ سکتی ہے۔ نیز اس کے اندر خود ان کا اور ان کی اولاد، غرض سب کا مفاد مضمر ہے۔ مزید یہ کہ کسی خلفشار اور انتشار کے بغیر یہ حل تمام مشکلات کا مداوا بنتا ہے۔ اسی کی بدولت مجرم اپنے گناہ یا قصور کا اعتراف کرتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق اپنی اصلاح کے لیے دوڑ پڑتا ہے اور نفسانی خواہشات، دلی جذبات اور انسانی یا ذاتی مصلحتوں کو ایک طرف ڈال کر ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''پھر اگر کسی معاملہ میں باہم اختلاف ہو جائے تو اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، تو اس معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو! اسی میں تمہارے لیے بھلائی ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔'' (نساء:59)

سرکشی اور تمرد کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے ضمیر کو جھنجھوڑا جائے اور اس بات کی تاکید کی جائے کہ وہ اپنی اولاد اور بال بچوں کے بارے میں اللہ سے ڈریں، اپنی انانیت اور ضد کو چھوڑ کر مصالحت کے لیے آمادہ ہوں اور اپنی بعض اغراض اور ضرورتوں کو اپنی اولاد پر قربان کریں، اس لیے کہ آخر انہوں (اولاد) نے کیا گناہ کیا ہے؟ کہ مرد یا عورت اپنی سرکشی اور نافرمانی کی سزا انہیں دیں؟ ان معصوم جانوں کو اخلاقی اور دماغی صدموں سے دوچار کریں اور انہیں تاریک مستقبل کے حوالہ کریں؟ کیونکہ اس سرکشی کا انجام جھگڑا، لڑائی اور علیحدگی پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

کسی خاندان کو اجاڑ کر یا اس کی بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑ کر شیطان جتنا خوش ہوتا ہے، اتنا کسی اور ایسے جرم پر نہیں خوش ہوتا جس کا انسان ارتکاب کرتا ہے۔ کیونکہ شیطان کی اس تابعداری اور اطاعت سے بچوں کا مستقبل تباہ ہو جاتا ہے امت مسلمہ اور ملت اسلامیہ ہلاکت کی راہ پر چل پڑتی ہے۔ سوائے ان لوگوں کے، جن پر اللہ رب العزت رحم فرمائے۔

قصہ مختصر! ہر مسلمان میاں بیوی کا طریقہ یہ ہونا چاہیے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک مومن خاوند اپنی صاحب ایمان اہلیہ سے بغض ونفرت نہ رکھے! کیونکہ اگر اس کی ایک عادت اسے ناگوار معلوم ہوتی ہے، تو کسی دوسری عادت سے اسے ضرور خوشی بھی ہوتی ہے۔ (مسلم)

مصطفیٰ صادق رافع رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

اسلام ہر مرد وعورت کے سامنے ان کی آنے والی نسل کی صورت میں امت کا تصور ان کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس مفہوم کو قطعی ایجابی شکل دیتا ہے۔ تاکہ مردانہ اور زنانہ جذبات سے بالاتر ہو کر مردوں عورتوں کے اندر ایسے جذبات موجزن ہوں جن کے سبب وہ ایک دوسرے سے وابستہ اور جڑے رہیں۔ ان کا حیوانی ہیولیٰ (لوتھڑہ) جس کی شرست اتفاق واختلاف دونوں ہیں۔ اسلام اس ہیولیٰ (لوتھڑے) کے اندر انسانیت کے جوہر اجاگر کرتا ہے، تاکہ اس کے اندر اتفاق اور وحدت کا جذبہ موجزن ہو اور نفاق وشقاق سے گریزاں ہو اور جب تک میاں بیوی میں دینداری ہوگی، اس کے ہوتے ہوئے اگر ان کے اندر اختلاف اور دوری رونما بھی ہوئی ان کا دل ایک دوسرے سے میلا بھی ہوا! تو اس میں شک نہیں کہ اس قسم کی ہر الجھن اور گرہ کا حل اور اس کے ازالہ کی صورتیں ان کے سامنے موجود ہیں۔

اور جو شخص دین میں غلو کرتا ہے، دین اس پر چھا جاتا ہے۔ کیونکہ دین درحقیقت آسانی، سہولت اور رافت ورحمت کا نام ہے۔ دین نرم دلی، خوف الٰہی، عہد وپیمان اور اس کی وفاداری، گرم گستری، بھائی چارگی اور انسانیت کا نام ہے۔ نشیب اور پستی کے مقابلہ میں دین ذاتی فراخدلی اور شخصی سربلندی کا نام ہے۔ ایک مسلمان مرد کا اپنی بیوی پر جو حق ہے۔

وہ منجانب اللہ ہے۔اس کا تمام تعلق اللہ سے، پوری امت سے، پھر خود اس کی ذات سے اور بیوی کی شرافت اور اس کی شائستگی سے ہے۔الخ (مختصر از ''وحی القلم'' 1/166)

ثالث کو سنجیدہ ہونا چاہیے:

چونکہ میاں بیوی کے مابین جھگڑے کی صورت میں معاملہ بہت نازک شکل اختیار کر چکا ہوتا ہے اس لیے ثالث کو چاہیے کہ وہ صلح کراتے ہوئے سمجھداری سے کام لے اور اس کام کو مذاق نہ سمجھے معاملے کی نزاکت اور اہمیت کو ملحوظ خاطر رکھے۔کہا جاتا ہے کہ امام الحدیث حضرت اعمش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیوی ان سے کشیدہ رہتی تھیں اور دونوں کے مابین جھگڑا چل رہا تھا اس جھگڑے کو رفع کرنے کی غرض سے ایک دن حضرت اعمش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک عزیز کو بلایا تا کہ وہ مفاہمت کرا دے اس سے فرمایا کہ تم میری بیوی کے پاس جا کر میرے علمی کمالات کو اس طرح سے بیان کرو کہ اس کی ناراضگی دور ہو جائے اور وہ مجھ سے صلح کی طرف راغب ہو جائے۔

عزیز مذکور نے ان کی بیوی کو خطاب کر کے کہنا شروع کیا ''بی اماں! تمہارا شوہر جتنا پرہیزگار، بےلوث اور مخلص ہے اس کی بدولت اسے صرف اتنی چیز سے آسودگی حاصل ہو جاتی ہے، جتنی سے ہدہد آسودہ یا چڑیا سیراب ہوتی ہے، آج اگرچہ اس کی عمر ڈھل رہی ہے اس کے باوجود وہ علم کا پہاڑ ہے۔تم اس کی آنکھوں کے چندھیانے (نظر کی کمزوری) اور پنڈلی کے پتلے پن کا خیال مت کرو۔اب بھی وہ امام وقت ہے اور اس کا ایک مقام ہے لہٰذا تم ان کے کمزور گھٹنے، بغل کی بدبو، منہ کی گندہ دہنی، کھردری ہتھیلیوں کو دیکھ کر ان سے بےرغبتی نہ رکھو۔امام اعمش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ چھپ کر یہ ساری باتیں سن کر رہے تھے غصے میں بھرے ہوئے بولے کہ اُٹھ اللہ تیرا برا کرے تو نے میری بیوی پر میرے وہ پوشیدہ عیوب بھی ظاہر کر دیے جن کو وہ نہیں جانتی تھی۔ان کے عزیز نے کہا، میں تو نہیں اٹھوں گا۔ بیوی سمجھدار تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اپنا خوف پیدا کیا چنانچہ وہ اٹھی اور اپنے عالم خاوند کے ہاتھ چوم لیے۔اس طرح دونوں کی صلح ہوگئی۔ (مُستطرف جلد دوم ص ۲۳۸)

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بے مثال فیصلہ:

میاں بیوی کے جھگڑے کے ضمن میں احادیث مبارکہ میں مروی ہے کہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاوند کا نام حضرت اوس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی خوبصورت، نیک، پارسا اور سمجھدار خاتون تھیں ان کے شوہر حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذرا تیز طبیعت کے تھے اور جلدی غصہ میں آ جایا کرتے تھے ایک دن انہوں نے حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہمبستری کے لیے بلایا انہوں نے کہنا نہ مانا تو غصے میں آ گئے اور غصہ کی حالت میں فرمایا تو مجھ پر میری ماں کی کمر کی مانند ہے۔ یہ کہہ کر گھر سے نکل گئے پھر جب کچھ دیر کے بعد غصہ ٹھنڈا ہوا تو اپنے کہے پر بڑی پشیمانی ہوئی اور یہ چاہا کہ صلح ہو جائے۔حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ صلح کی کوئی صورت ممکن نہیں جب تک کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمام واقعہ بیان نہ کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور ساری حقیقت حال بیان کی۔

سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ (اس طرح کا کہنا) زمانہ جاہلیت میں طلاق کا حکم رکھتا تھا مگر مجھ پر ابھی تک اس بارے میں کوئی وحی نہیں آئی ہے۔حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرا معاملہ انتہائی مشکل ہے اگر میں ان کے بچوں کو چھوڑتی ہوں تو ضائع ہو جائیں گے اور اگر اپنے پاس رکھتی ہوں تو بھوکے رہیں گے اس مشکل کو اللہ تعالیٰ ہی آسان فرمائے گا۔روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا حال عرض کیا تو اس کے بعد وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے ایک کونے میں جا کر سر سجدہ میں رکھ کر آہ و زاری میں مصروف ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت رو رو کر غرض کرنے لگیں اور کہا، اے اللہ! میں تجھ سے اپنی بےبسی، بیچارگی، اپنے خاوند کی جدائی اور اپنی پریشانی کی شکایت کرتی ہوں۔

ابھی حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سر سجدے سے اٹھایا نہ تھا کہ حضرت

جبرائیل علیہ السلام آئے اور سورۃ مجادلہ کی یہ ابتدائی آیات مبارکہ لائے۔

ترجمہ: ”بے شک اللہ نے اس کی بات سنی جو تم سے اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کے سوال و جواب کو سنتا ہے۔“

چنانچہ جب اس سورۃ مبارکہ میں کفارہ کا حکم نازل ہوا تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ ایک غلام کو آزاد کرنے کے بعد تم خولہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اپنے پاس رکھ سکتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں اتنی قدرت نہیں رکھتا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، پے در پے دو مہینے کے مسلسل روزے رکھو۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میری حالت تو ایسی ہے کہ اگر ایک دن میں دو بار یا تین بار نہ کھاؤں تو میری آنکھوں کے آگے اندھیرا آجاتا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں اس کی بھی سکت نہیں رکھتا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک آدمی حاضر خدمت ہوا اور کھجوروں کا ایک تھیلا لایا جس میں تقریباً پندرہ صاع کھجوریں تھیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ان کھجوروں کو لے جاؤ اور مسکینوں میں تقسیم کر دو تا کہ تمہارا کفارہ ادا ہو جائے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں اپنے سے زیادہ کسی کو مسکین نہیں جانتا اگر حکم ہو تو اپنے اوپر اور اپنے اہل و عیال پر تقسیم کر دوں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ایسا ہی کرو۔

اس ضمن میں ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، خولہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارا فیصلہ کر دیا اپنے شوہر سے کہو کہ ایک لونڈی یا غلام آزاد کریں۔ حضرت خولہؓ نے عرض کیا ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ حضورؐ پر قربان۔ میرے خاوند کے پاس نہ کوئی لونڈی ہے نہ غلام۔“ حضورؐ نے فرمایا ”تو تواتر کے ساتھ روزے رکھیں۔“ خولہؓ نے

عرض کی ”واللہ میرا شوہر بہت کمزور ہے۔ ۶۰ روزے رکھنا اس کے لیے ناممکن ہے۔“ حضورؐ نے فرمایا تو اس سے کہو ۶۰ مسکینوں پر صدقہ کر دیں۔ خولہؓ نے کہا ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بھی استطاعت نہیں۔“ اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا تو ام المنذر بنت قیس سے ایک بار شتر کھجوریں لے کر ۶۰ مسکینوں پر صدقہ کر دیں۔ خولہؓ نے کہا ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر اتنا ضرور کر دیں گے۔“

یہ کہہ کر گھر آئیں۔ اوسؓ دروازے پر منتظر تھے۔ بے تابی سے پوچھا ”کیوں خولہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حکم دیا؟“ خولہؓ نے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ تم بہت خوش قسمت ہو۔ جاؤ اور ام المنذر بنت قیس سے ایک بار شتر کھجوریں لے کر ۶۰ مسکینوں پر صدقہ کرو تا کہ تمہاری قسم کا کفارہ ادا ہو جائے۔ حضرت اوسؓ نے یہ کام بڑی خوشی سے انجام دیا۔

طلاق دینے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے:

اگر میاں بیوی میں کوئی اختلاف یا کشیدگی پیدا ہو جائے تو شوہر پر لازم ہے کہ طلاق دینے میں ہرگز ہرگز جلدی نہ کرے بلکہ اپنے غصہ کو ضبط کرے اور غصہ اتر جانے کے بعد ٹھنڈے دماغ سے سوچ سمجھ کر اور لوگوں سے مشورہ لے کر یہ غور کرے کہ کیا میاں بیوی میں نباہ کی کوئی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر بناؤ اور نباہ کی کوئی شکل نکل آئے تو ہرگز ہرگز طلاق نہ دے کیونکہ طلاق کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

(ابوداؤد جلد اول ص ۳۰۲ باب کراہیۃ الطلاق مجتبائی)

اگر خدانخواستہ ایسی سخت ضرورت پیش آجائے کہ طلاق دینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے تو ایسی صورت میں طلاق دینے کی اجازت ہے ورنہ طلاق کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔

بعض جاہل ذرا ذرا سی باتوں پر اپنی بیوی کو طلاق دے دیتے ہیں اور پھر پچھتاتے ہیں اور عالموں کے پاس جھوٹ بول بول کر مسئلہ پوچھتے پھرتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ غصہ میں طلاق دی تھی، کبھی کہتے ہیں طلاق دینے کی نیت نہیں تھی۔ غصہ میں بلا اختیار طلاق کا لفظ

منہ سے نکل گیا۔ کبھی کہتے ہیں کہ عورت ماہواری کی حالت میں تھی، کبھی کہتے ہیں کہ میں نے طلاق دی مگر بیوی نے طلاق لی نہیں حالانکہ ان گنواروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان سب صورتوں میں طلاق پڑ جاتی ہے اور بعض تو ایسے بدنصیب ہیں کہ تین طلاق دے کر جھوٹ بولتے ہیں کہ میں نے ایک ہی بار کہا تھا اور یہ کہہ کر بیوی کو رکھ لیتے ہیں اور عمر بھر زنا کاری کے گناہ میں پڑے رہتے ہیں۔ ان ظالموں کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ تین طلاق کے بعد عورت بیوی نہیں رہتی بلکہ وہ ایک ایسی اجنبی عورت ہو جاتی ہے کہ بغیر حلالہ کرائے اس سے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا خداوند کریم ان لوگوں کو ہدایت دے۔ آمین۔

طلاق سے بچوں کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے

بہت کم خواتین ایسی ہوتی ہیں جو اپنی مرضی سے اپنے خاوند سے طلاق حاصل کرتی ہیں یا خلع کا دعویٰ کرتی ہیں زیادہ تر خواتین کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ جیسے بھی ہو اُن کا گھر آباد رہے اور ٹوٹنے نہ پائے وہ اپنے بچوں کی خاطر حالات سے سمجھوتہ کر لیتی ہیں اس لیے کہ کوئی بھی عورت اپنا گھر ٹوٹتا ہوا نہیں دیکھ سکتی یہی وجہ ہے کہ وہ اسے ہر ممکن بچائے رکھنے کے لیے ساس اور نندوں کے بلا جواز طعنے اور خاوند کا تشدد بھی برداشت کر جاتی ہے اور اپنی چھوٹی سی دنیا کو جنت بنانے کے لیے عمر بھر کوششیں کرتی رہتی ہیں گویا اپنی دنیا اپنی زندگی اور اپنے گھر کو پر سکون بنانا، جھگڑوں وغیرہ سے آزاد ماحول پیدا کرنا اور خاوند کے ساتھ وفاداری نبھانا عورت کی سرشت میں شامل ہے اور اس کے لیے وہ بڑی سے بڑی قربانی سے بھی گریز نہیں کرتی مگر بعض اوقات حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جب اسے ارمانوں سے بنائے ہوئے گھر کو توڑ دینا یا چھوڑ دینا پڑ جاتا ہے۔ جن پھول سے بچوں کی مسکراہٹوں، دل نشین خدوخال اور پیشانی کے ستاروں کو دیکھ کر اس کے دل کی دنیا آباد رہتی ہے گھر کی جنت میں فرشتوں اور حوروں کا گمان ہونے لگتا ہے ان کے روشن مستقبل پر اپنا حال قربان کر دینے کی آرزو پیدا ہوتی ہے مگر پھر بعض گھروں میں ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے کہ ماحول کی

گھٹن کے باعث سانس لینا بھی دشوار ہو جاتا ہے عورت ایسی مجبور ہو جاتی ہے کہ خاوند کے طلاق دے دینے سے اُس کی ساری دنیا اندھیر ہو جاتی ہے گھر ٹوٹ جاتا ہے جس گھر کو اس نے اپنے خوبصورت ارمانوں سے شوق کے ساتھ سجایا اور بسایا ہوتا ہے اُسے چھوڑ دینا پڑتا ہے ایسی صورت میں بچوں کا مستقبل ایک سوالیہ نشان بن کر رہ جاتا ہے۔

بلاشبہ قانونی اور شرعی طور پر بالغ مرد اور عورت کو اپنی مرضی سے نکاح کا حق حاصل ہے تاہم شادی والدین کی مرضی سے ہو یا مرد اور عورت کی مرضی سے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ کیا دونوں کے خاندانوں کی آپس میں ہم آہنگی ممکن ہے کیونکہ یہ صرف دو افراد کی بات نہیں ہوتی بلکہ دو خاندانوں اور اولاد کے مستقبل کا معاملہ ہوتا ہے۔ یہ درست ہے کہ ناچاقی کی صورت میں شریعت کے مطابق میاں اور بیوی علیحدہ تو ہو جاتے ہیں مگر بچوں کی زندگی اور مستقبل تاریک ہو جاتا ہے انہیں نہ تو دوسرا باپ قبول کرتا ہے اور نہ دوسری ماں۔ معاملہ عدالت تک پہنچتا ہے اور جب ماں اور باپ بچوں کے حصول کے لیے گارڈین کورٹ میں درخواست دائر کرتے ہیں اور جس وقت ان کی قسمت کا فیصلہ ہونا ہوتا ہے کہ بچے کس کے پاس رہیں گے اور کس سے الگ تو تب بچے جس ذہنی کیفیت سے گزر رہے ہوتے ہیں وہ ناقابل برداشت ہے ایسے بچوں جو اس کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں اُن کے اندر احساس محرومی اور احساس کمتری جنم لیتے ہیں بعض اوقات وہ جرائم کی طرف بھی راغب ہو جاتے ہیں انہیں زندگی کی خوشیاں نہیں ملتیں وہ کسی ایک کے پاس جا کر دوسرے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ایک بروکن ہوم کی بچی عاتکہ کا کہنا ہے کہ میں اپنی ملازمت پیشہ والدہ کے ساتھ رہتی ہوں میں نے اپنے والد کی تصویر اپنے پاس رکھی ہوئی ہے اور رات کو جب والدہ سو جاتی ہیں تو میں اُٹھ کر اس تصویر سے باتیں کرتی ہوں والدہ سے کچھ پوچھتی ہوں تو وہ بس یہی کہہ دیتی ہیں کہ تمہارے والد اچھے آدمی نہیں تھے، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا میں کبھی سوچتی ہوں کہ کتنا اچھا ہوتا اگر میرے ماں باپ بھی اسی طرح ایک گھر میں رہ رہے ہوتے جیسے میری باقی سہیلیوں کے ماں باپ رہتے ہیں تب ہم مل کر سیر کے لیے جاتے گرمیوں کی چھٹیوں میں مری اور کاغان جاتے میری والدہ میری دل جوئی تو بہت کرتی ہیں میرا بہت خیال رکھتی

ہیں میری ہر فرمائش پوری کرنے کی کوشش کرتی ہیں مگر ابو تو نہیں ہوتے ناں۔ یہ کہتے ہوئے اس چھوٹی سی بچی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ خاموش ہو گئی۔

گھروں کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ افہام و تفہیم کی کوشش کی جائے کیونکہ اگر میاں بیوی کے درمیان طلاق ہو جائے تو اس سے سب سے زیادہ بچے متاثر ہوتے ہیں۔ عدالتوں میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ باپ بچوں کو زبردستی ماں سے چھیننے کی کوشش کرتا ہے جبکہ ماں چیخیں مار رہی ہوتی ہے وہ بچوں کو اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتی بچوں پر اس چھینا جھپٹی کا بہت بُرا اثر پڑتا ہے اور عمر بھر کے لیے اس طرح کے واقعات ان کے معصوم ذہنوں پر نقش ہو جاتے ہیں۔

طلاق کی شرح میں اضافے کی وجوہات

یوں تو میاں بیوی کے مابین علیحدگی اور طلاق کی کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے مگر مشاہدے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ایسے واقعات کے پس پردہ کبھی تو مرد کی غلطیاں ہوتی ہیں کہ وہ اپنے مزاج کے جوش کے باعث اپنے اچھے بھلے گھر کو برباد کر دیتا ہے اور کبھی طلاق کے واقعہ کی ذمہ دار سراسر عورت خود ہوتی ہے۔ مادہ پرستی ذمہ داریوں سے غفلت اور قوت برداشت کی کمی کے علاوہ اپنے ساتھی کو خوبیوں اور خامیوں سمیت قبول کرنے کے جذبے کی عدم موجودگی کے باعث طلاق کی شرح میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اس کے علاوہ گھر گھر کیبل کی ثقافتی یلغار نے بھی ہماری خاندانی روایات کو توڑنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اب لڑکیاں سسرال والوں کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہیں کرتیں بلکہ ''ہم کیوں برداشت کریں'' والا رویہ اپنائے جارحانہ انداز اختیار کرتی ہیں۔ بات گھر سے نکل کر عدالتوں تک پہنچ جاتی ہے میاں بیوی اپنے سطحی مفادات کی خاطر جھوٹ اور سچ کو ملا کر ایسا روپ دیتے ہیں کہ اپنی جھوٹی انا کی خاطر اس پر قائم رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بیوی کو اگر خاوند کی بیروزگاری کا گلہ ہوتا ہے، کوئی عادت ناگوار محسوس ہوتی ہے یا دوسری عورتوں سے میل جول گوارا نہیں ہوتا تو یہ سارے معاملات آرام سے بیٹھ کر سلجھائے جا سکتے ہیں مگر ایسا ہوتا نہیں اور لڑائی

کی معمولی چنگاری ایک بہت بڑی آگ کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس سے بالآخر پورا گھر اُجڑ جاتا ہے۔

شوہروں کو بھی چاہیے کہ وہ آرام سے بیٹھ کر بیوی کی بات سنیں اور اسے سمجھنے کی کوشش کریں ذہنی اور جسمانی تشدد سے نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور پھر عورت ایسے شوہر سے نجات میں ہی عافیت سمجھتی ہے۔ گھر ٹوٹنے سے بچانے کی ذمہ داری میاں بیوی کے علاوہ باقی اہل خانہ پر بھی عائد ہوتی ہے اکثر عورتوں پر بزرگوں کی نافرمانی کا الزام تھوپا جاتا ہے اور اس کے پیچھے ساس نندوں کی لگائی بجھائی ہی اہم کردار ادا کرتی ہے بعض سسرال والے شوہر کی کمائی کو لاپرواہی سے خرچ کر دینے، والدین کو جمع پونجی بجھوانے اور آئندہ کے لیے کچھ بچت نہ کرنے کا الزام دیتے ہیں جس سے عورت پر پھوہڑ پن کا لیبل لگ جاتا ہے اور یوں خاوند بھی اپنے ماں اور بہنوں کی طرفدار ہو جاتا ہے وہ بھی یہی سمجھتا ہے کہ اس کی بیوی پر جو الزام لگایا گیا ہے وہ درست ہے چنانچہ اس بات کو بنیاد بنا کر خاوند یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے کہ نباہ کی ہزار کوشش کے باوجود اس کی بیوی سماجی لحاظ سے قابل بھروسہ ہی نہیں۔ یہی ملا جلا جھوٹ سچ اولاد کے سامنے جاتا ہے اور پھر وہ اپنے ذہن و فکر کے مطابق کسی نتیجے پر پہنچتے ہیں جو عموماً ماں یا باپ سے یا پھر دونوں سے نفرت کی صورت ہے۔ باپ کے رشتہ دار بچوں کی ماں میں لاکھ برائیاں گنوانے کے ساتھ ساتھ بدچلنی کا الزام بھی دھر دیتے ہیں جبکہ ماں کے رشتہ داروں کا مؤقف باپ کے خلاف ہوتا ہے۔

سنجیدہ لوگ ہمیشہ طلاق کے عمل کو اچھا فعل خیال نہیں کرتے وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے صرف دو افراد ہی نہیں دیگر کئی افراد بھی براہ راست متاثر ہوتے ہیں تاہم یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ بعض اوقات گھروں کا ٹوٹ جانا ہی مسائل کا آخری حل نظر آتا ہے اور بہتر ہے کہ اس ضمن میں اسلام کے قائم کردہ واضح طریق کار سے رہنمائی لی جائے۔

طلاق

نکاح ایک ایسا بندھن ہے جس سے عورت اپنے خاوند کی پابند ہو جاتی ہے شریعت مطہرہ نے میاں بیوی کے مابین جو تعلق و رشتہ قائم کیا ہے وہ نکاح سے حلال ہوتا ہے۔ اس بندھن کے ختم کر دینے کو طلاق کہتے ہیں اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اسی وقت عورت نکاح سے باہر ہو جائے اسے بائن کہتے ہیں دوم یہ کہ عدت گزرنے پر باہر ہو گی اسے رجعی کہتے ہیں۔

یاد رکھیئے جب کسی مسلمان مرد کا کسی مسلمان عورت سے نکاح ہو جائے تو پھر چاہیے کہ ساری زندگی نباہ کرنے کی کوشش کی جائے بعض اوقات میاں بیوی میں سے کسی کو طبعی طور پر ایک دوسرے کی جانب سے کچھ ناگواری ہو جائے تو نفس کو سمجھا بجھا کر درگزر کر دینا چاہیے نباہنے کے لیے ایک امر ضروری ہے کہ مردوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی طرح سمجھایا ہے اور نباہنے کا حکم دیا ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لا یفرک مومن مومنتہ ان کرہ منہا خلقا رضی منہا اخر یعنی کوئی مرد کسی مومن عورت سے بغض نہ رکھے کیونکہ اگر اس کی کوئی خصلت ناگوار ہو گی تو دوسری خصلت پسند آ جائے گی (رواہ مسلم) اور عورتوں کو تعلیم دی ہے کہ طلاق کا سوال نہ اٹھائیں نباہنے کی کوشش کریں،

جب کہیں دو چار برتن ہوتے ہیں تو آپس میں کھٹکتے ضرور ہیں ایسے ہی جب دو آدمی ایک ساتھ رہتے ہیں تو کبھی کچھ نہ کچھ ناگواری کی صورت سامنے آ ہی جاتی ہے، اگر صبر نہ کیا جائے اور ناگواری کے سہنے کا مزاج نہ بنایا جائے تو آپس میں نباہ نہیں ہو سکتا اور آئے دن چھوٹ چھٹاؤ کا سوال ہوتا رہے گا، پھر طلاق کے بعد بچے ویران ہوں گے، ہر ایک کو اپنے لیے الگ

جوڑا تلاش کرنا ہو گا، بچے ماں سے یا باپ سے یا دونوں سے علیحدہ ہو جائیں گے لہٰذا جہاں تک ممکن ہو زندگی بھر نباہ کرتے ہوئے چلتے رہنا چاہیے۔

بہت سی عورتیں مزاج کی تیز ہوتی ہیں، بات بات میں مرد سے لڑ پڑتی ہیں جو حقوق واجب نہیں ان کا شوہر سے مطالبہ کرتی ہیں وہ پورا نہیں کرتا تو منہ پھلاتی ہیں اور اکڑ کر بیٹھ جاتی ہیں، شوہر کی ناشکری کرتی رہتی ہیں، شوہر کوئی بات کہے تو طلاق کی بات سامنے لے آتی ہیں، عورتوں کے اسی مزاج کے پیش نظر شریعت نے عورت کو طلاق دینے کا اختیار نہیں دیا ورنہ ایک ایک دن میں کئی کئی بار طلاق دیا کرتیں، نکاح طلاق دینے کے لیے نہیں ہوتا زندگی بھر نباہنے کے لیے ہوتا ہے مرد اگر طلاق دے دے تو طلاق ہو جاتی ہے لیکن طلاق اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔

ناپسندیدہ چیز:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تمام حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ طلاق ہے۔

(ابوداؤد)

اسی ضمن میں ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ روئے زمین پر پیدا نہیں کی اور کوئی چیز روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہیں کی۔ (دارقطنی)

شیطان کی خوشی:

میاں بیوی کے مابین تفریق ہو جانے اور عورت کو طلاق مل جانے کی صورت میں شیطان کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی شیطان اس بات سے بہت خوش ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان علیحدگی ہو جائے اور دو خاندانوں کے مابین جھگڑے اور کشیدگی کی فضا پیدا ہو جائے جس کے دوران اسے اپنے داؤ آزمانے کا آسانی سے موقع مل جائے اور وہ مسلمانوں کو ورغلا

کر ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں نفرت، بغض اور عداوت پیدا کر سکے اور پھر جھگڑے اور فساد کا تماشہ دیکھ کر خوش ہو۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، شیطان اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور اپنے لشکر کو بھیجتا ہے اور سب سے زیادہ مرتبہ والا اس کے نزدیک وہ ہے جس کا فتنہ بڑا ہوتا ہے ان میں سے ایک آکر کہتا ہے میں نے یہ کہا، یہ کیا۔ شیطان کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے میں نے مرد اور عورت میں جُدائی ڈال دی۔ اسے اپنے قریب کر لیتا ہے اور (خوش ہوکر) کہتا ہے ہاں تو ہے۔ (احمد)

جنت کی خوشبو بلاوجہ طلاق مانگنے والی عورت پر حرام ہے:

آج کل بعض عورتیں شوہر کے ساتھ نباہ کرنے کا مزاج گویا ختم کر چکی ہیں، جہاں تھوڑی سی ان بن ہوئی شوہر سے کہا اگر تو اصل ماں باپ کا جنا ہے تو مجھے ابھی طلاق دے دے حالانکہ عورت کا کام یہ تھا کہ شوہر کے بدلے ہوئے تیور دیکھتی تو ہٹ جاتی، زبان بند کر لیتی تاکہ وہ غصہ میں آکر طلاق کا لفظ منہ سے نہ نکالتا۔ جب شوہر عورت کے مطالبہ پر طلاق کے الفاظ نکال دیتا ہے تو جہالت کی وجہ سے وہ بھی طلاق کی مشین گن چالو کر دیتا ہے تین سے کم پر تو خاموش ہوتا ہی نہیں۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو عورت بغیر کسی حرج کے خاوند سے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

بعض اوقات ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے کہ حالات کے پیش نظر عورت کو سوائے طلاق لینے یا خلع لینے کے اور کوئی حل دکھائی نہیں دیتا اور نبھاہ کی تمام صورتیں ختم ہوتی دکھائی دیتی ہیں اور طلاق کا مطالبہ اس کی مجبوری بن جاتا ہے مثلاً خاوند دین پر نہیں چلنے دیتا، گناہوں پر مجبور کرتا ہے۔ بلاوجہ مار کٹائی کرتا ہے یا ازدواجی حقوق ادا کرنے سے بالکل ہی معذور ہے اور اس کے ٹھیک ہونے کی کوئی امید نہیں یا نشہ کرتا ہے کما کر نہیں لاتا اس کے

راہ راست پر آنے کی کوئی اُمید نظر نہیں آتی تو ان حالات میں عورت اپنے خاوند سے طلاق یا خلع حاصل کر سکتی ہے۔

طلاق دینے کا احسن طریقہ:

آپس کے نباہ کا کوئی راستہ نہ رہا ہو اور طلاق دینی ہی ہو تو ایسا کرے جس زمانہ میں عورت پاک ہو حیض سے نہ ہو اس زمانے میں ایک طلاق صاف لفظوں میں دے دے، اس طرح سے ایک رجعی طلاق ہو جائے گی، جس کا معنی یہ ہے کہ عدت کے اندر اندر رجوع کرنے یعنی لوٹا لینے کا حق رہتا ہے، ایک طلاق رجعی دینے کے بعد پھر چاہے تو رجوع کر لے اور رجوع کے لیے عورت کی رضا مندی بھی ضروری نہیں ہے، عورت چاہے نہ چاہے مرد رجوع کر سکتا ہے، زبان سے صرف یہ کہہ دینے سے کہ میں نے اپنی بیوی کو لوٹا لیا، اس سے رجوع صحیح ہو جاتا ہے۔ اگر دو گواہوں کے سامنے ایسا کہے تو بہتر ہے تاکہ رجوع کرنے نہ کرنے کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو گواہوں کے ذریعہ رجوع کا ثبوت دیا جا سکے۔ اگر کسی نے طلاق رجعی کے بعد عدت کے اندر کوئی ایسا کام کر لیا جو میاں بیوی کے درمیان ہوتا ہے تو اس طرح بھی رجوع ہو جائے گا، اس کو رجوع بالفعل کہتے ہیں اور زبان سے لوٹا لینے کو رجوع بالقول کہتے ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زوجہ کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس واقعہ کو ذکر کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر غضب فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس سے رجعت کر لے اور روکے رکھے یہاں تک کہ پاک ہو جائے پھر حیض آئے اور پاک ہو جائے اس کے بعد طلاق دینا چاہیے تو طہارت کی حالت میں جماع سے پہلے طلاق دے۔ (بخاری و مسلم)

شریعت نے کتنی آسانی رکھی ہے اول تو طلاق دینے ہی سے منع فرمایا، پھر اگر کوئی طلاق دینا ضروری ہی سمجھے تو اسے بتایا کہ ایک طلاق عورت کو پاکی کے زمانے میں دے

دے اس میں غصہ ٹھنڈا ہونے اور سوچ بچار کرنے کا خوب اچھی طرح موقع مل جاتا ہے اگر کسی نے صاف لفظوں میں ایک ساتھ دو طلاقیں دے دیں تو بھی رجعی ہوں گی اور اگر غیر حاملہ عورت کو پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق صاف لفظوں میں دے دی اور رجوع نہ کیا اور اس کے بعد جو پاکی کا زمانہ آئے گا اس میں ایک طلاق اور دے دی تو وہ دوسری طلاق بھی رجعی ہوگی اور اس کا حکم بھی وہ ہوگا جو پہلی طلاق کا تھا، پھر اگر تیسری بار تیسری پاکی کے زمانہ میں ایک اور طلاق دے دی تو طلاق مغلظہ ہوگی۔ عدت طلاق تین حیض ہے اور حیض نہ آتا ہو (بچپن یا بڑھاپے کی وجہ سے) تو عدت تین ماہ ہے اور حاملہ ہو تو حمل ختم ہونے پر عدت ختم ہوگی۔ عدت کے اندر اندر جو طلاقیں شوہر دے گا واقع ہوتی رہیں گی۔ اگر کسی نے طلاق رجعی دینے کے بعد عدت کے اندر رجوع نہ کیا تو یہی رجعی طلاق بائن طلاق ہو جائے گی، بائن طلاق میں رجوع کا حق نہیں رہتا ہاں اگر دونوں پھر میاں بیوی بننا چاہیں تو آپس کی رضا مندی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں، چاہیے تو یہی کہ عند الضرورت صرف ایک طلاق سے کام چلا لیا جائے، اگر طلاق کے بعد پچھتاوا ہو تو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق باقی ہونے کی وجہ سے شوہر رجوع کر سکتے گا اور اگر جلدی ہوش نہ آیا اور عدت گزر گئی تو آپس میں دوبارہ نکاح ہو سکے گا۔

طلاق بائن:

طلاق دینا گو جائز ہے لیکن بلا وجہ شرعی ممنون ہے اور وجہ شرعی ہو تو مباح بلکہ بعض صورتوں میں مستحب ہے مثلاً بیوی خاوند کو یا دوسروں کو ایذا دیتی ہے یا نماز نہیں پڑھتی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے نمازی عورت کو طلاق دے دوں اور اس کا مہر میرے ذمے باقی ہو اس حالت کے ساتھ دربار باری تعالیٰ میں میری پیشی ہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کے ساتھ زندگی بسر کروں اور بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے مثلاً شوہر نامرد یا ہیجڑا ہے یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کر دیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں اور اس کے ازالے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچانا ہے۔ چاہیے کہ طلاق دینا اگر ضروری ہو گیا ہو تو احسن طریقے سے طلاق

دے جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے۔ ایک ساتھ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینے سے میاں بیوی کے مابین جو بندھن ہے وہ ختم ہو جاتا ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلاق کی اس صورت کو ناپسند فرمایا ہے اور اس پر شدید غصے کا اظہار کیا ہے چنانچہ ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دے دیں یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غصہ میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیل کرتا ہے حالانکہ میں تمہارے اندر ابھی موجود ہوں۔ (نسائی)

اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دے دیں اس بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کہ تیری عورت تین طلاقوں سے بائن ہو گئی اور ستانوے طلاق کے ساتھ تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے ٹھٹھا کیا۔ (موطا امام مالک)

لوگ اپنی جان پر زیادتی کرتے ہیں کہ ایک ساتھ طلاق کی تینوں گولیاں چھوڑ دیتے ہیں، شریعت طلاق ہی کی مخالف ہے پھر وہ ایک ساتھ تینوں طلاق دینے کی کیسے اجازت دے سکتی ہے تاہم اگر کوئی شخص ایک ساتھ تین طلاق دے ہی دے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص عدت گزرنے سے پہلے مختلف اوقات میں تین طلاقیں دے دے یا ہر پاکی کے زمانے میں ایک طلاق دیا کرے تو اس طرح سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، تین طلاقوں کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا، بلکہ آپس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا، تین طلاق پانے والی عورت اس طلاق دینے والے شوہر کے نکاح میں دوبارہ اسی صورت میں جا سکتی ہے کہ عدت گزار کر کسی دوسرے مسلمان سے اس کا نکاح ہو، پھر وہ اس سے میاں بیوی والا کام کرنے کے بعد طلاق دے دے یا مر جائے اس کے بعد عدت گزار کر پہلے شوہر سے نکاح ہو سکتا ہے اور اس کو ''حلالہ'' کہتے ہیں۔

تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کی صورت:

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ مرد کو تین طلاقیں دینے کا اختیار ہے، لیکن تین طلاقیں دینا بہتر نہیں ہیں، اگر کوئی ایسی صورت بن جائے کہ نباہ کا کوئی راستہ ہی نہ رہے تو عورت کے پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق دے کر چھوڑ دے اگر پچھتاوا ہو تو عدت کے اندر رجوع کر لے، اگر عدت کے اندر رجوع نہ کیا تو یہ رجعی طلاق بائن ہو جائے گی اس کے بعد ہوش آجائے تو آپس میں باہمی رضامندی سے دوبارہ نئے مہر پر نکاح کر لیں یہ ایسی بات ہے کہ جس پر عمل کرنے سے دقت اور مصیبت پیش نہیں آئے گی لیکن اس کے برخلاف لوگ یہ کرتے ہیں کہ بیک وقت ایک زبان میں اور ایک مجلس میں تین طلاقیں دے ڈالتے ہیں ایسا کرنے سے شرعاً تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور رجوع کا راستہ بالکل ختم ہو جاتا ہے، تین طلاقوں کے بعد آپس میں حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا لہٰذا مرد کو چاہیے کہ اور کسی مسلمان عورت سے نکاح کر لے جس سے نباہ ہو سکے اور عورت کسی دوسرے مسلمان سے نکاح کر لے جس کے ساتھ گزارہ کی صورت بن سکے۔ جب تین طلاق ملنے والی عورت نے عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لیا اور اس شوہر نے میاں بیوی والا کام بھی کر لیا پھر طلاق دے دی یا وفات پا گیا تو عدت گزار کر پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا ہے فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره (یعنی اگر شوہر نے تیسری طلاق دے دی تو اس کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک اس کے علاوہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے) اگر دوسرے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی تین طلاقوں کے بعد پہلے شوہر کے لیے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ دوسرا شوہر اس عورت سے میاں بیوی والا خاص کام بھی کر لے، اس کے بعد طلاق دے دے یا وفات پا جائے اور عدت بھی گزر جائے، اسی شرط کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی (سابقہ) بیوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا میں (پہلے) رفاعہ کے پاس تھی (یعنی اس کے نکاح میں تھی) انہوں نے مجھے پکی طلاق دے دی۔ (یعنی تین طلاق

دے کر جدا کر دی اور ان کی عدت گزارنے کے بعد) میں نے عبدالرحمٰن بن الزبیرؓ سے نکاح کیا اور (ان کو ازدواجی حقوق ادا کرنے کے قابل نہ پایا) ان کے پاس ایسی چیز ہے جیسے کپڑے کا پلو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ خاتون کی بات سن کر سوال فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ (اس سے طلاق لے کر عدت گزرنے کے بعد) رفاعہؓ سے دوبارہ نکاح کر لو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں میں یہی چاہتی ہوں آپ نے فرمایا نہیں! (ایسا نہیں ہو سکتا، رفاعہ کے نکاح میں دوبارہ جانے کا کوئی راستہ نہیں) جب تک کہ تم اس دوسرے شوہر سے تھوڑی لذت حاصل نہ کرلو اور وہ تم سے تھوڑی سی لذت حاصل نہ کر لے۔

(المصابیح ص ۲۸۴ بحوالہ بخاری ومسلم)

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت یا مرد کو یہ ترغیب دی جارہی ہے کہ کسی مسلمان سے ضرور اس عورت کا نکاح کیا جائے پھر اس سے طلاق لی جائے بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ دوسرے مرد سے نکاح ہو کر میاں بیوی والا کام ہو جانے کے بعد طلاق ہو جائے یا وہ مر جائے تو آپس کی رضامندی سے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ اس کے بغیر دوبارہ نکاح کی کوئی صورت نہیں ہے۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص تین طلاقیں دے کر پچھتاتا ہے اور مفتی سے معلوم کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ دوبارہ نکاح کرنے کا بھی کوئی راستہ نہیں رہا، الا یہ کہ کسی دوسرے مرد سے اس عورت کا نکاح ہو اور حلالہ کی سب شرطیں پوری ہوں تو عورت سے ضد کرتا ہے کہ تو فلاں مرد سے نکاح کر لے حالانکہ وہ اب پہلے شوہر کی پابند نہیں رہی جس مسلمان مرد سے چاہے نکاح کرے اور جتنے مہر پر کرے اسے اختیار ہے بلکہ اگر اس نے کسی مرد سے نکاح کر لیا اور اس نے طلاق دے دی یا مر گیا تب بھی عورت کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ پہلے شوہر سے نکاح کر لے۔

بالفرض اگر عورت اس بات پر راضی ہو جائے کہ عدت گزارنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کر لے تو پھر حلالہ کی شرطیں پوری کرنے کے بعد شوہر اول سے نکاح کرنے پر رضامندی کا اظہار کر دے تب بھی یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شخص سے یہ معاہدہ کیا جائے کہ تم

اس عورت سے نکاح کرلو اور حلالہ کی شرط پوری کر کے چھوڑ دینا تا کہ شوہر اول سے نکاح ہو سکے ایسا معاملہ اور معاہدہ شرعاً ممنوع ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی محلل پر اور محلل لہ پر۔

(مشکوۃ شریف)

محلل وہ ہے جو حلال کر دے یعنی اس شرط کو منظور کر کے نکاح کر لے کہ وہ حلالہ کی شرط پوری کر کے چھوڑ دے گا اور محلل لہ وہ ہے جس نے تین طلاقیں دی تھیں یعنی شوہر اول جو یہ شرط لگا کر کسی سے اپنی طلاق دی ہوئی بیوی کا نکاح کراتا ہے کہ تم اس کو ایک دو رات رکھ کر چھوڑ دینا، دیکھیے دونوں پر لعنت فرمائی اس لیے حلالہ کی شرط پر نکاح کرنا اور کرانا گناہ ہے، لیکن اس طرح شرط لگا کر کسی نے نکاح کرا دیا اور حلالہ کی شرطیں پوری ہو گئیں تو شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے گی یعنی وہ اس سے نکاح کر سکے گا، جو عورت کی مرضی سے ہو گا۔

طلاق سپرد کی نوعیت:

طلاق کی اس صورت میں خاوند اپنی بیوی کو اس بات کا اختیار دیتا ہے کہ طلاق کا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے چاہے تو عورت اپنے کو طلاق دے سکتی ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنو قریظہ سے مال و دولت حاصل کر کے مسلمان مہاجرین میں تقسیم فرما دیا جس کی وجہ سے ان مسلمانوں میں خوشحالی کی لہر دوڑ گئی اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عطا کردہ مال کی وجہ سے اُن کی تنگی کے دن ختم ہو گئے ہر طرح کی مالی پریشانی دور ہو گئی اور کشادگی اور آسائش کی راہ پیدا ہو گئی ان کی خوشحالی کا دور انتہائی رشک کے قابل تھا اور ان کی خوشحالی کو دیکھ کر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں میں بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ دنیاوی خوشحالی ان کو بھی میسر آنی چاہیے چنانچہ انہوں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا سوال کر دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس فعل پر بہت رنج ہوا اور ناراضگی کا اظہار فرمایا اور غصہ کی

حالت میں قسم کھائی کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نہ ملیں گے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ سے متصل ایک بالاخانہ پر قیام فرما لیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب کی یہ آیات مبارکہ نازل فرمائیں۔

ترجمہ: ''اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنی بیبیوں سے فرما دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ تمہیں مال دوں اور تم کو اچھی طرح چھوڑ دوں اور اگر اللہ و رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں نیکی والوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔'' (سورۂ احزاب: ۲۸ تا ۲۹)

اللہ رب العزت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو اُم المومنین ہیں خوش رہے سب نے اللہ تعالیٰ کو، اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور دارِ آخرت کو ہی پسند فرمایا جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور پھر آخرت کے ساتھ دنیا کی مسرتیں بھی عطا فرمائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ان آیات کے نازل ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ میں ایک بات کا تم سے ذکر کرنے والا ہوں تم جواب میں جلدی نہ کرنا اپنے ماں باپ سے مشورہ کر کے جواب دینا۔ یہ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہی تھے کہ نا ممکن ہے کہ میرے ماں باپ مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جدائی کرنے کا مشورہ دیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیات مبارکہ پڑھ کر سنائیں۔ میں نے فوراً جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس میں ماں باپ سے مشورہ کرنے کی کون سی بات ہے مجھے اللہ تعالیٰ پسند ہے اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پسند ہیں اور آخرت کا گھر پسند ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور تمام ازواج مطہرات نے بھی وہی کیا جو میں نے کیا تھا اور روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ دیکھو بغیر اپنے ماں باپ سے مشورہ کیے کوئی فیصلہ نہ کر لینا۔

پھر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرا جواب سنا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم خوش ہو گئے اور ہنس دیے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے حجروں میں تشریف لے گئے ان سے پہلے ہی فرما دیتے تھے کہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے تو یہ جواب دیا ہے۔ وہ کہتی تھیں کہ یہی جواب ہمارا بھی ہے۔ فرماتی ہیں کہ اس اختیار کے بعد جب ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار کیا تو یہ اختیار طلاق میں شمار نہیں ہوا۔ (بخاری شریف۔تفسیر ابن کثیر)

اسی حوالے سے مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا چاہا۔لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر تشریف فرما تھے۔ اجازت نہیں ملی اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے اجازت چاہی لیکن انہیں بھی اجازت نہ ملی۔ تھوڑی دیر میں دونوں کو یاد فرمایا۔ گئے تو دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، دیکھو میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہنسا دیتا ہوں۔ پھر کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کاش کہ آپ دیکھتے میری بیوی نے آج مجھ سے روپیہ پیسہ مانگا میرے پاس نہیں تھا جب زیادہ ضد کرنے لگی تو میں نے اُٹھ کر گردن ناپی۔ یہ سنتے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہنس پڑے اور فرمانے لگے کہ یہاں بھی یہی قصہ ہے۔ دیکھو یہ سب بیٹھی ہوئی مجھ سے مال طلب کر رہی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف لپکے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اور فرمانے لگے افسوس! تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ مانگتی ہو جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس نہیں۔ یہ دیکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں روک دیا اور دونوں کو بچا لیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

روایات میں آتا ہے کہ جب سورۂ احزاب کی آیات مبارکہ نازل ہوئیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے

انہوں نے آخرت کو پسند کیا جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے ساتھ ہی یہ بھی درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ اپنی کسی بیوی سے یہ نہ فرمائیے گا کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چھپانے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ میں سکھانے والا، آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مجھ سے تو جو پوچھے گی میں صاف صاف بتا دوں گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کے حوالے سے اس واقعہ کو ذکر کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ دنیا کی آسائش و راحت کی زندگی تو چند روزہ ہے جبکہ اصلی اور دائمی زندگی آخرت کی ہے اور پھر جس کام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا و خوشنودی ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے۔ میاں بیوی کو حتی الوسع ایک دوسرے کے ساتھ برضا و خوشی نباہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تاکہ طلاق اور علیحدگی کی صورت پیدا ہی نہ ہو۔

طلاق کی صورت میں بچے کی پرورش کا معاملہ:

اولاد اللہ تعالیٰ کا انعام ہوتی ہے اس ننھی سی جان کی پرورش و تربیت کی ذمہ ماں اور باپ دونوں پر عائد ہوتی ہے ہنستے اور مسکراتے بچوں کی وجہ سے گھر ایک چھوٹی سی جنت کی شکل اختیار کر جاتا ہے ماں باپ کے زیر سایہ بچے اٹھکیلیاں اور لاڈ کرتے ہوئے اپنے بچپن کے دن گزارتے ہیں زندگی کی بہاریں سمیٹتے ہیں خوشیاں اور مسرتیں حاصل کرتے ہیں مگر کبھی شریعت اسلامیہ کے مزاج کے خلاف میاں بیوی جدائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یعنی دونوں علیحدگی چاہنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے طلاق ہو جاتی ہے یا شوہر اپنی ناسمجھی سے طلاق دے بیٹھتا ہے یا حدود اللہ پر قائم نہ رہ سکنے کی وجہ سے طلاق دے دینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے، اگر ایسا ہو جائے تو اس میں جہاں اور کئی قسم کی تکلیفیں سامنے آتی ہیں ان میں بچوں کی پرورش کا مسئلہ بھی ایک مصیبت بن جاتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے اس کے بارے میں بھی ہدایات دی ہیں اور احکام بتائے ہیں۔

ماں کا حق:

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک عورت نے سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اب وہ میرا بچہ چھیننا چاہتا ہے جس کے لیے میں نے بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں ایک عرصہ تک اسے پیٹ میں رکھا اور بہت دن تک اسے دودھ پلایا اور گودی میں لیا، اس کو پرورش کیا اور تکلیفوں سے بچایا، میرا دل نہیں چاہتا کہ اسے اپنے سے جدا کروں لیکن اس کا باپ میرے پاس رکھنے کو تیار نہیں، اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی پرورش کی تو ہی زیادہ مستحق ہے جب تک کہ تو نکاح نہ کرلے۔ (ابوداؤد)

جب میاں بیوی میں جدائی ہوجائے اور رجوع کی کوئی صورت نہ بن سکے یا ایسی طلاق ہوجائے جس میں شرعاً رجوع نہیں ہوسکتا یا دوبارہ نکاح کرنے پر فریقین راضی نہ ہوں یا شرعاً دوبارہ نکاح نہ ہوسکتا ہو لامحالہ میاں بیوی جدا ہوجائیں گے۔ اس صورت میں اولاد کی پرورش کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ضابطہ بتلایا ہے کہ بچے کی ماں پرورش کی زیادہ مستحق ہے بشرطیکہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرلے۔ حدیث کی شرح لکھنے والے عالموں نے بتلایا ہے کہ اگر عورت بالکل کسی سے نکاح نہ کرے تو اسے حق پرورش ملے گا اور اگر کسی ایسے شخص سے نکاح کرلے جو بچہ کا محرم ہو مثلاً بچہ کا چچا ہو تب بھی ماں کا حق پرورش ساقط نہ ہوگا، کیونکہ بچہ کا محرم اس کو پیار محبت سے رکھے گا اور اس کے نکاح میں جانے کے بعد بچہ کی ماں اس کی دیکھ بھال میں لگے گی تو نئے شوہر کو ناگواری نہ ہوگی۔ البتہ اگر بچہ کی ماں کسی ایسے شخص سے نکاح کرلے جو بچہ کا محرم نہ ہو تو اس کا حق پرورش ساقط ہوجائے گا کیونکہ وہ شخص اس کی پرورش میں لگنے پر معترض ہوگا اور یہ کہہ سکتا ہے کہ تو میرے حقوق ادا نہیں کرتی یا میرے حقوق میں اس کی پرورش کی وجہ سے فرق آتا ہے، ممکن ہے کہ وہ بچہ کو ٹیڑھی نظر سے دیکھے اور بچہ کو ڈانٹ ڈپٹ کرے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی پہلی بیوی سے جو اولاد ہو یا اس بیوی سے جو اولاد ہوجائے اس کی محبت کے سامنے اس بچے سے کسی قسم کی کلفت محسوس کرے، ان جیسی حکمتوں کی وجہ سے ماں کا حق پرورش اس صورت میں ساقط کر

دیا گیا جب کہ وہ بچہ کے نامحرم سے نکاح کرلے۔

ماں کو جو حق پرورش دیا جاتا ہے وہ اس کا حق ہے، اگر وہ اپنا حق استعمال کرنا نہ چاہے تو اس کو مجبور نہیں کرسکتے کہ ضرور پرورش کرے ہاں اگر کوئی اور عورت پرورش کرنے والی نہ ملے تو اس کی ماں کو مجبور کیا جائے گا کہ اس کی پرورش کرے اور اگر ماں نے حق پرورش ساقط کردیا تو شرعاً جتنی مدت پرورش کرنے کا حق رکھا گیا اس مدت کے اندر اندر پھر اپنا حق لے سکتی ہے، یعنی پرورش کا مطالبہ کرسکتی ہے، اسی طرح جب بچے کے نامحرم سے نکاح کرنے کی وجہ سے حق پرورش ساقط ہوگیا اور اس کے بعد دوسرے شوہر سے جدائی ہوجائے تو پھر حق پرورش کا مطالبہ کرسکتی ہے۔

گھر میں اتفاق وسکون پیدا کرنے کے مؤثر عملیات وظائف

گھر میں سکون اور اتفاق کے لیے اور میاں بیوی کے مابین ناچاقی کو دُور کرنے کے لیے ذیل کے صفحات میں چند مفید اور مؤثر وظائف وعملیات تحریر کیے جاتے ہیں۔ ان کی برکت سے میاں بیوی کے درمیان محبت وانس قائم رہتا ہے گھر کی فضا کشیدہ نہیں ہوتی جھگڑے جلد ختم ہو جاتے ہیں اختلاف زیادہ دیر تک نہیں رہتا۔ شیطان لعین ہمیشہ اس کوشش میں رہتا ہے کہ دو مسلمانوں کے مابین جھگڑا وفساد پیدا کر کے ان کے درمیان تفریق کرا دے اسے سب سے زیادہ خوشی اسی بات سے ہی ہوتی ہے لہٰذا چاہیے کہ شیطان لعین کے وار سے ہوشیار اور باخبر رہا جائے تاکہ شیطان کو کامیاب ہونے کا موقع نہ مل سکے۔

سورہ بقرہ کی تلاوت:

سورۂ بقرہ کی تلاوت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا ورحمت حاصل ہوتی ہے پروردگار عالم اپنا فضل وکرم نازل فرماتا ہے شیطان کے شر سے بچاتا ہے اپنی حفظ وامان میں رکھتا ہے روزانہ تلاوت کرنے سے گھر کی نحوستیں اور کثافتیں دور ہو جاتی ہیں اور گھر میں نور الٰہی کی روشنی پھیل جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص سورۂ بقرہ کی پہلی چار آیات مبارکہ اور آیت الکرسی اور اس کے بعد کی دو آیات اور سب سے آخر کی تین آیات یہ جملہ دس آیات رات کے وقت پڑھ لے تو اس گھر میں شیطان اس رات نہیں جا سکتا اور اسے اور اس کے گھر والوں کو اس دن شیطان یا کوئی اور بُری چیز نہیں ستا سکتی یہ آیات مبارکہ مجنون پر پڑھی جائیں تو اس کا دیوانہ پن بھی دُور ہو جاتا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جس طرح ہر چیز کی بلندی ہوتی ہے قرآن کی بلندی سورۂ

بقرہ ہے۔ جو شخص رات کے وقت اسے اپنے گھر میں پڑھ لے تو شیطان تین دن تک اس گھر میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ (طبرانی۔ ابن حبان۔ ابن مردویہ)

☆☆☆

سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ سورۂ بقرہ مجھے بطور خاص لوحِ محفوظ سے عطا ہوئی ہے اور یہ سورۃ جس گھر میں پڑھی جاتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ (نسائی شریف)

☆☆☆

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش سے دو ہزار برس قبل ایک کتاب لکھی اس میں دو آیات اتاریں جن پر سورۂ بقرہ کا اختتام کیا یہ دو آیات جس گھر میں تین دن پڑھی جائیں شیطان اس گھر کے قریب بھی نہیں آسکتا۔ (ترمذی۔ دارمی)

☆☆☆

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے وہاں شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔ (مسند احمد۔ صحیح مسلم۔ ترمذی۔ نسائی)

☆☆☆

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے اس گھر سے شیطان گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔ (مسند دارمی)

☆☆☆

ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ وہ پیر پر پیر چڑھائے پڑھتا چلا جائے لیکن سورۂ بقرہ نہ پڑھے۔ سنو! جس گھر میں یہ مبارک سورۃ پڑھی جاتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ کھڑا ہوتا

ہے سب گھروں میں بدترین اور ذلیل ترین گھر وہ ہے جس میں کتاب اللہ کی تلاوت نہ کی جائے۔ (ابن مردویہ)

☆☆☆

میاں بیوی کی ناراضی کا خاتمہ:

اگر میاں اور بیوی آپس میں سخت ناراض ہوں دونوں کی ناراضی کے باعث گھر کا سکون برباد ہوگیا ہو دونوں میں سے کوئی بھی ہار ماننے کے لیے تیار نہ ہوتا ہو تو اس گھر کے کسی فرد کو یا ان دونوں کے کسی ہمدرد عزیز کو چاہیے کہ وہ روزانہ بلاناغہ چالیس یوم تک سورۂ بقرہ کی تلاوت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگے انشاء اللہ تعالیٰ چالیس یوم کے اندر اندر دونوں اپنی خفگی ایک دوسرے کے ساتھ دور کردیں گے اور ہنسی خوشی زندگی گزاریں گے اگر خاوند یا بیوی میں سے کوئی ایک یہ چاہے کہ ناراضی دُور ہو جائے تو دونوں میں سے ایک بھی روزانہ سورۂ بقرہ پڑھے اور بارگاہ الٰہی میں نیک مقصد کے لیے دُعا مانگے تو پھر بھی بفضل باری تعالیٰ چند دنوں میں ہی سورۂ بقرہ کی برکت کے طفیل دونوں میاں بیوی کے مابین ناچاقی و خفگی دُور ہو جائے گی۔ (سورۂ بقرہ سے مشکلات کا حل)

میاں بیوی میں صلح کے لیے:

اگر میاں بیوی آپس میں کسی بات پر خفا ہوں اور محض انا کی وجہ سے صلح میں پہل نہ کرتے ہوں بات بات پر جھگڑتے ہوں تو چاہیے کہ باوضو حالت میں ایک گلاس پانی پر سات سو چھیاسی مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر دم کرے اور دونوں کو پلائے انشاء اللہ تعالیٰ اس کی ناراضی دور ہو جائے گی دونوں آپس میں صلح کرلیں گے اور ان کی باہمی محبت بھی زیادہ ہو جائے گی۔ (بسم اللہ سے مشکلات کا حل)

گھریلو جھگڑے کا خاتمہ:

اگر میاں بیوی کے مابین ناچاقی ہو خاوند اپنی بیوی سے کسی بات پر ناراض ہو اور کسی طرح راضی نہ ہوتا ہو یا بیوی خاوند کو تنگ کرتی ہو اور باز نہ آتی ہو جس کی وجہ سے گھر میں

لڑائی جھگڑا رہتا ہو تو چاہیے کہ نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد ایک سو مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے پھر سونے سے پہلے وضو کرے اور ایک سو مرتبہ بِسْمِ اللّٰهِ الْوَاسِعُ جَلَّ جَلَالُهٗ پڑھ کر مقصود علیہ کا تصور کر کے اس کی طرف دم کرے اور دُعا اپنے مقصد کی بارگاہ الٰہی میں مانگ کر سو جائے چالیس یوم تک بلاناغہ یہ عمل کرے اگر چالیس یوم میں مطلوبہ مقصد پورا نہ ہو تو پھر زیادہ سے زیادہ نوے دن تک متواتر اسی طرح کرے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور کامیابی ہو گی خواتین کے لیے اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنے مخصوص ایام کے ناغوں کو شمار کرکے بعد میں پورے کرلیں بفضل باری تعالیٰ میاں بیوی کے مابین تعلقات بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔ (بسم اللہ سے مشکلات کا حل)

گھریلو جھگڑے سے بچاؤ کے لیے:

اگر کسی کے گھر میں ہر وقت جھگڑا رہتا ہے اور سخت تناؤ کی کیفیت ہو تو خاوند چاہیے کہ وہ ہر نماز کے بعد اول و آخر گیارہ مرتبہ درود پاک پڑھتے ہوئے یہ کلمات پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ.

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں جھگڑے اور نفاق اور بُرے اخلاق سے۔''

اس دُعا کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ گھر میں امن، چین اور سکون رہے گا اور تناؤ کی کیفیت ختم ہو جائے گی گھر میں لڑائی جھگڑا نہ ہوگا۔

(بحوالہ درود شریف سے مشکلات کا حل)

گھر اور اہل و عیال کی حفاظت کیجیے:

جو کوئی سفر پر جا رہا ہو اور چاہتا ہو کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کا گھر بار اور اہل و عیال محفوظ اور امن و امان میں رہیں تو وہ گھر سے روانہ ہوتے وقت چار رکعت نفل نماز اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے پھر جب سلام پھیرے تو یہ کلمات کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتَقَرَّبُ بِھِنَّ اِلَیْکَ فَاجْعَلْھُنَّ خَلِیْفَتِیْ فِیْ اَھْلِیْ وَمَالِیْ.

بفضل باری تعالیٰ اس نماز کی برکت سے اس کے گھر بار اور اس کے اہل و عیال کی حفاظت رہے گی بلکہ ارد گرد کے مکانات کی بھی حفاظت رہے گی جب تک کہ وہ لوٹ کر واپس گھر نہ آ جائے۔ (بحوالہ نماز سے مشکلات کا حل)

نافرمان بیوی تابعدار ہو جائے:

اگر کسی کی بیوی نافرمان ہو اور کہنے سے باہر ہو، سمجھانے بجھانے سے بھی اپنی نافرمانی سے باز نہ آتی ہو تو ایسے میں ذیل کا عمل بے حد مفید اور فائدہ مند ہے۔

اس کے لیے بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ اول و آخر درود پاک ذیل گیارہ، گیارہ مرتبہ، سورہ جمعہ تین مرتبہ اور سورہ ق گیارہ مرتبہ پڑھ کر پانی یا دودھ یا مٹھائی کو دم کریں اور بیوی کو کھلا دیں یا پلا دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سات یوم کے بلا ناغہ اس عمل کی برکت سے بیوی تابع فرمان ہو جائے گی اور گھر میں سکون رہے گا۔ (مجرب عملیات و وظائف)

بیوی تابعداری کرے:

اگر کسی کی عورت نافرمان ہو اپنے خاوند کو ناپسند کرتی ہو اس وجہ سے گھر میں ہر وقت لڑائی جھگڑا کرتی رہتی ہو اپنا خاوند اُسے ایک آنکھ نہ بھاتا ہو تو خاوند کو چاہیے کہ وہ باوضو حالت میں یہ آیت مبارکہ فِیْھِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْھُنَّ اِنْسٌ قَبْلَھُمْ وَلَا جَآنٌّ ایک سو اکیس مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کرے یا کسی میٹھی چیز پر دم کرے اور اپنی بیوی کو کھلائے پلائے اکیس یوم تک ہر روز بلا ناغہ اسی طرح دم کر کے پانی پلائے یا شیرینی پر دم کر کے کھلائے انشاء اللہ تعالیٰ عورت کے دل میں خاوند کی محبت پیدا ہو جائے گی اپنے خاوند کے سوا کسی کی طرف توجہ نہ کرے گی خاوند کی خوب تابعدار ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے گھر میں لڑائی جھگڑا بھی ختم ہو جائے گا۔ (سورۂ رحمٰن سے مشکلات کا حل)

بہترین مسلمان خاوند کی خوبیاں

پچھلے صفحات میں ایک مثالی مسلمان خاوند کے حوالے سے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کی روشنی میں مختصر طور پر تحریر کیا جاتا ہے کہ ایک بہترین مسلمان خاوند میں درج ذیل خوبیاں ہوتی ہیں۔

۱۔ جو اپنی بیوی کے ساتھ نرمی، خوش اخلاقی اور حسن سلوک سے پیش آئے۔

۲۔ جو اپنی بیوی کے حقوق کو ادا کرنے میں کسی قسم کی غفلت اور کوتاہی نہ کرے۔

۳۔ جو اپنی بیوی کا اس طرح ہو کر رہے کہ کسی اجنبی عورت پر نگاہ نہ ڈالے۔

۴۔ جو اپنی بیوی کو اپنے عیش و آرام میں برابر کا شریک سمجھے۔

۵۔ جو اپنی بیوی پر کبھی ظلم اور کسی قسم کی بے جا زیادتی نہ کرے۔

۶۔ جو اپنی بیوی کی تند مزاجی اور بداخلاقی پر صبر کرے۔

۷۔ جو اپنی بیوی کی خوبیوں پر نظر رکھے اور معمولی غلطیوں کو نظر انداز کرے۔

۸۔ جو اپنی بیوی کی مصیبتوں، بیماریوں اور رنج و غم میں دلجوئی، تیمارداری اور وفاداری کا ثبوت دے۔

۹۔ جو اپنی بیوی کو پردہ میں رکھ کر عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔

۱۰۔ جو اپنی بیوی کو دینداری کی تاکید کرتا رہے اور شریعت کی راہ پر چلائے۔

۱۱۔ جو اپنی بیوی اور اہل و عیال کو کما کما کر رزقِ حلال کھلائے۔

۱۲۔ جو اپنی بیوی کے میکہ والوں اور اس کی سہیلیوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرے۔

۱۳۔ جو اپنی بیوی کو ذلت و رسوائی سے بچائے رکھے۔

۱۴۔ جو اپنی بیوی کے اخراجات میں بخیلی اور کنجوسی نہ کرے۔

۱۵۔ جو اپنی بیوی پر اس طرح کنٹرول رکھے کہ وہ کسی برائی کی طرف رُخ بھی نہ کر سکے۔

۱۶۔ جو اپنی بیوی کو اپنی باندی نہیں بلکہ اپنی شریک حیات سمجھے۔

۱۷۔ جو ہر وقت غصے اور بدمزاجی کی حالت میں نہ رہے۔

۱۸۔ جو اپنی بیوی کے اچھے کاموں کی فراخدلی سے تعریف بھی کر دیا کرے۔

۱۹۔ جو معمولی معمولی باتوں کو جھگڑے کی بنیاد بنا کر گھر کی فضا خراب نہ کرے۔